قل لا یستوی الخبیث والطیب
امام پاک
اور
یزید پلید
تالیف
مجدد مسلک اہل سنت، عاشق رسول حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز

قل لا یستوی الخبیث والطیب
امام پاک
اور
یزید پلید
تالیف
مجدد مسلک اہل سنت، عاشق رسول حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نام کتاب: امام پاک اور یزید پلید

مصنف: محسن مسلک اہلسنت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت: اکتوبر 2004ء

تعداد: دو ہزار

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

کمپیوٹر کوڈ: 1Z115

قیمت: -/[illegible] روپے ۷۰/

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون:7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون:7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

انتساب

بحضور

تاجدارِ کربلا، سید الشہداء

مظہرِ شجاعت و سخاوتِ نبوت

پیکرِ عشق و محبت و

صبر و استقامت

سید شباب اہل جنت

مقصدِ اہلِ عقیدت و محبت

ریحانِ مصطفےٰ، دلبندِ مرتضےٰ

نورِ دیدۂ مخدومۂ کائنات

سیدہ فاطمہ زہرا

راحتِ جانِ حسن مجتبےٰ

امام عالی مقام

فخرِ کونین

سیدنا امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

بتوسط

امام اہلِ سنت

غزالیِ زماں، رازیِ دوراں

حضرت سیدی و استاذی

علامہ سید احمد سعید کاظمی

امروہوی ملتانی

دامت برکاتہم القدسیہ

سگ کوچۂ اہل بیت نبوت

محمد شفیع الخطیب اوکاڑوی غفرلہٗ

ھدیۂ تبریک

از امام اہل سنت غزالیِ دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی

فاضلِ جلیل حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد شفیع صاحب اکاڑوی کی شہرۂ آفاق تصنیف "امام پاک اور یزید پلید" کی تیسری اشاعت پر میں مولانا کوکب نورانی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اس دورِ پُرفتن میں جب سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم کارناموں اور ان کے فضائل و محاسن کے بالمقابل یزیدیت کا پرچار کیا جا رہا ہے، اس تالیف منیف کی اشاعت نہایت ضروری اور بے حد مفید ہے۔ مولانا کوکب نورانی کے لیے فقیر بصمیم قلب دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو ان کے والدِ ماجد کا مشن آگے بڑھانے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

۲۱۔ مئی ۱۹۸۵ء

مجدّدِ مسلکِ اہلِ سُنّت خطیبِ پاکستان

نام :- (مولانا حافظ) محمد شفیع اوکاڑوی

ولدیت :- حاجی شیخ کرم الٰہی مرحوم و مغفور جو پنجاب کی معزز شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

سن ولادت :- (۲، رمضان ۱۳۴۸ھ) ۱۹۲۹ء کھیم کرن، مشرقی پنجاب

تعلیم :- اسکول میں مڈل تک اور دینی تعلیم، درسِ نظامی مکمل و دورۂ حدیث و تفسیر۔

بیعت و ارادت :- شیخ المشائخ حضرت پیر میاں غلام اللہ صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی صاحب قبلہ، برادر خورد شیر ربانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ (سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ نے حاجی میاں کرم الٰہی کو مولانا اوکاڑوی کی ولادت اور ان کے فضل و کمال کی بشارت پہلے ہی سے دے دی تھی۔ آپ کے والدین نے

بھی آپ کی ولادت سے قبل مبارک خواب دیکھے اور بیان کیے

حالات و خدمات

اپنے پیر و مرشد حضرت ثانی صاحب شرق پوری اور علمائے اہلِ سُنّت کے ساتھ علمی طلب کے ابتدائی زمانے میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور تقسیمِ ہند تک سرگرمِ عمل رہے۔

- ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے اوکاڑا آ گئے اور جامعہ حنفیہ اشرف المدارس قائم کیا جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔
- دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اشرفی اوکاڑوی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کے شیخ الحدیث والتفسیر غزالیِ دوراں حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی سے تمام متداول دینی علوم پڑھے اور درسِ نظامی کی تکمیل پر اسناد حاصل کیں۔
- جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہیوال) میں نمازِ جمعہ کی خطابت شروع کی۔ اسی دوران پبلک ہائی اسکول اوکاڑا میں دینیات کے معلم رہے۔
- ۱۹۵۲-۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں محض سیدِ عالم ختمی مرتبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے بھرپور حصہ لیا۔ ضلع منٹگمری (ساہیوال) اور پنجاب کی سرکردہ شخصیت تھے۔ حکومت نے قید کر دیا۔ دس ماہ منٹگمری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں حضرت مولانا کے دو فرزند، تنویر احمد اور منیر احمد جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی، انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کن تھے۔ کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو بالخصوص

الگ بلا کر کہا "بچوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں میرے پاس آپ کے لیے بہت سی سفارشیں ہیں۔ آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔" مولانا نے جواباً کہا کہ "میں نے عزت و ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں لہٰذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پیارے ہو گئے، میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا۔" اس جواب پر حکومت برہم ہوئی اور مزید سختی کی گئی، دفعہ ۳ میں نظر بند کر دیا گیا، اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی تھی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر و استقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

- اوکاڑا میں قیام کے دوران دینی و مذہبی اور ملی سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔
- ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آئے۔ کراچی کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور ہمہ جہاں، تا دم آخر شب و روز دین و مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔
- میمن مسجد کی امامت و خطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عیدگاہ میدان اور سوا دو سال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نور مسجد نزد جوبلی سینما میں بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ ہر جگہ پر زبردست اجتماع ہوتا۔ ان تمام مساجد میں بالترتیب تفسیر قرآن کا درس دیتے رہے اور تقریباً ۲۹ برس میں نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔
- اسی دوران ۱۹۶۳ء میں پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد خورشید ٹرسٹ

سے محق (جس کے آپ چیئرمین بھی تھے) ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمد للہ وہاں سے متعدد طلبہ علومِ دینیہ حاصل کر کے چہار سمت تبلیغِ دین و مسلک کر رہے ہیں۔

✵ ۱۹۷۲ء میں ڈولی کھاتہ، گلستانِ شفیع اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو گزشتہ سو برس سے مسجد کے لیے وقف تھا، مولانا نے تعمیرِ مسجد کی بنیاد رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی۔ ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کا نام گلزارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ مولانا اس کے بانی و سربراہ تھے۔ اس ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام جامع مسجد گلزارِ حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب زیرِ تعمیر ہے۔ اسی مسجد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ مرجعِ خلائق ہے۔

✵ مسلسل چالیس برس تک ہر شب مولانا محترم مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں۔ مولانا کی علمی استعداد، حُسنِ بیان، خوش الحانی اور شانِ خطابت نہایت منفرد اور ہر دل عزیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں، لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہِ محرم کی شبِ عاشورہ میں مُلک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع، مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی خطابت سے قلب و جاں کو آسودہ نہ کیا ہو۔

✵ دین و مسلک کی تبلیغ کے لیے مولانا نے مشرقِ اوسط، خلیج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقا، ماریشس اور دوسرے کئی غیر ملکی دورے کیے۔ صرف جنوبی افریقا میں ۱۹۸۰ء تک مُولانا کی تقاریر کے ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے مُمالک میں فروخت ہونے والی کیسٹس کی تعداد بھی کم نہیں اور اَب مُولانا کی تقاریر کی وڈیو کیسٹس بھی پھیل رہی ہیں۔

✵ مولانا اُوکاڑوی کی عالمانہ تحقیق، فقہی بصیرت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پر مبنی متعدد تصانیف ہیں جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہر کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر نہایت مقبول ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ذکرِ جمیل، ذکرِ حسین (دو حصے)، راہِ حق، درسِ توحید، شامِ کربلا، راہِ عقیدت امام پاک اور یزید پلید، برکاتِ میلاد شریف، ثوابُ العبادات، نماز مترجم، سفینۂ نوح (دو حصے)، مسلمان خاتون، انوارِ رسالت، مسئلہ طلاق ثلاثہ، نغمۂ حبیب، مسئلہ سیاہ خضاب، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، اخلاق و اعمال (نشری تقاریر)، تعارف علمائے دیوبند، میلادِ شفیع، جہاد و قتال، آئینۂ حقیقت، نجوم الہدایت، مسئلہ بیس تراویح، مقالاتِ اوکاڑوی اور متعدد فتووں وغیرہ پر مشتمل رسائل وغیرہ۔

✺ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کراچی کے علاقہ کھڈا مارکیٹ میں ایک سازش کے تحت اختلافِ عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر دورانِ تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے سول ہسپتال میں دو دن کے بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے کہا "مجھے کسی سے کوئی ذاتی عناد نہیں۔ نہ میں مجرم ہوں۔ اگر میرا کوئی جرم ہے تو صرف یہ کہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سیدِ عالم محسنِ انسانیت حضور رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خون ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ میں حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لیے جو مناسب ہو، وہ کریں تاکہ ایسی کارروائیاں آئندہ نہ ہوں"۔ مولانا نے اس مقدمے کے لیے کوئی وکیل نہیں کیا نہ کسی مقدمے کی پیروی کی۔ صرف ایک

گواہ کی حیثیت سے اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جاں بر ہونا محض ایک کرشمہ تھا۔ انگریزی روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ اگلی صبح ۱۷ اکتوبر کو جاری ہوا جس کی بڑی سُرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغِ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج ہُوا۔

❋ ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پورے ملک میں جوش و جذبۂ جہاد کے لیے مِلّت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں رُوپے دیئے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں رُوپے کا سامان جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا، جمع کیا اور ہزاروں رُوپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں وغیرہ میں بدستِ خود سامان تقسیم کیا۔

❋ آزاد کشمیر کے بائیس مقامات اور سیالکوٹ، چھمب جوڑیاں، لاہور، واہگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جاکر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر ولولہ انگیز تقاریر کیں۔

❋ حضرت مولانا اُوکاڑوی مرکزی جماعتِ اہلسنّت پاکستان کے بانی تھے۔

❋ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب سے بڑے حلقے سے سوشل ازم کی یلغار کے خلاف مولانا نے انتخاب میں حِصّہ لیا اور قومی اسمبلی کے رُکن مُنتخب ہُوئے۔

❋ قیامِ پاکستان سے تادمِ آخر مولانا، ایک مخلص اور محبِّ وطن پاکستانی اور سچے پکے مسلمان ہونے کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت

ملک بھر میں بالخصوص اور دُنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور مقبول و ممتاز رہی۔

❁ حضرت مولانا محترم، تحریکِ نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ سالار تھے۔ آج اس تحریک کو جو مرتبہ ومقام حاصل ہے۔ اس میں ان کی خدمات اور مساعیِ جمیلہ بُنیادی اہمیت وحیثیت رکھتی ہیں۔

❁ صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی قائم کردہ مجلسِ شوریٰ کے معزز رُکن نامزد ہوئے اور قوانینِ اسلامی کے ترتیب وتشکیل اور نفاذ کے لیے کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ علاوہ ازیں وزارتِ مذہبی امور کی قائمہ کمیٹیوں کے رُکن رہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مرکزی محکمہ اوقاف پاکستان کے نگرانِ اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے رُکن مقرر ہوئے۔

❁ حضرت مولانا قومی سیرت حکومت پاکستان کے بُنیادی رُکن رہے۔

❁ اتحادِ بین المسلمین کے لیے ملک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں قومی دفاعی فنڈ، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگہانی سانحے سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہے۔

❁ سولہ مرتبہ سفرِ حج و زیارت اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

❁ ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ عارضۂ قلب کی شکایت ہوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ وجوش سے شب و روز چہار سمت میں صدائے حق بلند کرتے رہے۔

❁ حضرت مولانا نے کراچی شہر میں اہلِ سنّت وجماعت کی طرف سے دس روزہ مجالسِ محرّم اور جشنِ عید میلاد النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس و جلسہ کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔

* تین ہزار سے زائد افراد، مولانا مرحوم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور لاکھوں افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی۔
* حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مُریدین ہزاروں کی تعداد میں دُنیا بھر میں موجود ہیں۔
* حضرت مولانا قبلہ نے جنوبی افریقا میں انجمن اہلِ سنّت و جماعت قائم کی۔
* پاکستان میں سُنّی تبلیغی مِشن، انجمن محبانِ صحابہ و اہلِ بیت، تنظیم ائمہ و خطبا مساجدِ اہلِ سنّت اور متعدد ادارے قائم کیے۔
* چالیس برس میں حضرت خطیب پاکستان سینکڑوں موضوعات پر اٹھارہ ہزار سے زائد خطابات کیے۔ جو اب تک ایک عالمی ریکارڈ ہے۔

* ۱۹۷۵ء میں دورانِ سفر، دوسری مرتبہ دل کا دَورہ پڑا، اسی حالت میں کراچی آئے اور تقریباً چھ ہفتے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔
* ۱۹۸۳ء میں آخری بیرونِ ملک سفر، بھارت کے لیے کیا۔ اپنے دَورے میں بمبئی، اجمیر، دہلی اور بریلی شریف گئے۔
* مارچ ۱۹۸۴ء میں شرق پُور شریف گئے اور اپنے پیر و مُرشد کی درگاہ پر حاضری دی جو وہاں ان کی آخری حاضری ثابت ہُوئی۔
* ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزارِ حبیبؐ میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دَورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراضِ قلب میں داخل ہُوئے۔ تین دن بعد سہ شنبہ، ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء کی صُبح ۵۵ برس کی عُمر میں اذانِ فجر

کے بعد باآوازِ بلند درود و سلام پڑھتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝

۲۵ اپریل کو نشتر پارک، کراچی میں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی کی امامت میں ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے حضرت خطیبِ پاکستان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ اور پیارے کملی والے تاج دارِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس عاشقِ صادق کو کمالِ محبّت و احترام سے رخصت کیا۔

زدنیا برفتہ بہ شانِ رفیع ؛ محمد شفیعس محمد شفیع۔

اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گلزارِ حبیبؑ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دائماً ابداً

(ہجری) ۱۴۰۴

رفت و منزل عالَمِ بالا گرفت ۔۔۔ یا الٰہی فیضِ اُو پایندہ دار

رفت و رُوئے خویش را از ما نہفت ۔۔۔ تُربتش را اے خدا تابندہ دار

گفت تاریخِ وصالش بُوالبیان

ہادیِ راہِ خدا، شب زندہ دار

۱۴۰۴ ہجری

از: فقیہِ دوراں شیخ الاسلام حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی مدظلہ العالی

ابتدائیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

نَحمَدُہ ونصلّی ونُسلّمُ علٰی رسولہ الکریم۔ امّا بعد!

فاضل مصنّف مجدّدِ مسلکِ اہلسنّت حضرت علاّمہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاکستان کے نامور عالمِ دین اور مبلّغ تھے۔ وہ ایک سحر بیان مقرر و خطیب اور حقیقت بیان ادیب کی حیثیت سے ملک و بیرونِ ملک جانے پہچانے جاتے تھے۔ وہ مصنّف بھی تھے۔ اپنی تصانیف میں وہ ایک بے نظیر محقق کی حیثیت سے جلوہ گر نظر آتے ہیں، پیشِ نظر کتاب میں انھوں نے تحقیق کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کر دیا ہے۔ وہ ملّتِ اسلامیہ کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اغیار کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ افرادِ ملّت کے دلوں سے اعیانِ ملّت کی محبّت و عقیدت نکال کر دلوں کو ویران کر دیں اور ملّت کو ضعیف سے ضعیف تر کر کے دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ دلیر بنا دیں۔ حضورِ انور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم، حضراتِ اہلِ بیت، صحابۂ کرام اور اولیاء عظام کی ذواتِ عالیہ کے ساتھ والہانہ وابستگی ملّت کی روح ہے۔ اسی لیے دشمنانِ دین کا ہدف یہی ذواتِ عالیہ ہیں بعض محققین اپنی بے جا تحقیق کے پردے میں اغیار کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں اور وہ نہیں سمجھتے

کہ ان کی غیر دیانت دارانہ تحقیقات نے ملتِ اسلامیہ پر کیا قیامت ڈھا رہی ہیں اسی قسم کی ایک تحقیق محمود عباسی صاحب نے پیش کی تھی، جس میں انھوں نے یزید کو برحق اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو غلطی پر ثابت کیا ہے۔ محمود عباسی کی نگارشات سے مضطرب ذہنوں میں جو سوالات اُٹھ سکتے تھے۔ حضرت علامہ اکاڑوی نے ایک ایک کرکے ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر ہر سوال کا محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے۔

علّامہ اکاڑوی نے مندرجہ ذیل سوالات قایم کیے ہیں:۔

1. کیا یزید کی خلافت و امارت قوانینِ شرعیہ کے مطابق تھی ؟
2. کیا یزید کے خلاف حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کا خروج بغاوت سمجھا جائے۔
3. کیا یزید عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار، صالح اور پابند صوم وصلوٰۃ تھا؟
4. اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو جن صحابہؓ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے ؟
5. کیا یزید نے حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور وہ اُس پر راضی نہ تھا ؟
6. اگر یزید نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا تو شہادتِ حُسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید نے ابنِ زیاد پر کیوں لعنت کی ؟
7. کیا محمود عباسی نے اپنی تصانیف میں خیانت سے کام لیا ہے ؟
8. کیا یزید جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کے باعث بفحوائے حدیث جنتی تھا ؟
9. کیا حضرت حُسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے اور ان کے تمام مناقب و فضائل خیالی ہیں۔

حضرت علامہ اوکاڑوی نے مندرجہ بالا سوالات پر دیانت و صداقت کے

ساتھ اپنی عمدہ تحقیقات پیش کی ہیں اور ہر سوال کے ذیل میں سیر حاصل بحث کی ہے انھوں نے دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے۔

- یزید کی خلافت و امارت قانونِ شریعت کے مطابق نہ تھی۔
- حضرت سیدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ کا خروج قطعاً بغاوت نہ تھا۔
- یزید صالح و متقی نہ تھا، فاسق و فاجر، ظالم و جابر اور بد کردار تھا۔
- جن صحابہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے یزید کے ظلم و ستم دیکھتے ہوئے رخصت پر عمل کیا اور جن صحابہ نے بیعت نہ کی، انھوں نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عزیمت پر کیا۔
- حضرت سیدنا حُسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یزید کے حکم سے نہ ہوتی تو یزید ابن زیاد اور آپ کو شہید کرنے والوں کے خلاف ضرور تادیبی کارروائی کرتا مگر یہ کارروائی نہ کی گئی۔
- یزید قتلِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر درحقیقت خوش ہو رہا تھا۔ تاہم ابنِ زیاد پر یزید کا لعنت کرنا محض سیاسی مصلحت کے تحت تھا یا اس لیے کہ واقعہ شہادت کے بعد اس کو خود اپنے مستقبل کا خوف تھا۔
- محمود عباسی نے کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں خیانت، تعصب اور تنگ دلی سے کام لیا ہے، اپنے مطلب کی باتیں نقل کر دیں اور جو مطلب کے خلاف جا رہی تھیں ان کو رہنے دیا۔ یہ بات دیانت کے خلاف ہے۔
- حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق یزید جہاد قسطنطنیہ کے لیے جانے والے پہلے لشکر میں شریک نہ تھا، بلکہ دادِ عیش دے رہا تھا، بعد میں حضرت معاویہؓ نے اس کو جبراً بھیجنے کا حکم دیا۔
- حضرت سیدنا حُسین رضی اللہ عنہ یقیناً شہید ہوئے ان کے فضائل و مناقب

بکثرت مستند روایات سے ثابت ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ نے عزیمت پر عمل کر کے یزیدی ماحول کی تاریکیوں میں اجالا کر دیا اور ایک مینارۂ نور بنایا جو بھٹکنے والوں کی صدیوں تک رہ نمائی کرتا رہے گا ــــ دنیا میں بہت سے ایسے ملیں گے جنھوں نے دولت کی خاطر، زمین کی خاطر، حکومت کی خاطر جانیں دی ہیں ــــ مگر یہاں نذرانۂ جاں حق کی خاطر پیش کیا گیا اور یہ بتا دیا گیا کہ جان جیسی عظیم دولت حق ہی کی قربان گاہ پر چڑھائی جاتی ہے ــــ سچائی کے لیے اپنی جان قربان کر دینا کوئی معمولی بات نہیں لوگوں نے تو جان بچانے کے لیے بڑے بڑے جھوٹ بولے ہیں ــــ مگر یہاں جھوٹ کا گزر نہیں ــــ سچ ہی سچ ہے ــــ کربلا کے میدان میں دیکھنے والی آنکھوں نے آفتابِ حسینؓ غروب ہوتے دیکھا ــــ اور اب ساری دنیا اس کو طلوع ہوتے دیکھ رہی ہے۔ ظلم و ستم کے خلاف ایک عالم گیر جدّ و جہد سامنے آ رہی ہے ــــ بے شک جبر ایک سایہ ہے جو قائم نہیں رہتا ــــ جبر ایک مایہ ہے جو ساتھ نہیں دیتی ــــ جبر ایک پھایہ ہے جو ناسور نہیں بھرتا۔

حضرت علامہ اوکاڑوی نے جبر و استبداد کی آندھیوں میں چھپنے والے آفتاب کا چہرہ دکھایا ہے اور اس چہرے پر خاک ڈالنے والوں کا محاسبہ کیا ہے ــــ دلوں میں چُبھنے والے کانٹوں کو نکالا ہے ــــ صفحۂ قرطاس کو تختۂ گُل بنایا ہے۔ حضرت علامہ اوکاڑوی نے بڑی محنت کی ہے اور تمام ضروری ماٰخذ کو کھنگالا ہے۔ ان کی تحقیق سے ایک طرف تو حقائق سامنے آ گئے، دوسری طرف اغیار کے عزائم بھی سامنے آ گئے جو اغیار نے تحقیق کے پردوں میں چھپا رکھے تھے۔ تحقیق و تدقیق ایک مستحسن عمل ہے، لیکن اسلاف کے خلاف باغیانہ ذہنیت لے کر میدانِ تحقیق میں اُترنا اور ملّت نے ان پر جو اعتماد کیا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر فکر و خیال کے بندھنوں کو توڑنا اور دورِ جدید کے انتشارِ فکر کے صحرا میں لا کر کھڑا کر دینا صریحاً ظلم ہے ــــ حضرت علامہ اوکاڑوی نے جو ان

ملت اسلامیہ پر احسان فرمایا کہ ان کو ایک روشنی عطا فرمائی، جس سے شک و شبہ کی ساری تاریکیاں دُور ہو گئیں اور محبّت و عقیدت کے جو بندھن ٹوٹ رہے تھے، وہ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگے ـــ اسلام کی بنیاد ہی محبّت پر ہے ـــ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبّت ـــ اہلِ بیتِ اطہار کی محبّت ـــ صحابۂ کبار کی محبّت ـــ اولیاءِ عظام کی محبت ـــ علماءِ حق کی محبت ـــ محبّت ہی محبّت ـــ سچ تو یہ ہے کہ جس کے دل میں ان حضرات عالیہ کی محبت نہیں اس کا دل ایمان سے خالی ہے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ـــ خبردار ہو جاؤ! جس کے دل میں محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں ـــ یہ کلمات بار بار فرمائے ـــ بے شک محبت و ایمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جو محبّت پر شب خون مارتا ہے وہ ایمان پر بھی شب خون مارتا ہے ـــ ایمان کی لذّت بغیر محبّت کے آ ہی نہیں سکتی ـــ اطاعت اپنی جگہ مگر محبّت نہ ہو تو ہر عبادت بے سُود و بے فیض ہے۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کو نُور سے معمور فرمائے۔ کہ انھوں نے اپنی علمی تحقیقات سے مغموم دلوں کو مسرور کر دیا۔ شکوک و شبہات کے خار زاروں کو ایمان و یقین کے لالہ زاروں سے پُر بہار بنا دیا ـــ بھٹکتے خیالوں کو راہ پر لگایا اور ڈگمگاتے افکار کو ثبات عطا فرمایا۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وازواجہٖ واصحابہٖ وسلم اجمعین۔

محمد مسعود احمد
پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

۱۳ / شعبان ۱۴۰۶ھ
۲۳ / اپریل ۱۹۸۶ء

فہرست مضامین

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

میرے ایک فاضل دوست نے محمود احمد عباسی کی تالیف "تبصرہ محمودی بر ہفواتِ مودودی" جو عباسی صاحب نے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کے ردّ میں لکھی ہے، کے حصّہ دوم کی چند عبارات اور اُن سے حاصل شدہ مفہوم نقل کر کے سوالات مرتّب کئے اور مجھے ان سوالات کے جوابات لکھنے کو فرمایا۔ مَیں نے عباسی صاحب کی پہلی تالیف "خلافتِ معاویہؓ و یزید" دیکھی ہوئی تھی جس میں انھوں نے یزید کو برحق و امامِ عادل اور سیّدنا امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلطی پر ثابت کرنے کی مذموم سعی کی ہے۔ اب اِس دوسری تالیف کو حاصل کر کے اِس کا بھی مطالعہ کیا تو سوالات میں درج شدہ عبارات اور اُن کا مفہوم بالکل درست پایا۔

اِس تالیف میں عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے ان غلط اور بے جا الزامات اور اتہامات کا جواب دیا ہے جو اُنھوں نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں امیرالمومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے ہیں۔ لیکن عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے ردّ کے ساتھ ساتھ مسلکِ اہلِ سُنّت کے خلاف اپنی خارجیّت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سخت ترین توہین کا بھی ارتکاب کیا

ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے قارئین کرام کو معلوم ہو گا۔ مودودی صاحب نے یزید کے کچھ سیاہ کارناموں کے متعلق بھی لکھا تھا چونکہ عباسی صاحب کٹر خارجی ہونے کی وجہ سے یزید کے بڑے ہی حامی ہیں، وہ کیسے برداشت کرتے، وہ تو یزید پلید کو خلیفۂ برحق، امامِ عادل و راشد اور امیر المومنین سمجھتے ہیں اور اُس کے مقابلے میں فرزندِ رسول امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، فسادی، اللہ و رسول کا دشمن اور جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دیتے ہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! چنانچہ انھوں نے اپنے اِن فاسد اور باطل خیالات کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی جو ناپاک اور مذموم کوشش کی ہے۔ اِس بندۂ ناچیز، گدائے اہلِ بیتِ اطہار نے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ اور اُس خارجی کی جہالت و مکاری کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا ہے اور دیانت و صداقت کے ساتھ اصل حقیقت کو پیش کیا ہے کتاب کے مندرجات کا تعلق سوالات کے مطابق یزید پلید علیہِ مایستحقہٗ اور امامِ پاک رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ ہے۔ مودودی و عباسی کے درمیان بحث و اختلافات سے نہیں۔

اِس حصہ کا نام جو سوالات و جوابات پر مشتمل ہے "امامِ پاک اور یزید پلید" ہے۔ دوسرا حصہ جس کا نام "شامِ کربلا" ہے اُس میں امام پاک اور ان کے رفقاء کی شہادت کا مفصل اور مدلل بیان ہے۔ اِن دونوں کتابوں میں خارجیت اور رافضیت سے الگ ہو کر بندہ نے مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت اور کتاب و سنت کے مطابق اپنے جذباتِ عقیدت کو پیش کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و بارک و سلم میری اِس سعی کو منظور و مقبول فرما کر مسلمانوں کیلئے نافع و مفید فرمائے، اور اِس بندہ گنہ گار کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ناچیز
محمد شفیع الخطیب اللہ اوکاڑوی غفرلہٗ

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنّت و جماعت اِس امر میں کہ محمود احمد عبّاسی اپنی تالیف "تبصرۂ محمودی بر ہفواتِ مودودی" کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں :-

"یہ امر عیاں ہے کہ جیسا استصواب امیر یزید کی ولایتِ عہد کے لیے کیا گیا ایسا استصواب اُن سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا۔ نیز یہ کہ جو فیصلہ ہوا وہ اجماعی تھا۔ حضرات اُمّہات المومنین اور جمہور کبار و صغار صحابہ اس پر متفق تھے اس موقع پر کسی ایک شخص کا بھی محترز رہنا صحاح سے ثابت نہیں کیا جاسکتا یہ ایسا اجماع تھا اور اس اجماع کا ایسا اجماع کہ قوانینِ شرعیہ اور علم سیاست کے اصول کے مطابق ہو اس سے زیادہ فیصلہ کن اور کارگر کوئی اجماع نہیں ہو سکتا۔ موجودہ صدارتی انتخابات میں ہزاروں ووٹ مخالفت میں پڑتے ہیں اور فیصلہ صرف عددی اکثریت سے ہوتا ہے۔ لیکن امیر یزید کی ولایتِ عہد کی بیعت کے وقت ایک ووٹ بھی خلاف نہیں تھا۔"

عباسی صاحب کی اِس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یزید کو جمہور صحابہ کرام اور ملّتِ اسلامیہ کے تمام افراد نے بالاتّفاق خلیفہ اور امیر منتخب

کیا تھا۔ چنانچہ عباسی صاحب اپنی اسی تالیف کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں :-

"امیر المؤمنین یزید اوّل کی خلافت کی حجیّت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اسی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے خلاف خروج کو خدا و رسول کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری قرار دیا تھا۔"

اِس عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری تھا۔ اِس کے بعد عباسی صاحب صفحہ ۱۱۵ پر گوہر افشانی فرماتے ہیں :-

"لیکن علویوں نے سیاست کا یہ گُر کبھی نہیں سیکھا اور ہمیشہ بے وجہ اور بے اصول ایسا قدم اٹھایا جس کا نتیجہ سوائے تخریب اور پسپائی کے کچھ نہ نکلا۔ شریف حسین تک ان کی پوری تاریخ یہی کہتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام میں اس خاندان کو کبھی وہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو امویوں کو عباسیوں کو اور ترکوں کو ہوئی۔ انہی ناکامیوں، پسپائیوں اور بدنامیوں کو چھپانے کے لیے خیالی مناقب کا ڈھیر لگا دیا گیا اور ان کی غلطیوں پر عصمت کا پردہ ڈال کر جہاد اور شہادت کا نام دیا گیا۔"

اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :-

"اس شریعت کے باطن تک ہمیں رسائی نہیں اور ہم الفاظ کے وہی معانی سمجھتے ہیں جو ایک فانی اور غیر معصوم انسان سمجھ سکتا ہے اور اس بارے میں صحابہ کرام سے لے کر ہمارے زمانے تک سب اصحاب فکر سمجھتے آئے ہیں مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ

"جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد انگیزی کے درپے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انھیں بُری طرح قتل کیا جائے یا انھیں سُولی دی جائے یا جانب مقابل کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا انھیں مُلک بدر کر دیا جائے۔" خدا و رسول سے لڑنے کا مطلب اس نظامِ صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو ایسا نظام جب کسی سرزمین میں قائم ہو جائے اور اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا قطع نظر اس سے کہ وہ چھوٹے پیمانے پر قتل و غارت اور رہزنی و ڈکیتی کی حد تک ہو یا بڑے پیمانے پر اس نظامِ صالح کو الٹنے اور اس کی جگہ کوئی فاسد نظام قائم کر دینے کے لیے ہو دراصل خدا و رسول کے خلاف جنگ ہے۔"

اس کے بعد صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں :-

"اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خود بخود باطل ہو گئے اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد ہی قرار پائیں گے۔"

اِن عبارات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، نے بلا وجہ اور بے اصول محض تخریبی کارروائی کی تھی اور یزید کے خلاف ان کا خروج خدا و رسول سے جنگ اور بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف تھا اور ان کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں نیز وہ شہید بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد عباسی صاحب صریح طور پر صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں :-

اور جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت کو ماننے لگے ہوں خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ ،

تو اس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا۔ اور اگر اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں :-

"چوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خلاف خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے ؟"

اور صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں :-

"چنانچہ یہ لوگ اپنے تخریبی عزائم کے تحت موجودہ اور گزری ہوئی پوری اُمت کو گمراہ کہہ کر ایسے لوگوں کو مجاہد اور شہید کہنا چاہتے ہیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً امام جماعت کے خلاف خروج کیا اور ہم عصر امّت کی حمایت حاصل نہ ہونے کے سبب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔"

اور صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں :-

"ان حضرات پر خلفار اسلام کا یہ احسان ہے کہ انھیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل اُن کے جرم عظیم کا کفّارہ ہو گیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔"

اِن تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کی خلافت و امارت ایسی تھی کہ تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا اس پر اتّفاق تھا اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کا خروج اور مخالفت محض بلا وجہ بغاوت اور فساد فی الارض بلکہ خدا و رسُول کے خلاف جنگ کے مترادف تھی۔ چنانچہ اُن کو اس کی سزا ملی اور وہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور وہ قطعاً مجاہد اور شہید نہیں ہیں اور اُن کے فضائل بھی محض خیالی ہیں۔ (العیاذ باللہ) اب یہ معلوم کرنا ہے کہ :-

۱۔ کیا یزید کی خلافت و امارت پر قوانینِ شرعیہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا۔

۲۔ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلا وجہ بغاوت۔ فساد فی الارض اور خدا رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھا۔

۳۔ کیا یزید عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، پابندِ صوم وصلوٰۃ اور نہایت صالح تھا جیسا کہ عباسی صاحب کی دوسری کتاب "خلافتِ معاویہ و یزیدؓ" کے صفحہ ۴۹ پر ہے کہ :۔

"علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندیٔ صوم وصلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے"۔ نیز السید محمد انیس کی یزید کے بارے میں یہ نظم ہے ۔

امیر المؤمنین سیدنا یزید رحمۃ اللہ علیہ

از : السید محمد انیس کراچی

ہر آن راہبر تھی ہدایت یزیدؓ کی	کیوں راشدہ نہ ہوگی خلافت یزیدؓ کی
اللہ کی جنابِ مقدس میں مان لی	کُل عازمینِ حج نے امارت یزیدؓ کی
حضرت حسینؓ اور ابو ایوبؓ مقتدی	ہے کتنی سربلند امامت یزیدؓ کی
جو شاملِ جہاد ہوا جنتی ہوا	ہے وجہِ افتخار قیادت یزیدؓ کی
شاہد ہے آج تک ابو ایوبؓ کا مزار	عیسائیوں نے مانی شجاعت یزیدؓ کی
چھینیں جو مال اُن پہ مسلسل نوازشات	احسان معاویہؓ کے عنایت یزیدؓ کی
کیا مصلحت تھی پوچھئے ابنِ حسینؓ سے	تسلیم کی ہے جس نے خلافت یزیدؓ کی
پسماندگان کربلا کی مشکلات میں	تھی باعثِ سکون عنایت یزیدؓ کی

جس وقت نام آگیا ابن حسینؓ کا — ویسے ہی یاد آئی سخاوت یزیدؒ کی
لازم تھی مومنین پہ قرآں کو چھوڑ کے — اللہ کی نبی کی اطاعت یزیدؒ کی
پہلے بھی اور حادثۂ کربلا کے بعد — زینبؓ کو تھی پسند لیاقت یزیدؒ کی
خشکی کے شہسوار سمندر کے تاجدار — ناقابلِ بیان ذہانت یزیدؒ کی
تمکینِ دیں، اشاعتِ اسلام میں کمال — اللہ کا کرم تھا کرامت یزیدؒ کی
مانو نہ مانو تم مگر دنیا نے مان لی — دانش معاویہؓ کی خلافت یزیدؒ کی

تسلیم کی ہے متفقہ طور سے ایسی
اہلِ عرب عجم نے سیادت یزیدؒ کی (معاذ اللہ)

یا کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر یزید واقعی فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا تو اُن صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنھوں نے اس کی بیعت کرلی تھی انھوں نے اس کی بیعت کیوں کی۔ کیا ان پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہو گا؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا؟ اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازماً اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنھوں نے یزید کی بیعت کی، یقیناً غلطی پر تھے ان پر فسق کا الزام عائد ہو گا اور اگر وہ صحابہ کرام حق پر تھے تو حضرت امام غلطی پر تھے اور ان پر خروج و بغاوت کا الزام عائد ہو گا؟

۵۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا لہٰذا قتلِ حسین اور اس کی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

۶۔ اگر امام حسینؓ کا قتل، یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس

نے ابن زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہار افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیے تھا۔

۷۔ کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت و بد دیانتی سے بھی کام لیا ہے؟ اگر لیا ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں۔

۸۔ کیا یزید از روئے حدیث قسطنطنیہ جنتی ہے اور جو اس کو جنتی نہ مانے کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو بخاری میں ہے اس کا منکر ہے؟

۹۔ کیا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہیں؟ اور کیا ان کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں؟ "بینوا توجروا"

ایک سائل جو آجکل ان کتابوں کے پڑھنے سے سخت الجھن کا شکار ہے۔

سوال نمبر ۱

کیا یزید کی خلافت و امارت قوانینِ شرعیہ کے مطابق حقہ تھی اور اس پر تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہیں تھا؟

جواب ہرگز نہیں، بالکل غلط۔ صریح کذب، اور خلافِ واقعہ بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے جیسا کہ آئندہ سطور سے واضح ہو گا۔ انشاء اللہ۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال مبارک کے بعد خلفاء اسلام کا انتخاب اکابر مہاجرین و انصار صحابہ کے مشورہ سے ہوا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے زمانہ میں اگرچہ اکابر صحابہ کرام اٹھ چکے تھے اور زمانۂ رسالت کی بہاریں کسی حد تک ختم ہو چکی تھیں تاہم ان میں بہت سے صحابہ اور اکابر صحابہ کی اولاد جسے خود بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کا شرف حاصل تھا، ابھی موجود تھی۔ خصوصًا حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسینؓ بن علی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم یہ حضرات اپنے اسلافِ کرام کا نمونہ اور اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کا پیکر تھے۔ ان میں تقوٰی و پرہیزگاری، عدل و انصاف، امانت و دیانت، علم و فضل اور صداقت و حق گوئی کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ ان سب حضرات کی موجودی میں یزید جیسے شخص کا نام خلافت کے لیے پیش کرنا کسی طرح بھی

مناسب نہ تھا۔ مگر اس امر کی ابتدا یوں ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو معزول کرکے ان کی جگہ سعید بن عاص کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ مغیرہ کو امیر معاویہ کے اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی تو وہ کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ اکابر صحابہ اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں البتہ ان کی اولاد موجود ہے اور تم اُن سے کسی معاملے میں کم نہیں ہو۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیرالمومنین کو تمھارے لیے بیعت لینے میں کون سا امر مانع ہے؟ یزید نے کہا آپ کے خیال میں یہ کام ہو سکتا ہے؟ مغیرہ نے کہا ہاں! یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد امیر معاویہ سے کیا۔ انہوں نے مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یزید سے کیا بات کی ہے؟ مغیرہ نے کہا۔ امیرالمومنین! حضرت عثمان کی شہادت کے بعد امت میں جو اختلافات اور خونریزی ہوئی ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی ہی میں یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کرکے بیعت لے لیں تاکہ آپ کے بعد فتنہ فساد اور خون خرابا نہ ہو۔ حضرت معاویہ نے کہا اس کام کو پورا کرنے میں میرا معاون کون ہوگا؟ مغیرہ نے کہا جہاں تک اہلِ کوفہ کا تعلق ہے اس کا ذِمّہ مَیں لیتا ہوں اور اہلِ بصرہ کے لیے زیاد کافی ہے۔ اس کے بعد کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔

امیر معاویہ نے کہا اچھا تم اپنے عہدے پر واپس چلے جاؤ اور اس معاملے میں ان لوگوں سے گفتگو کرو جن پر تمہارا اعتماد ہو۔ یہاں سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا، کہو کیا ہوا؟ مغیرہ نے کہا میں نے معاویہ کا پاؤں ایسی رکاب میں الجھا دیا ہے کہ کبھی نہ نکل سکے گا۔ کوفہ پہنچ کر مغیرہ نے ان لوگوں سے بات چیت کی۔ جن پر ان کو وثوق اور اعتبار تھا اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس امر پہ راضی کیا کہ وہ ایک وفد کی صورت

میں دمشق جائیں اور امیر معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کے لیے درخواست کریں اور پُر زور حمایت کا یقین دلائیں۔ چنانچہ یہ وفد حضرت مغیرہ کے بیٹے موسیٰ کی قیادت میں دمشق پہنچا اور بڑے زور شور سے اس تجویز کی تائید و حمایت کر کے انعقاد بیعت کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے ان سے کہا کہ ابھی تم اس معاملے کے اظہار میں عجلت نہ کرو۔ لیکن اپنی رائے اور عہد پر پکے رہو۔

بعد میں امیر معاویہ نے موسیٰ کو تنہائی میں بلا کر پوچھا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کو کتنے میں خریدا ہے؟ موسیٰ نے کہا تیس ہزار درہم میں[1]!

پھر حضرت معاویہ نے گورنر بصرہ، زیاد کو خط لکھا اور اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ زیاد نے عبید بن کعب النمیری کو بلا کر کہا کہ امیرالمومنین نے مجھ سے یزید کی ولی عہدی کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے اور وہ لوگوں سے خائف بھی ہیں کہ لوگ نفرت کا اظہار کریں گے اور اطاعت کی بھی امید رکھتے ہیں اور یہ معاملہ نہایت اہم ہے۔ اور یزید میں یہ یہ خامیاں اور کمزوریاں ہیں۔ لہذا تم امیرالمومنین کے پاس جاؤ اور ان سے یزید کی عادات و خصائل بیان کر کے کہو کہ ابھی اس معاملے میں توقّف فرمائیں اور جلدی نہ کریں۔

عبید نے کہا آپ امیر معاویہ کی رائے کو بدلنے اور خراب کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اس کے بجائے ایک اور کام کیا جائے اور وہ یہ کہ میں آپ کی طرف سے یزید کے پاس جاتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ تمہارے باپ نے تمہاری بیعت کے بارے میں امیر زیاد سے مشورہ طلب کیا ہے اور ان کو یہ خوف ہے کہ لوگ تمہاری عادتوں کی وجہ سے تمہاری مخالفت کریں گے اس لئے تم اپنی بری عادتوں کو ترک کر کے اپنی اصلاح کرو تاکہ یہ امر بہتر اور آسان ہو جائے۔ زیاد نے

---

[1] ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۲۴۹، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۹/۸، ابن خلدون صفحہ ۱۵/۳

کہا خدا کرے کہ تمہارا تیر نشانے پر بیٹھے۔ چنانچہ عبید نے دمشق جاکر امیر زیاد کی طرف سے یزید کو تو اصلاحِ حال کا پُرزور مشورہ دیا اور امیر معاویہ کو ایک خط دیا جس میں زیاد نے ان کو لکھا تھا کہ اس معاملہ میں عجلت سے کام نہ لیں بلکہ بڑی حکمت و سیاست سے کام لیں [۱]

جب ۵۳ھ میں زیاد کا انتقال ہوگیا تو حضرت معاویہ نے یزید کے لیے بیعت لینے کا فیصلہ کر لیا اور با اثر لوگوں کو ہموار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے جو انھوں نے قبول کر لیے لیکن جب ان کے سامنے بیعتِ یزید کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا خوب! اچھا ان کا یہ مقصد ہے! پھر تو میرا دین بڑا ارزاں ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے درہم قبول کرنے سے انکار کر دیا (ابن اثیر صفحہ ۲۵۰/۳، البدایہ صفحہ ۸۹/۸) پھر حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ کے گورنر مروان بن حکم کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد امت میں پھر اختلاف نہ ہو جائے۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں کسی کو اپنا جانشین بنا جاؤں۔ لہٰذا تم ان لوگوں سے پوچھو کہ وہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں؟ مروان نے اہلِ مدینہ کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ بات پیش کی۔ اہلِ مدینہ نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کر کے پہلے ہمیں بتائیں اور اس معاملہ میں غلطی نہ کریں۔ مروان نے اہلِ مدینہ کا یہی جواب امیر معاویہ کو لکھ کر بھیج دیا۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ میں نے یزید کو منتخب کیا ہے۔ مروان نے پھر اہلِ مدینہ کو مسجد نبوی میں جمع کر کے کہا۔ امیر المومنین نے تمہارے لیے ایک بہت مناسب شخص کا انتخاب کر لیا ہے اور اس انتخاب میں انھوں نے کوئی غلطی

---

[۱] ابن اثیر صفحہ ۲۴۹/۳، طبری صفحہ ۲۲۴/۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۹/۸

نہیں کی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد اپنا جانشین بنا دیا ہے۔

وَقَالَ اِنَّ اللهَ اَدٰی اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ یَزِیْدَ رَأْیًا حَسَنًا وَ اَنْ یَّسْتَخْلِفُهٗ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرُ	اور کہا بیشک اللہ نے امیرالمومنین کو یزید کے بارے میں بہت اچھی رائے سجھائی ہے اور اگر وہ یزید کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو بیشک ابوبکر و عمر نے بھی تو خلیفے بنائے تھے۔

اِس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اٹھے اور فرمایا اے مروان! تم نے بھی غلط کہا اور معاویہ نے بھی غلط کیا۔ تمھارا ارادہ اُمّتِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کی بھلائی اور انتخاب نہیں بلکہ تم لوگ اِس خلافت کو قیصریّت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مرا تو اس کی جگہ دوسرا قیصر یعنی اس کا بیٹا آگیا۔ یہ سُنّتِ ابوبکر و عمر نہیں ہے انھوں نے ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا۔ مروان نے کہا اِس شخص کو پکڑلو۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں قرآن میں آیا ہے۔ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بھاگ کر اپنی بہن حضرت عائشہ کے گھر میں پناہ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے کہا۔ مروان نے غلط کہا یہ آیت ہمارے خاندان کے کسی فرد کے بارے میں نہیں آئی بلکہ خدا کی قسم! یہ ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اگر میں چاہوں تو اُس کا نام بھی بتا سکتی ہوں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مَروان کے باپ پر لعنت کی تھی جبکہ مروان اُس کے صُلب میں تھا۔

پھر حضرت امام حسینؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے بھی کھڑے ہو کر یزید کی ولی عہدی تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ مروان نے ان تمام باتوں کی امیر معاویہ کو خبر کر دی۔[1]

[1] ابن اثیر صفحہ ۲۵۰/۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۹/۸، ارشاد الساری صفحہ ۳۲۵/۷، فتح الباری۔

حضرت معاویہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو ایک لاکھ درہم بھیجے تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا و قال اَبِیعُ دِینِی بِدُنیای " اور فرمایا کیا میں دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دوں"۔ (الاستیعاب صفحہ ۳۹۵)

ان ہی ایام میں حضرت معاویہ نے مختلف علاقوں کے حکام کو کہا کہ وہ لوگوں کے سامنے یزید کی تعریف کر کے ان کو ہموار کریں اور میرے پاس مختلف شہروں سے وفود بھیجیں۔

حضرت محمد بن عمرو بن حزم مدینہ منورہ سے امیر معاویہ کے پاس پہنچے اور انھوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا لہٰذا آپ خوب غور فرمالیں کہ آپ امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امور کا والی کس کو بنا رہے ہیں؟ امیر معاویہ یہ سُن کر کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر جھکائے رکھا۔ مختلف شہروں سے جو وفود آئے تھے انھوں نے امیر معاویہ کے سامنے وفاداری کا اظہار کیا اور خوشامدانہ تقریریں کیں مثلاً ضحاک بن قیس نے کہا:۔

"جہاں تک مجھے علم ہے یزید بن امیرالمومنین حسنِ ہدایت، علم و حلم، سیرت و کردار اور رائے میں ہم سب سے افضل ہیں لہٰذا امیرالمومنین آپ ان کو اپنے بعد اپنا ولی عہد اور ہمارا سردار اور ہماری جائے پناہ بنا دیں تاکہ ہم اس کے سائے میں پناہ حاصل کر سکیں۔

عمرو بن سعید الاشدق نے بھی اسی قسم کی تقریر کی۔ پھر یزید بن مقنع العذری نے اٹھ کر کہا:۔

"یہ امیرالمومنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ یزید امیرالمومنین ہوگا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی"۔

امیر معاویہ نے کہا "آپ بیٹھ جائیے آپ سید الخطباء ہیں"۔ اسی طرح تقریریں

ہوتی رہیں۔ حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے جو ابھی تک خاموش تھے فرمایا ابوالجبر! تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں کا ڈر ہے اور جھوٹ کہیں تو خدا سے خوف آتا ہے۔ امیرالمومنین! آپ یزید کے لیل ونہار، ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت سے خوب واقف ہیں اگر آپ اس کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لیے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس کے لیے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اور اگر آپ اس کے متعلق ایسی رائے اور خیال نہیں رکھتے تو راہِ آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توشۂ دنیا بنا کر اس کے حوالے نہ کرتے جائیے ویسے ہمارا کام تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہ ہم نے سُنا اور مانا۔ اس پر شامیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ معدی اور عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؛ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی ہے اور تلوار و قوّت بھی۔[1]

اسی طرح مختلف تدبیروں سے میدان ہموار ہوتا رہا یہاں تک کہ اہلِ عراق اور اہلِ شام کے اکثر افراد نے بیعت کر لی۔

شام اور عراق کے لوگوں سے نپٹ لینے کے بعد حضرت معاویہ کے پیشِ نظر اہلِ حجاز کا مسئلہ تھا اور یہ مسئلہ نہایت ہی اہم تھا کیونکہ حجازِ مقدّس اسلام کا دل تھا۔ یہاں ہی وہ مقتدر ہستیاں تشریف رکھتی تھیں جن میں صداقت و دیانت حق گوئی و بے باکی کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ اور ان ہی حضرات سے مخالفت کا سخت اندیشہ تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ ایک ہزار سوار کو ہمراہ لے کر خود حجازِ مقدّس تشریف لے گئے۔ مدینہ طیبہ کے باہر سب سے پہلے حضرت امام حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن

---

[1] ابن اثیر صفحہ ۲۵۰/۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸/۸

بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم ان سے ملے۔ حضرت معاویہ نے ان چاروں حضرات سے نہایت سخت کلام کیا۔ یہ حضرات ان کے اس نامناسب روّیہ سے اگرچہ سخت حیران تھے پھر بھی ان کے ساتھ چلتے رہے حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ میں داخل ہونے تک ان کی طرف کوئی التفات نہ کی۔ بایں ہمہ یہ حضرات پھر ان کے پاس ان کی اقامت گاہ میں گئے مگر پھر بھی اِن کے مرتبہ و مقام کے مطابق اِن سے کوئی سلوک نہ کیا گیا کیونکہ ان چاروں حضرات نے یزید کی ولی عہدی تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ کمامرّ، تو یہ چاروں حضرات دل برداشتہ ہوکر مدینہ منوّرہ چھوڑ کر مکّہ مکرّمہ چلے گئے اب حضرت معاویہ کے لیے مدینہ طیبّہ کا معاملہ کافی آسان ہوچکا تھا چنانچہ وہ حالات کو سازگار اور موافق بنانے میں لگے رہے۔ اِس عرصہ میں وہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گئے اور ان چاروں حضرات کی شکایت کی۔ اُمّ المومنین کو تمام حالات کی خبر مل چکی تھی انھوں نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ان لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ اگر وہ یزید کی بیعت سے انکار کریں گے تو ان کو قتل کر دیا جائے گا؛ حضرت معاویہ نے کہا امّ المومنین! ایسا تو نہیں کیونکہ یہ لوگ اس سے بہت بلند ہیں۔ لیکن ان کے سوا سب لوگ بیعت کر چکے ہیں تو کیا آپ یہ خیال فرماتی ہیں کہ مَیں اِن کی وجہ سے دوسرے تمام لوگوں کی بیعت کو توڑ دوں! امّ المومنین نے فرمایا بہرحال ان لوگوں کے ساتھ نرمی و محبّت سے پیش آؤ۔ حضرت معاویہ نے کہا اچھا! مَیں ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد حضرت معاویہ اپنے رفقاء کے ساتھ مکّہ مکرّمہ پہنچے اور لوگوں سے ملاقات کی۔ ان چاروں حضرات سے بھی ملاقات کی لیکن اب معاملہ بالکل برعکس تھا، بڑی محبّت و تعظیم سے مرحبا مرحبا کہہ کر پیش آتے سب سے آگے بٹھاتے اور

ہر معاملہ میں بڑی اہمیت دیتے۔ یہ حضرات بھی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس حسن سلوک کا مقصد کیا ہے؟

چنانچہ ایک روز ان کو تنہائی میں بلا کر حضرت معاویہ نے فرمایا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتا ہوں اور صلۂ رحمی بجا لاتا ہوں۔ دیکھو! یزید تمھارا بھائی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی بیعت کر لو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ تین امور میں سے ایک امر کو اختیار کر لیں۔ یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کریں اور کسی کو اپنا جانشین نہ بنائیں جس طرح لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق کو منتخب کر لیا تھا اسی طرح اب بھی کسی کو منتخب کر لیں گے۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ اب تم میں ابوبکر صدیق جیسا کوئی نہیں ہے اور مجھے اختلاف کا خوف ہے۔ انھوں نے کہا اچھا پھر ایسا کیجئے جیسا حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا کہ انھوں نے حضرت عمر فاروق کو مقرر کیا تھا جن سے ان کا دُور کا بھی رشتہ نہ تھا۔ یا پھر وہ طریقہ اختیار کر لیں جو حضرت عمر نے کیا تھا کہ انھوں نے انتخابِ خلیفہ کے لیے ایسے چھ آدمیوں کی مجلسِ شوریٰ بنائی تھی کہ ان میں کوئی ان کا عزیز یا بیٹا نہ تھا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا تم اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں! اس کے بعد حضرت معاویہ ان پر سخت ناراض اور غضب ناک ہوئے اور یہ مجلس برخاست ہو گئی اور حضرت معاویہ سوار ہو کر واپس آ گئے۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۵۲/۳)

یہ تھا یزید کی خلافت و امارت کا استصواب و انتخاب۔ اس پر کسی تبصرہ و نتیجہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ عباسی صاحب کا یہ کہنا کہ یزید کی خلافت پر قوانینِ شرعیہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا

اور ایسا استصواب ان سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا کہاں تک درست ہے؟

ہمارا نظریہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور اسی خیر خواہی کی بنا پر وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں قتل و غارت اور خون ریزی ہو وہ سابقہ حالات کے پیش نظر اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اگر میں نے خلافت و امارت کو یونہی مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا یا کسی مجلس شوریٰ کو انتخاب خلیفہ کے لیے مقرر کر دیا تو لوگ کسی طرح بھی کسی ایک شخص پر جمع اور راضی نہیں ہوں گے بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس سے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خونریزی ہو گی اور اگر میں نے خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو میری قوم بنی اُمیہ جو اپنی قومیت میں عصبیت رکھتی ہے اور اس وقت ان کو بڑی قوت و شوکت بھی حاصل ہے، وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی اور اس سے بھی آپس میں سخت اختلاف اور خونریزی ہو گی اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کو ان لوگوں پر ترجیح دی جو اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے درست یا نادرست جو کچھ بھی کیا وہ بہر حال اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو خونریزی سے بچانے کے خیال سے کیا چنانچہ ان کی دعا جو انھوں نے یزید کو ولیعہد بنانے کے بعد کی وہ اس پر شاہد ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ إِنِّي وَلَّيْتُهُ لِأَنَّهُ أَرَاهُ أَهْلًا لِذٰلِكَ فَأَتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ وَإِنْ	اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس (یزید) کو ولی عہد کیا ہے بوجہ اس کے جو میں اس کے اندر اہلیت دیکھ رہا

كُنْتُ وَلَّيْتُهُ لِأَنِّي أُحِبُّهُ فَلَا تُتِمَّ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ
(البدایہ والنہایہ ج۸)

ہوں تو اس کی ولیعہدی کو پورا کرنا اور اگر میں نے بوجہ اسکی محبت کے اسکو ولیعہد کیا ہو تو اسکی ولیعہدی کو پورا نہ کرنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی سوجھ بوجھ بھی رکھتا تھا اسی لیے حضرت امیر کے نزدیک وہ بنو اُمیہ میں ولیعہدی کے لیے بہتر تھا۔ اور یہ ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ یزید بدبخت نے ولیعہد بننے کے بعد جو کچھ کیا یا کروایا حضرت امیر کو اُس سے اِس کی توقع تھی؟ یا علم تھا کہ یہ ایسا کرے یا کروائے گا؟ انھوں نے تو حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر وصیّت کی تھی کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نواسے ہیں، عزیز ہیں اور اس قرابتِ قریبہ کی وجہ سے وہ نیک سلوک کے حقدار ہیں۔ اگر عراق والے ان کو تمھارے مقابلہ میں لے آئیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ ضرور لائیں گے تو ان پر قابو اور غلبہ حاصل ہونے کی صورت میں بھی درگزر سے کام لینا اور قرابتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خیال رکھنا مگر اِس بدبخت نے باپ کی نصیحت کو فراموش کر دیا اور اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر وہ کچھ کیا جسے کوئی مومن سوچ بھی نہیں سکتا۔[1]

بہرصورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی جا سکتی کیونکہ انکی صحابیّت مسلّمہ ہے جو بدگمانی سے مانع ہے۔

---

[1] کربلا کے تفصیلی حالات کے لیے میری کتاب "شامِ کربلا" ملاحظہ فرمائیں

جن کی نظروں پر عیاں ہے حق پرستی کا جلال
پیشِ باطل جُھک نہیں سکتی کبھی اُن کی جبیں

سوال نمبر ۲

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلا وجہ، بغاوت، فساد فی الارض اور خدا و رسولؐ کے خلاف جنگ کے مترادف تھا؟

جواب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو بلا وجہ، بغاوت، فساد فی الارض اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کے مترادف قرار دینا صریح ظلم اور جہالت ہے ایسی بات وہی کہے گا جس کے دل میں مرضِ نفاق اور اہلِ بیتِ نبوت کا بغض ہوگا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک از روئے شریعت یزید ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کے لائق نہیں تھا اور نہ قواعدِ شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اس کی امامت قائم ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی کہ آپ پر اس کی اطاعت واجب ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

البقرہ ۱۲۴

اور یاد کرو جبکہ ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو انھوں نے وہ پوری کر دکھائیں اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ انھوں نے عرض کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اس آیہ کریمہ کے تحت علماء امت نے تصریح کی ہے کہ ظالم وجابر اور فاسق وفاجر امامت وخلافت کے اہل نہیں ہیں اور اُن کی امامت باطل ہے چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں :-

إنَّ الإمَامَ يَكُونُ أهْلَ العَدْلِ وَالإحْسَانِ وَالفَضْلِ مَعَ القُوَّةِ عَلَى القِيَامِ بِذَالِكَ وَهُوَ الَّذِي أمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ألاَّ يُنَازِعُوا الأمْرَ أهْلَهُ وَأمَّا أهْلُ الفُسُوقِ وَالجَوْرِ فَلَيْسُوا لَهُ بِأهْلٍ۔ (تفسیر قرطبی)	بیشک امام وہ ہو سکتا ہے جو عدل واحسان اور فضل جیسی صفاتِ حسنہ سے متصف ہو۔ اور اس کے ساتھ اسمیں حکومت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کی قوت بھی ہو۔ ایسے ہی امام کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس سے مت جھگڑو۔ لیکن جو فاسق وفاجر اور ظالم ہوں وہ امامت و خلافت کے اہل نہیں۔

مشہور فقیہہ امام ابوبکر الجصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

فَلاَ يَجُوزُ أنْ يَكُونَ الظَّالِمُ نَبِيًّا وَلاَ خَلِيفَةً لِنَبِيٍّ وَلاَ قَاضِيًا وَلاَ مَنْ يَلْزَمُ النَّاسَ قُبُولُ قَوْلِهِ فِي أُمُورِ الدِّيْنِ مِنْ مُفْتٍ أوْ شَاهِدٍ أوْ مُخْبِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرًا۔ احکام القرآن صہ ۶۹	پس یہ جائز نہیں کہ کوئی ظالم نبی یا نبی کا خلیفہ یا قاضی ہو یا ایسا عہدہ دار ہو کہ (امورِ دین) میں اسکی بات کا ماننا لوگوں پر لازم ہو جیسے مفتی ہونا یا گواہ ہونا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والا محدث ہونا۔

یہی امام چند سطور کے بعد فرماتے ہیں :-

فَثَبَتَ بِدَلاَلَةِ هٰذِهِ الآيَةِ بُطْلاَنُ	پس اس آیت کی دلالت سے ثابت

إِمَامَةِ الْفَاسِقِ وَأَنَّهُ لَا يَكُونُ خَلِيفَةً وَأَنَّ مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ فِي هٰذَا الْمَنْصَبِ وَهُوَ فَاسِقٌ لَمْ يَلْزَمِ النَّاسَ اتِّبَاعُهُ وَلَا طَاعَتُهُ

احکام القرآن ص ۸۰ ج ۱

ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور بلاشبہ وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنے آپکو اس منصب پر مسلط کر دے درآں حالیکہ وہ فاسق ہے تو لوگوں پر اس کی اتّباع و اطاعت لازم نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں :۔

قَالَ الْجُمْهُورُ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ الْفَاسِقُ حَالَ فِسْقِهِ لَا يَجُوزُ عَقْدُ الْإِمَامَةِ لَهُ وَاخْتَلَفُوا فِي أَنَّ الْفِسْقَ الطَّارِئَ هَلْ يُبْطِلُ الْإِمَامَةَ أَمْ لَا؟ وَاحْتَجَّ الْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَصْلُحُ أَنْ تُعْقَدَ لَهُ الْإِمَامَةُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ۔

تفسیر کبیر ص ۴۹۳ ج ۱

جمہور فقہاء اور متکلّمین نے فرمایا ہے کہ فاسق کو اسکی حالتِ فسق میں امام مقرر کرنا جائز نہیں اور اس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہو جائے (لوگوں نے) اختلاف کیا ہے کہ وہ اسکی امامت کو باطل کرے گا یا نہیں؛ تو جمہور نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہے کہ بیشک فاسق اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ اسکو امام مقرر کیا جائے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

قُلْنَا مَعْنٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ أَنَّ الْفَاسِقَ وَإِنْ كَانَ أَمِيرًا فَلَا يَجُوزُ إِطَاعَتُهُ فِي الظُّلْمِ وَالْمَعْصِيَةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ

ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ کا معنی یہ ہے کہ بیشک فاسق اگرچہ وہ امیر ہو اسکی اطاعت ظلم اور معصیت میں جائز نہیں کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے

الْخَالِقِ ۔ کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

تفسیر مظہری ص ۱۲۴

قرآن کریم کی اس آیت اور ائمہ کرام کے تفسیری ارشادات سے ثابت ہوا کہ ظالم و جابر اور فاسق و فاجر لوگ امامت و خلافت کے اہل نہیں اور ان کی امامت و خلافت باطل ہے اور ان کی اتباع و اطاعت جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ (الشعراء ۔ ۱۵۱)

اور نہ مانو حکم ان حد سے گزر جانے والوں کا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اُن آمر لوگوں کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے جو کفر و شرک یا ظلم و فسق سے ملک میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان و عدل اور تقویٰ و نیکی سے اصلاح نہیں کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللهَ جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں۔

لَا طَاعَةَ لِمَنْ لَمْ يُطِعِ اللهَ جو اللہ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں ہی فرما دیا تھا۔

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللهَ وَرَسُولَهُ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول

فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ۔
کنز العمال ص۳۴۹/۵

کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم لوگوں پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ فَحَقٌّ عَلَيْكُمْ طَاعَتِي فِيمَا أَحْبَبْتُمْ وَمَا كَرِهْتُمْ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي الْمَعْصِيَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ، اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔
کنز العمال ص۳۶۶/۵

جو حکم میں تم کو اللہ کی طاعت کے بارے میں دوں تو میرا وہ حکم ماننا تم پر لازم ہے خواہ تم اسے پسند کرو یا ناپسند کرو اور جو حکم میں تمھیں اللہ کی نافرمانی کے لیے دوں تو نافرمانی میں کسی کے لیے طاعت نہیں۔ طاعت صرف اچھے کام میں ہے۔ طاعت صرف معروف میں ہے طاعت صرف معروف میں ہے۔ یعنی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي يَأْمُرُونَكُمْ بِمَا لَا تَعْرِفُونَ وَيَعْمَلُونَ بِمَا تُنْكِرُونَ فَلَيْسَ أُولٰئِكَ عَلَيْكُمْ بِأَئِمَّةٍ

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امرا مسلط ہونگے جو تمھیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے کریں گے جن کو تم برا جانو گے۔ پس وہ تم پر امام نہیں یعنی ان کی اطاعت

السراج المنیر ص ۳۱۴/۲ تم پر لازم نہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

اَلَا یَا اَیُّهَا النَّاسُ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اِمَامٍ حَکَمَ بِغَیْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰه

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ کے نازل کئے ہوئے (قانون) کے خلاف حکم کرتا ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔"

المستدرک ص ۸۹/۴

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں:۔

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی وُجُوْبِهَا فِیْ غَیْرِ مَعْصِیَةٍ وَعَلٰی تَحْرِیْمِهَا فِی الْمَعْصِیَةِ نَقَلَ الْاِجْمَاعَ عَلٰی هٰذَا الْقَاضِیْ عِیَاضُ وَ اٰخَرُوْنَ،

تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اور معصیت میں حرام ہے۔ اس پر امام قاضی عیاض اور دوسرے (علماء) نے اجماع نقل کیا ہے۔

نووی علی مسلم ص ۱۲۴/۲

یہی امام دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

قَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضُ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ الْاِمَامَةَ لَا تَنْعَقِدُ لِکَافِرٍ وَعَلٰی اَنَّهٗ لَوْ طَرَءَ عَلَیْهِ الْکُفْرُ اِنْعَزَلَ قَالَ وَ کَذَا لَوْ تَرَکَ اِقَامَةَ الصَّلٰوةِ وَالدُّعَاءَ اِلَیْهَا قَالَ وَ کَذٰلِكَ عِنْدَ جُمْهُوْرِهِمُ الْبِدْعَةُ۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی تو اگر امام پر کفر طاری ہو جائے تو معزول ہو جائے گا۔ فرمایا ایسے ہی اگر نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے تو بھی معزول ہو گا۔ فرمایا اسی طرح جمہو

نووی شرح مسلم ص۲ج۱۱ کے نزدیک بدعت کا طاری ہونا بھی ہے۔

یہی امام تیسری جگہ فرماتے ہیں:۔

قَالَ الْقَاضِیْ فَلَوْطَرَءَ عَلَیْہِ کُفْرٌ اَوْ تَغْیِیْرٌ لِلشَّرْعِ اَوْ بِدْعَۃٌ خَرَجَ عَنْ حُکْمِ الْوَلَایَۃِ وَبدعۃ سَقَطَتْ طَاعَتُہٗ وَوَجَبَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ الْقِیَامُ عَلَیْہِ وَخَلْعُہٗ وَنَصْبُ اِمَامٍ عَادِلٍ اِنْ اَمْکَنَھُمْ ذٰلِکَ فَاِنْ لَمْ یَقَعَ ذٰلِکَ اِلَّا لِطَائِفَۃٍ وَجَبَ عَلَیْھِمُ الْقِیَامُ بِخَلْعِ الْکَافِرِ وَلَا یَجِبُ فِی الْمُبْتَدِعِ اِلَّا اِذَا ظَنُّوا الْقُدْرَۃَ عَلَیْہِ فَاِنْ تَحَقَّقُوا الْعِجْزَ لَمْ یَجِبِ الْقِیَامُ وَالْیُھَاجِرِ الْمُسْلِمُ عَنْ اَرْضِہٖ اِلٰی غَیْرِھَا وَیَفِرُّ بِدِیْنِہٖ۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر امام پر کفر یا شرع کو بدلنا یا بدعت طاری ہو جائے تو وہ امام (خود بخود) ولایت و امامت سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑا ہونا اور اسکو امامت سے ہٹانا اور اسکی جگہ امام عادل کا مقرر کرنا واجب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ ان میں اسکی قدرت وطاقت ہو اور اگر ایسا نہ ہو (کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں) بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہو تو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور مبتدع کا ہٹانا اس وقت واجب ہوگا جب کہ جماعت کو اپنی قدرت کا ظنِّ غالب ہو پس اگر ان کو اپنا عجز وکمزوری متحقق ہو (اس کے خلاف) کھڑا ہونا واجب نہیں اور مسلمان اس کے ملک سے کسی دوسری

نووی علی مسلم ص۱۲۵ ج۲ — زمین میں ہجرت کر جائے اور اپنے دین و ایمان کے ساتھ (وہاں سے) بھاگ جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

اِنَّ الْاِمَامَ یَنْعَزِلُ بِالْفِسْقِ وَ الْجَوْرِ وَ کَذَا کُلُّ قَاضٍ وَ اَمِیْرٍ وَاصلُ الْمَسْاَلَۃِ اَنَّ الْفَاسِقَ لَیْسَ مِنْ اَھْلِ الْوِلَایَۃِ اِنَّہٗ لَا یَنْظُرُ لِنَفْسِہٖ فَکَیْفَ یَنْظُرُ لِغَیْرِہٖ

شرح عقائد ص۱۱۱

"بیشک امام ظلم و فسق کی وجہ سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی ہر قاضی اور امیر بھی۔ اور اصل مسئلہ یہی ہے کہ فاسق ولایت و امامت کا اہل ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب وہ اپنی ہی ذات کا خیال نہیں کرتا تو کسی دوسرے کا خیال کیسے کرے گا۔"

اگرچہ فاسق و فاجر امام و امیر کا خود بخود معزول ہو جانا مختلف فیہ ہے لیکن اس کا مستحقِ عزل ہو جانا متفق علیہ ہے چنانچہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَکَذَا فِی انْعِزَالِہٖ بِالْفِسْقِ وَ الْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَنْعَزِلُ وَ ھُوَ الْمُخْتَارُ مِنْ مَذْھَبِ الشَّافِعِیْ وَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَ عَنْ مُحَمَّدٍ رضی اللہ عنہم رِوَایَتَانِ وَ یَسْتَحِقُّ الْعَزْلَ بِالْاِتِّفَاقِ

شرح عقائد ص۲۸۳

"اور ایسے ہی فسق کی وجہ سے امام کا خود بخود معزول ہو جانا (مختلف فیہ) ہے اور اکثر اس پر کہ فسق سے خود بخود معزول نہیں ہوتا اور یہی مذہب مختار ہے۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا۔ اور امام محمد رضی اللہ عنہ سے اس امر میں دونوں روایتیں ہیں اور فاسق کا مستحق عزل ہو جانا تو متفق علیہ ہے یعنی اس میں کسی کا خلاف نہیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، ائمہ عظام اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ فاسق و فاجر، ظالم و مبتدع اور مغیّر الشرع یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ وہ مسلمانوں کا امام و امیر ہو سکے۔ اسکی امامت باطل اور اسکی اتباع و اطاعت ناجائز ہے۔

علامہ امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

قَالَ الْاٰفَانِی فِی شَرْحِ جَوْهَرَتِهٖ فِی شَرْطِ الْاِمَامَةِ اِنَّهَا خَمْسَةٌ اَلْاِسْلَامُ وَ الْبُلُوْغُ وَ الْعَقْلُ وَ الْحُرِّيَّةُ وَعَدْمُ الْفِسْقِ بجارحة الاعتقادِ لِاَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَصْلُحُ لِاَمْرِ الدِّيْنِ وَلَا يُوْثَقُ بِاَوَامِرِهٖ و نواهِيْهِ وَ الظَّالِمَ يَخْتَلُّ بِهٖ اَمْرُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا فَكَيْفَ يَصْلُحُ لِلْوِلَايَةِ وَمِنَ الْوَالِي لِدَفْعِ شَرِّهٖ اَلَيْسَ يُعْجِبُ اسْتِرْعَاءُ الْغَنَمِ الذِّئْبَ

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ

آفانی شرح جوہرہ میں فرماتے ہیں کہ امامت (کبریٰ) کے لیے پانچ شرطیں ہیں اسلام، بلوغ، عقل، آزاد ہونا، اعتقادی عملی فسق کا نہ ہونا۔ اس لیے کہ فاسق امر دین کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور نہ اس کے اوامر و نواہی پر وثوق کیا جا سکتا ہے اور ظالم سے دین و دنیا کا امر مختل یعنی تباہ ہو کے رہ جائے گا تو کس طرح وہ ولایت و امارت کے لائق ہے اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے اور کون حاکم ہوگا۔ کیا بھیڑیئے سے بکریوں کی رکھوالی تعجب خیز نہیں؟

اور اگر کوئی ظالم و فاسق شخص کسی وجہ و طریقہ سے اس منصبِ امامت پر قائم ہو جائے یا قائم کر دیا جائے تو وہ امامِ برحق یا عادل نہیں قرار پائے گا بلکہ وہ ظالم و فاسق ہی رہے گا۔ ہاں اس پر خروج کرنے اور اس کے خلاف کھڑے ہونے کے سلسلہ میں ائمہ کرام نے کتاب و سنّت کی روشنی میں چند اصول و قوانین مقرر فرمائے

ہیں اور وہ یہ ہیں کہ :-

وہ ظالم و فاسق امام و امیر جس کا ظلم و فسق ذاتی و انفرادی ہو یعنی اسکی اپنی ذات تک محدود ہو اور اس کا اثر دوسرے حکام اور رعایا تک نہ پہنچتا ہو جیسا کہ بعض امراء ذاتی حد تک چھپ کر عیاشی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں مگر رعایا کے حقوق اور معاملاتِ حکومت میں عدل و انصاف بھی کرتے ہیں تو محض ان کے پوشیدہ ذاتی فسق و فجور کی بنا پر ان پر خروج کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان کے عدل و انصاف کی وجہ سے بہر حال امارت کے مقصد کی تکمیل تو ہو ہی رہی ہے اگرچہ ذاتی فسق و فجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ سخت گنہ گار اور عنداللہ مستحق سزا ہیں۔

احادیث مبارکہ میں جو یہ آیا ہے کہ ظالم و فاسق امام و امیر سے جھگڑا نہ کرو بلکہ اسکی بات سنو اور مانو اس سے مراد ایسا ہی امام و امیر ہے جس کا ظلم و فسق ذاتی و انفرادی اور پوشیدہ ہو۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبادہ!

اِسْمَعْ وَاَطِعْ فِیْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ	(حاکمِ وقت) کی سنو اور اطاعت کرو
وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاُثْرَةٍ	مشکل و آسانی اور خوشی و ناخوشی اور
عَلَيْكَ وَاِنْ اَكَلُوْا مَالَكَ وَضَرَبُوْا	اسکو اپنے اوپر ترجیح دینے میں اگرچہ وہ
ظَهْرَكَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ مَعْصِيَةً	تمہارا مال کھائیں اور تمہاری پیٹھ پر
اللّٰهِ بَوَاحًا ـ کنز العمال ص۴۶ ج۵	ماریں مگر یہ کہ کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہو

اس ارشادِ گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ امام و امیر جب علانیہ طور پر فسق و فجور کا ارتکاب کرنے لگے تو پھر اس کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ امام و امیر جس کا ظلم و فسق اس کی ذات سے گزر کر حکام،

اکابرِ اُمّت اور عام لوگوں تک پہنچنے اور اثر انداز ہونے لگے تو اس صورت میں اگر وہ خود بخود معزول نہیں بھی ہوتا تو مستحقِ عزل تو بالاتفاق ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمان قدرت وطاقت رکھتے ہوں تو ان پر اس کا ہٹانا اور اس کی جگہ عادل امام مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر قدرت وطاقت نہ رکھتے ہوں تو پھر ان پر یہ ہے کہ وہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور فتنہ وفساد اور جانوں کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے خروج نہ کریں کیونکہ اس صورت میں وہ معذور بھی ہیں اور بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یزید فاسق وفاجر، ظالم وشرابی اور بدکار تھا یا نہیں؟ تو بلاشک وشبہ بالاتفاق وہ فاسق وفاجر اور ظالم وشرابی تھا بلکہ اس نے ایسے ایسے اعمالِ قبیحہ اور افعالِ شنیعہ کئے کہ بعض اکابرِ امّت کے نزدیک وہ کافر ہو گیا تھا (جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا) تو امامِ عالی مقام کے نزدیک وہ ہرگز مسلمانوں کی امامت وسیادت کا اہل ہی نہ تھا اور نہ ہی قواعد شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اسکی امامت قائم ہوئی تھی، نہ ہی آپ نے اسکو امام وامیر تسلیم کیا تھا۔ آپ کے نزدیک اسکی امامت باطل تھی اور اس کا ہٹانا واجب وضروری تھا۔ لیکن آپ یہ سمجھتے تھے کہ پچھلے حالات وواقعات کے پیشِ نظر مسلمانوں میں آپس میں بہت زیادہ فسادات اور خونریزی ہوئی ہے، سب لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے لہٰذا صبر کیا جائے اور مدینہ منوّرہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرّمہ سکونت اختیار کی جائے کہ بمطابق فرمانِ خداوندی جائے امن ہے "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا لیکن کوفیوں کے پے درپے خطوط اور وفود کے آنے اور پھر حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ جا کر بچشمِ خود حالات کا جائزہ لے کر اطلاع دینے سے کہ حالات تسلی بخش ہیں امامِ عالی مقام کو یہ یقین ہو گیا کہ اب اتنے حامی مل گئے ہیں

جن کے ساتھ وہ اس ظالم حکومت کے خلاف کامیاب انقلاب برپا کر سکتے ہیں
تو اس یقین کے بعد وہ مکہ مکرّمہ سے نکل کھڑے ہوئے ۔

چنانچہ علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں :۔

وَ اَمَّا الْحُسَيْنُ
فَاِنَّهٗ لَمَّا ظَهَرَ فِسْقُ
يَزِيْدَ عِنْدَ الْكَافَّةِ
مِنْ اَهْلِ عَصْرِهٖ بَعَثَتْ
شِيْعَةُ اَهْلِ الْبَيْتِ
بِالْكُوْفَةِ لِلْحُسَيْنِ
اَنْ يَّاْتِيَهُمْ فَيَقُوْمُوْا
بِاَمْرِهٖ فَرَاَى الْحُسَيْنُ
اَنَّ الْخُرُوْجَ عَلٰى
يَزِيْدَ مُتَعَيَّنٌ مِنْ
اَجْلِ فِسْقِهٖ لَا سِيَّمَا مَنْ
لَّهُ الْقُدْرَةُ عَلٰى
ذٰلِكَ وَ ظَنَّهَا مِنْ
نَفْسِهٖ بِاَهْلِيَّتِهٖ وَشَوْكَتِهٖ
فَاَمَّا الْاَهْلِيَّةُ
فَكَانَتْ كَمَا ظَنَّ
وَ زِيَادَةً وَ اَمَّا الشَّوْكَةُ
فَغَلِطَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ

اور رہے امام حسین! تو جب یزید کا
فسق و فجور اس کے زمانہ کے سب لوگوں
کے نزدیک ظاہر ہو گیا تو کوفہ سے اہلِ
بیت کے شیعوں نے امام حسین کے پاس
پیغامات بھیجے کہ وہ ان کے پاس تشریف
لے آئیں تو وہ سب ان کی اطاعت
میں (یزید کے مقابلہ میں) کھڑے ہو
جائیں گے۔ پس اس وقت امام حسین
نے سمجھ لیا کہ اب طاقتِ مقابلہ حاصل
ہو گئی ہے لہٰذا یزید کے خلاف اس
کے فسق و فجور کی وجہ سے کھڑا ہو جانا
متعیّن ہو گیا ہے خاص کر اس شخص
کے لیے جسے اس پر قدرت حاصل ہو
جائے اور حضرت امام حسین کو اپنی ذات
میں اس قدرت و قوّت اور اہلیت و
صلاحیّت کا ظنِّ غالب پیدا ہو گیا تھا
(ابنِ خلدون لکھتے ہیں) جہاں تک اہلیت و
صلاحیت کا تعلق ہے تو وہ بلا شک و

فِیْهَا ۔

مقدمہ ابن خلدون ص۱۸۰

شبہ ان میں تھی جیسا کہ ان کا گمان تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی لیکن جہاں تک قوت و شوکت کا تعلق ہے (جس کا کوفیوں نے یقین دلایا تھا) تو اس کے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

یہی علامہ آگے لکھتے ہیں :۔

فَقَدْ تَبَیَّنَ لَکَ غَلَطُ الْحُسَیْنِ اِلَّا اَنَّهُ فِیْ اَمْرٍ دُنْیَوِیٍّ لَا یَضُرُّهُ الْغَلَطُ فِیْهِ وَاَمَّا الْحُکْمُ الشَّرْعِیُّ فَلَمْ یَغْلَطْ فِیْهِ لِاَنَّهُ مَنُوْطٌ بِظَنِّهٖ وَکَانَ ظَنُّهُ الْقُدْرَةَ عَلٰی ذٰلِکَ

مقدمہ ابن خلدون ص۱۸۱

تم پر یہ واضح ہوگیا کہ امام حسین نے (یزید کے مقابلہ میں اپنی مادی قوت و شوکت کے سمجھنے میں کوفیوں کے تعاون کے یقین کی وجہ سے غلطی کی) مگر یہ غلطی ایک دنیوی امر (جنگی تدبیر و قوت) میں تھی اور اس غلطی میں ان کا کچھ بھی نقصان نہ تھا۔ رہا حکم شرعی تو اس میں انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ (انھیں یزید کے مقابلہ کی) قدرت حاصل ہے۔

اور رہا بعض صحابہ کرام کا امام عالی مقام کو یزید کے خلاف خروج سے روکنا تو وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفۂ برحق کے ساتھ بغاوت پر مبنی تھا بلکہ وہ اہلِ کوفہ کی بیوفائی کے پیشِ نظر تھا۔ کیونکہ وہ اہلِ کوفہ کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے وعدوں پر

قائم نہیں رہیں گے گویا ان کے نزدیک اسبابِ خروج مہیا نہ تھے اس لیے انھوں نے امامِ پاک کو روکنے کی بہت کوشش کی اور امامِ پاک نے اہلِ کوفہ کے پیہم اصرار اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ان کی بیعت اور پھر مسلم بن عقیل کی تسلی بخش اطلاع کے آنے پر یہ سمجھ لیا کہ اسبابِ خروج مہیا ہو گئے ہیں۔ لہذا نکل کھڑے ہوئے۔ حاصل کلام یہ کہ امامِ پاک اور صحابہ کرام کے درمیان اختلاف صرف اسباب کے مہیا ہونے یا نہ ہونے پر تھا۔

چنانچہ افسوس صد افسوس کہ محبتِ اہلِ بیت کے دعوے دار کوفیوں نے صحابہ کرام کے خیال کے مطابق بے وفائی کی اور امامِ عالیمقام یزیدی حکومت کے خلاف انقلاب برپا نہ کر سکے اور ان کو اپنے اہل وعیال کے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور بہترین ساتھیوں کے ساتھ انتہائی مظلومیت کے عالم میں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس ناچیز کے نزدیک امامِ پاک نے وہ عظیم انقلاب برپا کیا کہ اس کے اثرات فوری نہ سہی دیرپا ضرور تھے چنانچہ آج بھی ان کی قربانی مشعلِ راہ ہے۔

ثابت ہوا کہ امامِ عالی مقام کا خروج ہرگز بلا وجہ، بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف نہ تھا بلکہ ظالم حکومت کے تسلط کو دفع کرنے اور مسلمانوں کو یزید کے ظلم وستم سے بچانے کے لیے تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

خروج امام حسین علیہ السلام بنا بر دعوائے خلافت راشدۂ پیغامبر کہ بر ور سی ۳۰ سال منقضی گشت نبود بلکہ بنا بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود و اعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خروج (یزید کے خلاف) دعوائے خلافت راشدہ کی بنا پر نہ تھا کیونکہ وہ تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے نجات دلانے کی بنا پر تھا۔ اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی

مدد کرنا واجباتِ دین میں سے ہے۔

(فتاوی عزیزی ص ۲۱/۱)

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

آنچہ در مشکوٰۃ شریف ثابت است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از بغی و خروج بر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس درآں وقت کہ آں بادشاہ ظالم بلا منازع و مزاحم تسلط تام پیدا کردہ باشد و ہنوز اہلِ مکہ و اہلِ کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نہ شدہ بودند و مثل حضرت امام حسین و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نہ کردہ بالجملہ خروج امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط و آنچہ در حدیث ممنوع است کہ برائے رفعِ تسلط سلطان جائر باشد وَالْفَرْقُ بَيْنَ الدَّفْعِ وَالرَّفْعِ ظَاهِرٌ مَشْهُوْرٌ فِي الْمَسَائِلِ الْفِقْهِيَةِ،

(فتاوی عزیزی ص ۲۱/۱)

اور یہ جو مشکوٰۃ شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہِ وقت کی بغاوت اور اس کے خلاف کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو یا سو قت کیلیے ہے کہ وہ ظالم بادشاہ بلا کسی جھگڑے اور مزاحمت کے پورا پورا تسلط حاصل کرلے اور یہاں ابھی تک اہلِ مدینہ و اہلِ مکہ و اہلِ کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی ہی نہ تھے اور حضرت امام حسین و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے حضرات نے اسکی بیعت ہی نہیں کی تھی الحاصل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج یزید کے (ظالمانہ) تسلط کے دفع کرنے کیلیے تھا نہ کہ رفع کیلئے (کیونکہ تسلط مان کر خروج ہوتا تو رفع ہوتا ماننے سے پہلے تو دفع کی صورت ہوئی جو ممنوع نہیں) اور وہ خروج جو حدیث میں ممنوع ہے وہ وہی ہے جو ظالم بادشاہ کا تسلط رفع کرنے کیلئے ہو اور دفع اور رفع میں جو فرق ہے وہ مسائلِ فقہیہ میں ظاہر و مشہور ہے۔

علامہ امام ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:-

وَ مَا تَقَوَّهُ بعض الجَهَلَةِ مِنْ اَنَّ الحُسَيْنَ كَانَ بَاغِيا فَبَاطِلٌ عِنْدَ اَهلِ السُّنَّةِ وَ الجَمَاعَةِ وَ لَعَلَّ هٰذَا مِن هَذَيَانَاتِ الخَوارِجِ الخَوارِجِ عَنِ الجَادَّةِ شرح فقہ اکبر ص۸۷	اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اُڑا رکھی ہے کہ حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) باغی تھے تو یہ اہلِ سُنّت وجماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کے ہذیانات (بکواس) ہیں جو راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی وغیرہ کہتے ہیں اور یزید پلید کو امامِ عادل اور برحق سمجھتے ہیں وہ ہرگز اہلِ سنّت وجماعت میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ خارجی و یزیدی ہیں اور حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کو باغی وغیرہ کہنا یہ ان کی بکواس ہے۔

الحمد للہ دلائلِ حقّہ شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید بوجہ فاسق و فاجر ہونے کے ہرگز مسلمانوں کی امامت وسیادت کے لائق نہ تھا اور نہ اسکی امامت قواعدِ شرعیہ کے مطابق ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی اور نہ آپ پر اس کی اطاعت واجب تھی۔ اس لیے آپ نے اس کے خلاف جو کچھ کیا وہ کتاب وسُنّت کے احکام کے مطابق کیا۔ لہٰذا آپکو باغی، فسادی کہنا بالکل غلط اور پرلے درجے کی جہالت اور آپ کی سخت اہانت اور اہلِ بیتِ نبوّت کے ساتھ بغض وعداوت کی کھلی دلیل ہے۔

ناپاک اور نجس تھی طبیعت یزید کی　　گستاخ و بےادب تھی جبلّت یزید کی
حد سے گزر چکی تھی شرارت یزید کی　　مشہور ہو چکی تھی خباثت یزید کی

بدکار اور فاسق و آثم یزید تھا
بدخلق اور جابر و ظالم یزید تھا

موجود ہے حدیث میں فرمانِ مصطفےٰ　　بدلے گا ایک شخص میری سنّتِ ہدیٰ
فتنوں کا کھول دے گا وہ دروازہ بَرملا　　امّت میں ہے فساد کی وہ ذات ابتدا

ہوگا بنی اُمیّہ میں وہ ننگِ خانداں
اس کا یزید نام ہے بےشبہ دیکھ لو گاں

سوال نمبر ۳

کیا یزید عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار، پابندِ صوم و صلوٰۃ، نہایت صالح اور حد درجہ کریم النفس اور حلیم الطبع وغیرہ تھا جیسا کہ " خلافتِ معاویہ و یزید" کے مصنف عباسی نے لکھا ہے کہ :۔

" علم و تقویٰ و پرہیزگاری، پابندیٔ صوم و صلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ اور متین تھے۔" (خلافتِ معاویہ و یزید ص۴۹)

یا کہ یزید فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا۔ اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب

یزید پلید ہرگز متقی پرہیزگار، پابندِ صوم و صلوٰۃ اور صالح نہیں تھا بلکہ فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا۔ اس کے فاسق و فاجر اور شرابی وغیرہ ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ ہاں اس کے کافر ہونے اور اس پر لعنت وغیرہ کرنے میں اختلاف ہے۔ قدرِ تفصیل ملاحظہ ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کا علم عطا فرمایا تھا۔ آپ نے مخلوقات کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے سب حالات اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرما دیئے تھے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ اَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَ نَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

بخاری شریف

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا رِ خلق سے لیکر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک ہمیں سب کچھ بتا دیا۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اسکو جس نے بھلا دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ (مسلم شریف ص ۳۹۰ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا۔

انہی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهٗ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ

مشکوٰۃ ص ۴۶۳

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختتامِ دنیا تک کسی فتنہ کے بانی کو نہ چھوڑا مگر ہمیں اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام تک بھی بتا دیا تھا کہ وہ تین سو سے زیادہ ہوں گے۔

اِن احادیث سے ثابت ہوا کہ ابتدارِ خلق سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اور جتنے بانیانِ فتنہ و فساد ہونے والے تھے ان کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ بیان فرما دیا تھا۔ چنانچہ یزیدی فتنہ کی خبر بھی آپ نے دی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللّٰہِ عَلَیْھِمْ غِلْمَۃٌ فقال ابو ھریرۃ لَوْشِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِیْ فُلَانٍ وَّ بَنِیْ فُلَانٍ لَفَعَلْتُ

بخاری شریف ص۱۰۴۶ ج۲

مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو ابوہریرہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ اُمت کی ہلاکت و تباہی کا سبب چند قریشی لڑکے بنیں گے۔ اس حدیث سے مُراد نابالغ لڑکے نہیں بلکہ وہ بالغ مراد ہیں جو عمر کے لحاظ سے تو بالغ ہیں مگر عقل و فہم اور تدبیر کے لحاظ سے نابالغ ہیں چنانچہ علامہ حافظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :-

قُلْتُ وَقَدْ یُطْلَقُ الصَّبِیُّ وَالْغُلَیْمُ بِالتَّصْغِیْرِ عَلَی الضَّعِیْفِ الْعَقْلِ وَالتَّدْبِیْرِ وَالدِّیْنِ وَلَوْکَانَ مُحْتَلِمًا وَھُوَالْمُرَادُ ھُنَا فَاِنَّ الْخُلَفَآءَ مِنْ بَنِیْ اُمَیَّۃَ لَمْ یَکُنْ فِیْھِمْ مَنِ اسْتُخْلِفَ وَھُوَ دُوْنَ الْبُلُوْغِ

فتح الباری ص ج۱۳

مَیں کہتا ہوں کہ صبی اور غُلَیم (لڑکا) کا لفظ تصغیر کے ساتھ اس پر بھی بولا جاتا ہے جو عقل و تدبیر اور دین میں کمزور اور ضعیف ہو۔ اگرچہ وہ جوان ہو اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ خلفاء بنو اُمیّہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو عمر کے لحاظ سے نابالغ ہوتا۔

اس حدیث میں یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ فرمایا ان بدعقل لڑکوں کے ہاتھوں میری اُمّت کی تباہی ہوگی یعنی ان کی بدعقلی و بدفہمی کی وجہ سے جو کچھ ہوگا اس سے چند افراد ہی ہلاک نہ ہوں گے بلکہ پوری اُمّت اس طرح ہلاکت کا شکار ہوگی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اتحاد و اتفاق کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپس میں اس قسم کے اختلافات پیدا ہوں گے جو ہمیشہ امت کی تباہی و بربادی کا سبب بنتے رہیں گے۔ یزید کے حامیوں سے یہ سوال ہے کہ قریش کے وہ چند لڑکے جو امّت کی

ہلاکت و تباہی کا سبب بنے وہ کون تھے؟ اگر ان کو معلوم نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر ائمۂ امت کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

در مجمع البحار آوردہ کہ ابوہریرہ می شناخت ایشاں را باسمار اشخاص ایشاں و سکوت می کرد از تعیین و نام بردن ایشاں از جہت ترس و مفسدہ و مراد یزید بن معاویہ و عبیداللہ بن زیاد و مانند ایشاں انداز احداث و نوسالان بنی امیہ خذلہم اللہ و بتحقیق صادر شد از ایشاں از قتل اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و بند کردن ایشاں و کشتن خیار مہاجرین و انصار آنچہ شد و صادر شد از حجاج کہ امیرالامراء عبدالملک بن مروان بود و از سلیمان بن عبدالملک و اولاد او از ریختن خونہا و تلف کردن مالہا آنچہ پوشیدہ نیست بر ہیچکس۔
(اشعۃ اللمعات صہ ۲۸۶/۴)

کہ مجمع البحار میں لائے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ان لڑکوں کو ان کے ناموں اور صورتوں سے پہچانتے تھے مگر ڈر اور فساد کی وجہ سے اُن کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے اور مراد یزید بن معاویہ اور ابن زیاد اور انکی مثل بنی اُمیّہ کے دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ انکو ذلیل کرے بلاشبہ ان ہی سے اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل اور انکا قید کرنا اور خیار مہاجرین وانصار کا قتل کرنا ظہور میں آیا ہے اور حجاج جو عبدالملک بن مروان کا امیر الامراء تھا اور سلیمان بن عبدالملک اور اس کی اولاد سے جو لوگوں کی جان و مال کی تباہی و بربادی ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ، قَالُوْا وَمَا إِمَارَةُ الصِّبْيَانِ؟ قَالَ إِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ هَلَكْتُمْ (أَيْ فِي دِيْنِكُم) وَإِنْ عَصَيْتُمُوْهُمْ أَهْلَكُوْكُمْ (أَيْ فِي دُنْيَاكُمْ) بِإِزْهَاقِ النَّفْسِ أَوْ بِإِذْهَابِ الْمَالِ أَوْ بِهِمَا۔

فتح الباری ص ۸/۱۳

میں لڑکوں کی امارت (حکومت) سے پناہ مانگتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا لڑکوں کی امارت کیسی ہوگی؟ فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو (دین کے معاملے میں) ہلاک ہوجاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمھیں (تمھاری دنیا کے بارے میں) جان لے کر یا مال لے کر یا دونوں لے کر ہلاک کردیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرمایا:۔

يَكُوْنُ خَلَفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔

البدایہ والنہایہ ص ۸/۲۳۰

وہ ناخلف ساٹھ ۶۰ ہجری کے بعد ہوں گے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غیّ (جہنم کی ایک سخت وادی) میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنْ سَنَةِ سِتِّيْنَ وَمِنْ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ البدایہ والنہایہ ص ۸/۲۳۱

ساٹھ ۶۰ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت و حکومت سے اللہ کی پناہ مانگو۔

انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ

اور اہل عرب کے لیے ہلاکت ہے

قَدِ اقْتَرَبَ عَلىٰ رَأْسِ سِتِّيْنَ تَصِيْراً لامانَةُ غَنِيمَةً وَالصَّدَقَةُ غَرامَةً وَالشَّهادَةُ بِالمَعْرِفَةِ وَالحكمِ بِالهوىٰ۔

کنز العمال ص ۴۵/۶

بسبب اس شر کے جو سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوگا۔ اس وقت امانت کو مالِ غنیمت اور صدقہ و زکوٰۃ کو تاوان سمجھیں گے اور گواہی دینا اس کیلیے ہوگا جس کے ساتھ جان پہچان ہوگی اور حکم ہوگا ساتھ خواہشاتِ نفسانی کے۔

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ ان بدعقل لڑکوں کی حکومت و امارت سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوگی (اور یزید پلید سنہ ۶۰ھ ہی میں تخت نشین ہوا) اور ان لونڈوں کی حکومت و امارت کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی اطاعت سے دین کی تباہی اور ان کی نافرمانی سے جان و مال کی تباہی ہوگی۔ چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا۔

يا كعبَ بْنَ عُجْرَةَ اُعِيذُكَ بِاللهِ مِنْ إمارَةِ السُّفهاءِ قُلْتُ يا رَسُولَ اللهِ وَمَا إمارَةُ السُّفهاء قالَ يُوشَكُ أنْ تَكُونَ أمَراءُ إنْ حَدَّثُوا كَذَبُوا وَإنْ عَمِلُوا ظَلَمُوا فَمَنْ جاءَهُمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَأعانَهُمْ عَلىٰ ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنّي

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بیوقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بیوقوفوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے تو ظلم کریں گے پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کریگا اور ان کے ظلم پر انکی مدد کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں اور نہ وہ کل (قیامت

وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَا يَرِدُ عَلَیَّ حَوْضِی غَدًا وَمَنْ لَّمْ يَأْتِهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَهُوَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ وَهُوَ يَرِدُ عَلٰى حَوْضِی غَدًا۔

کنزالعمال ص ۴۷۷ / ۵

کے دن) میرے حوض کوثر پر آئے گا۔ اور جو اُن کے پاس نہیں آئے گا اور نہ انکی تصدیق کرے گا اور نہ اُن کے ظلم پر انکی اعانت کریگا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوضِ کوثر پر آئے گا۔

اس حدیث میں ان بدعقل امراء کی نشانیاں بیان ہوئی ہیں کہ وہ جھوٹ بولیں گے اور ظلم کریں گے اور جو ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے اور ان کے ظلم میں انکی مدد کریں گے وہ مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں اور نہ ان کو میرے حوضِ کوثر پر آنا نصیب ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ بیوقوف، جھوٹے اور ظالم صبیان امراء کون ہیں جن کے ہاتھوں امت کی اور دین و دنیا کی تباہی و بربادی کی خبریں دی گئی ہیں تو حافظ ابنِ حجر عسقلانی ابن ابی شیبہ کی روایت بیان فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَمْشِی فِی السُّوقِ وَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِی سَنَةُ سِتِّينَ وَلَا اِمَارَةُ الصِّبْيَانِ

فتح الباری ص ۸ / ۱۳

کہ حضرت ابوہریرہ بازار میں چلتے ہوئے بھی (اللہ کی بارگاہ میں یہ) عرض کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ساٹھ (ہجری) کا سال اور صبیان کی امارت و حکومت نہ پائے یعنی اس سے پہلے مجھے وفات دے دے۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَكَانَ مَعَ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عِلْمٌ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ

یزید کے بارے میں مذکورہ بالا باتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا مَرَّ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَزِيدَ فَإِنَّهُ كَانَ يَدْعُو اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ رَأْسِ السِّتِّينَ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ فَاسْتَجَابَ اللهُ فَتَوَفَّاهُ لَهُ سَنَةَ تِسْعٍ وَخَمْسِيْنَ وَكَانَتْ وَفَاةُ مُعَاوِيَةَ وَوِلَايَةُ ابْنِهِ سَنَةَ سِتِّينَ فَعَلِمَ أَبُو هُرَيْرَةَ بِوِلَايَةِ يَزِيدَ فِي هٰذِهِ السَّنَةِ فَاسْتَعَاذَ مِنْهَا لِمَا عَلِمَهُ مِنْ قَبِيحِ أَحْوَالِهِ بِوَاسِطَةِ أَعْلَامِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ۔

(صواعق محرقہ ص ۲۱۹)

ہوئی ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کا علم تھا۔ اسی لیے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں سنہ ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو سنہ ۵۹ھ میں وفات دے دی اور سنہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ کی وفات ہوئی۔ اور یزید کی حکومت ہوئی اور ابو ہریرہ جانتے تھے کہ سنہ ۶۰ھ میں یزید کی حکومت ہو گی اور یزید کے قبیح حالات کو وہ صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے جانتے تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے اس سال سے اللہ کی پناہ طلب کی۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ" کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

أَيْ مِنْ حُكُومَةِ الصِّغَارِ الْجُهَّالِ كَيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَأَوْلَادِ حَكَمِ بْنِ مَرْوَانَ وَأَمْثَالِهِمْ قِيلَ رَآهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ فِي مَنَامِهِ يَلْعَبُونَ عَلَى مِنْبَرِهِ۔

اس سے مراد جاہل چھوکروں کی حکومت ہے جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور دیگر ان جیسے۔ اور کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب میں ان کو اپنے منبر پر کھیل کود کرتے دیکھا۔

اس حدیث کو لکھ کر امام حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :-

وَفِیْ ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اَوَّلَ الْاُغَیْلِمَۃِ کَانَ فِیْ سَنَۃِ سِتِّیْنَ وَھُوَ کَذٰلِکَ فَاِنَّ یَزِیْدَ بْنَ مُعَاوِیَۃَ اُسْتُخْلِفَ فِیْھَا وَبَقِیَ اِلٰی سَنَۃِ اَرْبَعٍ وَّسِتِّیْنَ فَمَاتَ

فتح الباری ص ۸/۱۳

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ان لڑکوں میں سے پہلا لڑکا ساٹھ ۶۰ ہجری میں ہوگا چنانچہ وہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ ساٹھ ۶۰ ہی میں خلیفہ بنا اور چونسٹھ ۶۴ ہجری تک باقی رہا پھر مر گیا۔

اور یہی امام حافظ ابن حجر عسقلانی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

وَاَنَّ اَوَّلَھُمْ یَزِیْدُ کَمَا دَلَّ عَلَیْہِ قَوْلُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَأْسُ سِتِّیْنَ وَاِمَارَۃُ الصِّبْیَانِ فَاِنَّ یَزِیْدَ کَانَ غَالِبًا یَنْتَزِعُ الشُّیُوْخَ مِنْ اِمَارَۃِ الْبُلْدَانِ الْکِبَارِ وَ یُوَلِّیْھَا الْاَصَاغِرَ مِنْ اَقَارِبِہٖ

فتح الباری ص ۸/۱۳

اور ان لڑکوں میں پہلا یزید ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کا قول راس ستین اور امارۃ الصبیان اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یزید اکثر حالات میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت سے الگ کرکے انکی جگہ اپنے اقارب میں سے کم عمر لڑکوں کو (عہدوں پر) مقرر کرتا تھا۔

علامہ بدر الدین عینی اور علامہ کرمانی حدیث ھَلَاکُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ اُغَیْلِمَۃٍ سُفَھَا کی شرح میں فرماتے ہیں :-

وَاَوَّلُھُمْ یَزِیْدُ عَلَیْہِ مَا یَسْتَحِقُّ وَکَانَ غَالِبًا یَنْزِعُ الشُّیُوْخَ مِنْ اِمَارَۃِ الْبُلْدَانِ الْکِبَارِ وَ یُوَلِّیْھَا الْاَصَاغِرَ مِنْ اَقَارِبِہٖ

اور ان لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے اس پر وہی پڑے جس کا وہ مستحق ہے وہ اکثر احوال میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت وامارت سے ہٹاکر انکی جگہ اپنے عزیز واقارب میں سے کم عمر

لڑکوں کو مقرر کرتا تھا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ص۱۸ و حاشیہ بخاری)

اسی حدیث کی شرح میں امام ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ:۔

قَوْلُہٗ عَلٰی یَدَیْ اُغَیْلِمَۃٍ اَیْ عَلٰی اَیْدِیْ شُبَّانِ الَّذِیْنَ مَا وَصَلُوْا اِلٰی مَرْتَبَۃِ کَمَالِ الْعَقْلِ وَاَحْدَاثِ السِّنِّ الَّذِیْنَ لَا مُبَالَاۃَ لَھُمْ بِاَصْحَابِ الْوَقَارِ وَالظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ مَا وَقَعَ بَیْنَ عُثْمَانَ وَقَتَلَتِہٖ وَبَیْنَ عَلِیٍّ وَالْحُسَیْنِ وَ مَنْ قَاتَلَھُمْ قَالَ الْمُظْھِرُ لَعَلَّہٗ اُرِیْدَ بِھِمُ الَّذِیْنَ کَانُوْا بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِثْلَ یَزِیْدَ وَعَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ مَرْوَانَ وَغَیْرِھِمَا

(مرقاۃ)

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) قول اغیلمہ سے مراد وہ نوجوان ہیں جو کمال عقل کے مرتبہ تک نہیں پہنچے اور وہ نوعمر ہیں جو باوقار اصحاب کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ وہی ہیں جنھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور حضرت علی اور حضرت حسین سے قتال کیا۔ المظہر نے فرمایا ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین کے بعد ہوئے جیسے یزید اور عبدالملک بن مروان وغیرہما۔

اسی حدیث کی شرح میں یہی امام ملا علی قاری اپنی دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں :۔

وَالْمُرَادُ یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ بَعَثَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ السَّکِیْنَۃِ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَۃَ فَاَبَاحَھَا ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَقَتَلَ مِنْ خِیَارِ اَھْلِھَا کَثِیْرًا

شرح شفا ص۱/۶۹۳

اور (اس حدیث سے) مراد یزید بن معاویہ ہے کیونکہ اسی نے مسلم بن عقبہ کو (لشکر دے کر) مدینہ سکینہ کی طرف بھیجا اور اس مدینہ کو (لشکر) کے واسطے تین روز کے لیے مباح کر دیا۔ اور خیار اہل مدینہ کو کثیر تعداد میں قتل کیا۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ علی بن احمد فرماتے ہیں :۔

مِنْهُمْ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَاضْرَابُهُ مِنْ اَحْدَاثِ مُلُوكِ بَنِي اُمَيَّةَ فَقَدْ كَانَ مِنْهُمْ مَا كَانَ مِنْ قَتْلِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَاَكَابِرِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْمُرَادُ اَنَّهُمْ يُهْلِكُوْنَ النَّاسَ بِسَبَبِ طَلَبِهِمُ الْمُلْكَ وَالْقِتَالَ۔

سراج منیر شرح جامع صغیر ص ۲۹۶/۳

ان میں یزید بن معاویہ اور اس کی مثل دوسرے نوجوان ملوکِ بنی امیہ ہیں اور بیشک انھوں نے ہی اہلِ بیتِ نبوت اور اکابر مہاجرین کو قتل کیا۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہلاک کریں گے بسبب ملک و حکومت کی طلب اور حرص کے،

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَكْرَهُ ثَلٰثَةَ اَحْيَاءٍ ثَقِيْفٍ وَبَنِي حَنِيْفَةَ وَبَنِي اُمَيَّةَ

ترمذی و مشکوٰۃ ص ۵۵۱

کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے ایک قبیلۂ ثقیف دوسرا بنی حنیفہ اور تیسرا بنی اُمیّہ۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف میں ظالم حجّاج بن یوسف ہوا جس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قید کر کے قتل کیا۔ اور بنی حنیفہ میں مسیلمۂ کذّاب ہوا جس نے نبوّت کا دعوٰی کیا اور بنی اُمیّہ میں یزید اور ابنِ زیاد جیسے ظالم ہوئے جنھوں نے حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ابنِ زیاد نے جو کچھ بھی کیا یزید کے حکم اور اس کی رضا سے کیا اور ایک یزید اور ابنِ زیاد ہی پر کیا بس ہے باقی بنی امیہ نے بھی اپنی اپنی سیاہ کاریوں میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

و در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت در خواب دید کہ بوزنہ ہا بر منبر شریف وے

اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے خواب میں دیکھا کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم بازی میکنند و تعبیر آں بہ بنی اُمیّہ کردو دیگر چیز ہا بسیار است چہ گوید۔
(اشعۃ اللمعات صہ ۶۲۳ ج ۴)

کہ منبر شریف پر بندر کھیل کود رہے ہیں آپ نے اس خواب کی تعبیر بنی اُمیّہ ہی کو قرار دیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں۔ کیا کہا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَکُوْنُ بَعْدَ ھٰذَا الْخَیْرِ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَۃُ قَالَ السَّیْفُ قُلْتُ وَ ھَلْ بَعْدَ السَّیْفِ بَقِیَّۃٌ قَالَ نَعَمْ تَکُوْنُ اِمَارَۃٌ عَلٰی اَقْذَاءٍ وَ ھُدْنَۃٌ عَلٰی دُخْنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ یَنْشَاءُ دُعَاۃُ الضَّلَالِ فَاِنْ کَانَ لِلّٰہِ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃٌ جَلَدَ ظَھْرَکَ وَ اَخَذَ مَالَکَ فَاَطِعْہُ وَ اِلَّا فَمُتْ وَ اَنْتَ عَاضٌّ عَلٰی جَذْلِ شَجَرَۃٍ

مشکوٰۃ صہ ۴۶۳

یا رسول اللہ! کیا اسلام کی خوبی و بہتری کے بعد پھر برائی و بدی ہوگی جیسا کہ اسلام سے پہلے تھی؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ فرمایا تلوار یعنی بذریعہ جنگ۔ میں نے عرض کیا تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے گی؟ فرمایا ہاں! اس طرح کہ حکومت غلط طریقے سے قائم ہوگی لوگ اس کو خوشدلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ بہ جبر و اکراہ اور مکر و فساد سے صلح ہوگی میں نے عرض کی پھر کیا ہوگا؟ فرمایا کچھ لوگ پھر گمراہی کی طرف بلائیں گے پس اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے اور تمہارا مال ضبط کرے تو بھی تم اس کی اطاعت کرو ورنہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے گوشہ

گیری کی حالت میں مرجاؤ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں،

وَدُعَاۃُ الضَّلَالِ یَزِیْدُ بِالشَّامِ وَالْمُخْتَارُ بِالْعِرَاقِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ حجۃ اللہ البالغہ ص۵۰۵ ج۲

وہ گمراہی کی طرف بلانے والا شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار تھا اور ایسے ہی انکی مثل دوسرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول (جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے) اور شارحین کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ وہ مغیر السنۃ، بیوقوف، ناتجربہ کار، جھوٹے، ظالم، داعیٔ ضلالت اور نوعمر لڑکے جن کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبریں دی ہیں ان میں پہلا یزید ہے جس سے امت کی تباہی کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ اس کے چار سالہ دَورِ حکومت کی سیاہ کاریوں کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ ۶۱ھ میں کربلا کا واقعہ ہوا جس میں اہلِ بیتِ نبوّت، جگر گوشۂ خاتم رسالت نورِ دیدۂ خاتونِ جنّت. راحتِ جانِ شہنشاہِ ولایت، سردارِ نوجوانانِ اہلِ جنّت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں، بھتیجوں، بھائیوں اور دوستوں کو دن دہاڑے بھوکے پیاسے عالمِ غربت و بے کسی میں عورتوں اور بچوں کے سامنے انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا اور اُن کی مقدّس لاشوں پر گھوڑے دَوڑائے گئے۔ خیموں کو لوٹا اور جلایا گیا۔ عورتوں کی چادریں تک اتار لی گئیں۔ بعد ازیں ان رسُول زادیوں کو اونٹوں پر بٹھا کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا اور ابن زیاد اور یزید کے دربار میں غیروں کی موجودگی میں پیش کیا گیا اور اس طرح خاندانِ نبوّت کی انتہائی توہین کی گئی۔

۶۳ھ میں واقعۂ حرّہ ہوا جس میں سات سو صحابہ کرام اور انکی اولاد اور اہلِ مدینہ چھوٹے بڑے دس ہزار کی تعداد میں ظلم و تشدّد کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ تین دن کے لیے مدینہ منوّرہ کو مباح قرار دے کر یزیدی فوج نے

گھروں میں گھس گھس کر جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے والی پاک دامن عورتوں کی عزت و آبرو کو لوٹا۔

۶۴ھ میں مکہ مکرمہ پر حملہ ہوا۔ جس میں بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی ہوئی منجنیق کے ذریعے بیت اللہ پر سنگ باری کی گئی جس سے بیت اللہ کی دیواریں ہل گئیں غلاف شریف جل گیا۔ علاوہ ازیں بعض حرام کو حلال کر دیا گیا۔ انھی ظالمانہ اور انتہائی شرمناک واقعات کی بنا پر جنھوں نے "دنیائے اسلام کو لرزہ بر اندام کر دیا تھا" بعض اکابرینِ اُمّت نے یزید پر کفر تک کا حکم لگا دیا اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دے دیا۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے حضرت صالح نے یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد نے فرمایا :-

یَا بُنَیَّ وَهَلْ یَتَوَلّٰی یَزِیْدَ اَحَدٌ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلِمَ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ فَقُلْتُ وَاَیْنَ لَعَنَ اللّٰهُ یَزِیْدَا فِیْ کِتَابِهٖ فَقَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ فَهَلْ یَکُوْنُ فَسَادٌ اَعْظَمُ

بیٹا! کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا جو یزید سے دوستی رکھے اور میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا اس آیت میں فَهَلْ عَسَیْتُمْ الآیۃ، کہ پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمھیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

مِنْ هٰذَا الْقَتْلِ۔
(الصواعق المحرقہ صـ۲۲)

پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا (پھر امام نے فرمایا) پس! کیا اس قتل (حسین) سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اٰذٰى مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِىْ وَمَنْ اٰذَانِىْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ۔
([illegible])

جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو حقیقت میں اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اٰذٰى شَعْرَةً مِنِّىْ فَقَدْ اٰذَانِىْ وَمَنْ اٰذَانِىْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ زَادَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ
([illegible])

جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی اس نے حقیقت میں مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو لہب کی بیٹی سبیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو دوزخ کے ایندھن کی بیٹی ہے یہ سن کر۔

فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يُؤْذُوْنَنِىْ فِىْ قَرَابَتِىْ وَمَنْ اٰذَانِىْ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ سخت غصے میں تھے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت کے بارے میں مجھے اذیت پہنچاتے

فقد اذی اللہ | ہیں۔ یاد رکھو! جس نے مجھے اذیت پہنچائی
زرقانی علی المواہب ص۱۸۶ | اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی

خوب غور کیجئے! ابولہب بلاشبہ جہنّم کا ایندھن ہے ارشادِ خداوندی ہے۔

سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ، | اب پڑے گا بھڑکتی ہوئی آگ میں۔

لیکن جب لوگوں نے اسکی بیٹی حضرت سبیعہ کو جہنّم کے ایندھن کی بیٹی کہا تو یہ بات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا سبب بنی اور حضور کی اذیت اللہ تعالیٰ کی اذیت کا باعث ہے حالانکہ واقع میں تو بات غلط نہ تھی۔ البتہ لوگوں کا اس طرح کہنا درست نہ تھا تو اس سے اندازہ کیجئے کہ جنھوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جگر کے ٹکڑوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے وہ کس قدر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول کی اذیت کا باعث بنے۔

غرض ان احادیثِ مبارکہ میں اہلِ بیتِ اطہار کی تعظیم وتکریم کی ترغیب اور ان کو اذیت وتکلیف دینے میں سخت وعید ہے کیونکہ جب ایک مسلمان اور آپ کے بال مبارک اور آپ کے اہلِ قرابت کو اذیت پہنچانا حقیقت میں آپ کو اور اللہ جلّ شانہٗ کو اذیت پہنچانا ہے تو خاص آپ کی اولاد کو جو آپ کے اجزائے بدن ہیں، تکلیف پہنچانا بلاشک وشبہ اللہ ورسُول کو اذیت پہنچانا ہے اور جو اللہ ورسول کو اذیت پہنچائے اس پر قرآن میں صریح طور پر لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا القرآن | بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے ذلّت کا عذاب ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

انزلت فی عبد اللہ بن ابی | کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبَیّ منافق اور اس

وَنَاسٍ مَعَهُ قَذَفُوا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَنْ يَعْذِرُنِي فِي رَجُلٍ يُؤْذِينِي،

(درِ منثور ص ۲۳۰ / ۵)

کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے خطبہ دیا اور فرمایا کون میری مدد کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جس نے (میری بیوی پر تہمت لگاکر) مجھے اذیّت پہنچائی ہے۔

توجس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زوجۂ محترمہ کو ستایا اس نے اللہ ورسول کو اذیّت دی اور مستحقِ لعنت ہوا اور یزید اور اس کے اعوان وانصار نے تو اہلِ بیتِ نبوّت کی وہ توہین کی اور ان کو ایسی تکلیف واذیّت پہنچائی کہ اس کے تصوّر ہی سے روح تڑپ اٹھتی ہے لہٰذا وہ بلا شک وشبہ مستحقِ لعنت ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

مَنْ اَرَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ اَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ (مسلم شریف ص ۴۴۰ / ۱)

جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

لَا يُرِيْدُ اَحَدٌ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ (مسلم شریف ص ۴۴۱ / ۱)

جو شخص بھی اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ کی آگ میں رانگ کی طرح پگھلا دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَخَافَهُ

جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا اللہ اسکو قیامت کے

اللہ زاد فی روایۃ یوم القیامۃ وفی اخریٰ وعلیہ لعنۃ اللہ وغضبہ (صحیح ابن حبان سراج المنیر ۲۸)

دن ڈرائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

وفاء الوفاء ۳۲/۱ جذب القلوب ۳۳

جو اہلِ مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے گا اللہ اسکو خوفزدہ کریگا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن نہ اسکی فرضی عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

مَنْ اٰذٰى اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اٰذَاهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ

سراج المنیر ۲۸/۳

جو اہلِ مدینہ کو اذیت دے گا اللہ اسکو اذیت دیگا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اسکا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔

اِن احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہُوا کہ جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے، ان کو اذیت دے بلکہ ان سے بُرائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نارِ دوزخ میں پگھلا دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اور اسکی کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ یزید نے اہلِ مدینہ پر حملہ کروایا اور ان پر وہ ظلم وستم کروایا جس سے انسانیت بھی شرمائے۔ اِن احادیث کی رُو سے بھی وہ اور اس کے اعوان وانصار مستحقِ لعنت ہوئے۔

حضرت علّامہ علی قاری محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کا قول نقل فرماتے ہیں:۔

قَالَ ابنُ هَمَامٍ وَاخْتُلِفَ فِی اکفار یَزِیدَ قِیلَ نعم لمارُوِیَ عَنه مَا یَدُلُّ علی کُفْرِہٖ مِنْ تَحلِیلِ الخَمرِ وَمَن تفوّھِہٖ بعد قَتلِ الحُسَینِ و اصحابِہٖ اِنّی جَازیتُھُم بما فعلوا بِاَشیاخِ وَصَنَادِیدِھِمْ فِی بَدرٍ وَ اَمثَالِ ذٰلکَ وَلعلّہ وجہ مَا قَالَ الاِمَامُ احمدُ بِتکفِیرِہٖ لَمَا ثَبَتَ عندہٗ نَقلُ تَقرِیرِہٖ

شرح فقہ اکبر ص۸۸

امام ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ یزید کے کافر ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے اسے کافر کہا۔ اس لیے کہ اس سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو اسکے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال کرنا اور حضرت حسین اور آپکے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے (ان سے) بدلہ لیا ہے۔ اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انھوں نے بدر میں کئے تھے یا ایسی ہی اور باتیں شاید اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل نے اسکی تکفیر کی ہے کہ انکے نزدیک اسکی اس بات کی نقل ثابت ہوگی۔

علامہ سعد الدین تفتازانی صاحب شرح عقائد فرماتے ہیں :-

وَالحَقُّ ان رضاءَ یزیدَ بِقَتلِ الحُسَین واستبشارِہٖ بِذٰلِکَ وَاَھَانَۃَ اَھلِ بَیتِ النّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاہُ وَاِنْ کَانَ تَفَاصِیلُھَا اٰحَادًا فنحن لَا نَتَوَقَّفُ فِی شَانِہٖ بَل فِی اِیمانِہٖ لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ وَعَلٰی اَنصَارِہٖ وَاَعوَانِہٖ

شرح عقائد ص۱۰۲

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ انکی تفاصیل احاد ہیں تو اب ہم توقف نہیں کرتے اسکی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے اور دوستوں پر۔

صاحب نبراس شارح شرح عقائد فرماتے ہیں :-

وَبَعْضُهُمْ اَطْلَقَ اللَّعْنَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ اِبْنُ الْجَوْزِي الْمُحَدِّثُ وَصَنَعَ كِتَابًا سَمَّاهُ الرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِيدِ الْمَانِعِ عَنْ ذَمِّ الْيَزِيْدِ وَمِنْهُمُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمِنْهُمُ الْقَاضِي اَبُو يَعْلٰى	اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق ثابت کیا ہے ان میں سے ایک محدث ابن جوزی ہیں جنھوں نے اس مسئلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انھوں نے رکھا ہے۔ "الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم الیزید"
نبراس مع شرح عقائد ص۵۵۳	اور انھی میں احمد بن حنبل، قاضی ابو یعلی بھی ہیں

یہ اہلِ سنّت وجماعت کے عقائد کی وہ مشہور و معتبر کتب ہیں جن پر عقائدِ اہلِ سنّت کا دار و مدار ہے۔

علامہ امام ابنِ حجر مکّی جو شافعیوں کے مرجع خلائق ہیں جن کے متعلق علامہ امام ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں رقم طراز ہیں شیخنا العالم العلامہ والبحر الفہامہ شیخ الاسلام و مفتی الانام صاحب التصانیف الکثیرہ والتالیف الشہیرہ مولانا و سیّدنا و سندنا الشیخ شہاب الدین بن حجر المکی رحمۃ اللہ علیہ، وہ فرماتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اَنَّ اَهْلَ السُّنَّةِ اخْتَلَفُوْا فِيْ تَكْفِيْرِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَوَلِيِّ عَهْدِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ اِنَّهٗ كَافِرٌ لِقَوْلِ سِبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ وَغَيْرِهِ الْمَشْهُوْرِ اِنَّهٗ لَمَّا جَاءَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ اَهْلَ الشَّامِ وَجَعَلَ يَنْكُتُ رَأْسَهٗ بِالْخَيْزُرَانِ وَيُنْشِدُ اَبْيَاتَ الزِّبَعْرٰى ؎ لَيْتَ اَشْيَاخِيْ بِبَدْرٍ	جان لو اہلِ سنّت وجماعت کا یزید بن معاویہ کے کافر ہونے اور امیر معاویہ کے بعد ولیعہد ہونے میں اختلاف ہوا ہے ایک گروہ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہے چنانچہ سبط ابن الجوزی وغیرہ کا قول مشہور ہے کیونکہ یزید کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک آیا تو اس نے اہلِ شام کو جمع کیا اور خیزران کی لکڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی اس سے امام کے سرِ انور کو الٹ پلٹ

شَهِدوا الأبياتَ المَعْروفَةَ وَ
زادَ فيها بَيتَينِ مُشتَمِلَينِ على
صَريحِ الكُفرِ وَقالَ ابنُ الجَوزي
فيما حكاهُ سِبطُهُ عَنهُ لَيسَ
العَجَبُ مِن قِتالِ ابنِ زيادٍ للحُسَينِ
وَإنَّما العَجَبُ مِن خَذلانِ يَزيدَ
وَضَربِهِ بالقَضيبِ ثَنايا
الحُسَينِ وَحَملِهِ آلَ رَسولِ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ
سَبايا عَلى أقتابِ الجِمالِ
وَ ذَكَرَ أشياءَ مِن
قَبيحِ مَا اشتَهَرَ عَنهُ وَ
رَدِّهِ الرَّأسَ إلى المَدينَةِ
وَقَد تَغَيَّرَت ريحُهُ ثُمَّ
قالَ وَما كانَ مَقصودُهُ
إلاَّ الفَضيحَةَ وَإظهارَ
الرَّأسِ فَيَجوزُ أن يُفعَلَ هذا
بالخَوارِجِ وَالبُغاةِ يُكَفَّنونَ وَيُصَلَّى
عَلَيهِم وَيُدفَنونَ وَلَو لَم
يَكُن في قَلبِهِ أحقادُ جاهِليَّةٍ
وَأضغانُ بَدرِيَّةٍ لَاحتَرَمَ الرَّأسَ

کرتا تھا اور زبعری کے یہ اشعار جو مشہور
ہیں پڑھتا تھا۔ (اے کاش میرے بزرگ
جو بدر میں مارے گئے آج زندہ و موجود ہوتے)
اور اس نے ان شعروں میں دو شعر اور زیادہ کئے
جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں ابن جوزی
نے کہا کہ ابن زیاد کا امام حسین کو قتل کرنا
اس قدر تعجب خیز نہیں تعجب خیز تو یزید کا
خذلان ہے اور اس کا امام کے دانتوں پہ لکڑی
مارنا اور آلِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قیدی بنا
کے اونٹوں کے پالانوں پر بٹھانا ہے۔ اور ابن
جوزی نے اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں
کا ذکر کیا ہے جو اس یزید کے بارے میں
مشہور ہیں۔ پھر یزید نے امام کا سر اس وقت
مدینہ منوّرہ میں واپس لوٹایا جبکہ اسکی بو متغیر
ہو چکی تھی تو اس سے اسکا مقصد سوائے
فضیحت اور سرِ انور کی توہین کے اور کیا تھا۔ حالانکہ
خارجیوں اور باغیوں کی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ
بھی جائز ہے (چہ جائیکہ فرزندِ رسول کے
ساتھ یہ سلوک کیا جاتا۔) اور اگر اس کے دل میں
جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگِ بدر کا انتقامی
جذبہ نہ ہوتا تو جب اسکے پاس امام کا سرِ انور

نْ وَصَلَ إِلَيْهِ وَكَفَّنَهُ وَدَفَنَهُ وَأَحْسَنَ إِلَى آلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(الصواعق المحرقة ص ٢١٩)

پہنچا تھا وہ اس کا احترام کرتا اور اسکو کفن دیکر
دفن کرتا اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نہایت اچھا سلوک کرتا۔

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں :-

وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بِكُفْرِهِ وَنَاهِيْكَ بِهِ وَرَعًا وَعِلْمًا يَقْتَضِيَانِ أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ إِلَّا لِمَا ثَبَتَ عِنْدَهُ مِنْ أُمُوْرٍ صَرِيْحَةٍ وَقَعَتْ مِنْهُ تُوْجِبُ ذٰلِكَ وَوَافَقَهُ عَلَى ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ كَابْنِ الْجَوْزِيِّ وَغَيْرِهِ وَأَمَّا فِسْقُهُ فَقَدْ أَجْمَعُوْا عَلَيْهِ وَأَجَازَ قَوْمٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ لَعْنَهُ بِخُصُوْصِ اسْمِهِ وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ صَنَّفَ الْقَاضِيْ أَبُوْ يَعْلٰى كِتَابًا فِيْمَنْ كَانَ يَسْتَحِقُّ اللَّعْنَةَ وَذَكَرَ مِنْهُمْ يَزِيْدَ

(اسعاف الراغبین ص ٢١٠)

اور بیشک امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل
ہیں اور ان کا علم اور ورع اس بات کا مقتضی
ہے کہ انھوں نے یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا
جبکہ ان کے نزدیک صریح طور پر وہ امور ثابت
ہو گئے ہوں گے اور یزید سے وہ باتیں واقع
ہوئی ہوں گی جو موجب کفر ہیں اور کفر یزید کے
کے قول پر علما کی ایک جماعت نے انکی
موافقت کی جیسے ابن جوزی وغیرہ اور رہا
یزید کا فاسق ہونا تو بلاشبہ اس پر تو علما کا
اتفاق ہے اور بہت سے علما نے تو یزید کا نام
لیکر اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے اور
امام احمد سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی
نے کہا ہے کہ امام قاضی ابو یعلی نے مستحقین
لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے
ان میں یزید کا بھی ذکر کیا ہے۔

قطب الاقطاب غوث الثقلین شیخ شیوخ العالم، امام الاصفیاء محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

وَتَذْكُرُ مِنْ فَضَائِلِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ
اَنَّ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُتِلَ
فِيْهِ رُوِيَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنْزِلِيْ
اِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ الْحُسَيْنُ فَطَالَعْتُ
عَلَيْهِمَا مِنَ الْبَابِ وَاِذَ الْحُسَيْنُ
عَلٰى صَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَلْعَبُ وَفِيْ يَدَيِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةٌ مِنْ
طِيْنٍ وَدُمُوْعُهُ تَجْرِيْ فَلَمَّا خَرَجَ
الْحُسَيْنُ دَخَلْتُ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ
وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَالَعْتُ عَلَيْكَ
وَفِيْ يَدِكَ طِيْنَةٌ وَاَنْتَ تَبْكِيْ فَقَالَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ فَلَمَّا
فَرِحْتُ بِهٖ وَهُوَ عَلٰى صَدْرِيْ
يَلْعَبُ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ وَنَاوَلَنِيْ
الطِّيْنَةَ الَّتِيْ يُقْتَلُ عَلَيْهَا فَلِذٰلِكَ
بَكَيْتُ وَرُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ
اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ
عَبْدِ الْمَلِكِ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى

اور ہم عاشورا کے فضائل میں بیان کرتے
ہیں کہ بیشک یوم عاشورا میں حضرت حسین بن
علی رضی اللہ عنہما شہید کیے گئے۔ حضرت
ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر
میں تھے کہ حضرت حسین آپ کے پاس آئے تو
میں نے دروازے سے ان دونوں کو دیکھا تو حضرت
حسین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک
پر کھیل رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ میں تھوڑی سی مٹی تھی اور آپکی آنکھوں
سے آنسو جاری تھے۔ پھر جب حسین چلے گئے
تو میں نے آپ کے پاس آکر عرض کیا میرے ماں باپ
آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ میں نے آپکے
ہاتھ میں مٹی اور آپکو روتے ہوئے دیکھا ہے
آپنے مجھ سے فرمایا کہ جب حسین میرے سینے پر
کھیل رہے تھے اور میں اس سے مسرور ہو رہا
تھا تو میرے پاس جبرئیل امین آئے اور
انھوں نے مجھے یہ مٹی دی (اور کہا کہ) اس
پر حسین قتل کیا جائیگا۔ اسی لیے میں رو رہا ہوں
اور حضرت حسن بصری سے روایت ہے وہ فرماتے
ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے نبی کریم صلی اللہ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ
يُبَشِّرُهُ وَيُلَاطِفُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ
سَأَلَ الْحَسَنَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ
لَهُ الْحَسَنُ لَعَلَّكَ فَعَلْتَ إِلَى
أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرُوفًا فَقَالَ
نَعَمْ وَجَدْتُ رَأْسَ حُسَيْنِ بْنِ
عَلِيٍّ فِي خَزَانَةِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ
فَكَسَوْتُهُ خَمْسَةً مِنَ الدِّيبَاجِ
وَصَلَّيْتُ عَلَيْهِ مَعَ جَمَاعَةٍ
مِنْ أَصْحَابِي وَقَبَرْتُهُ فَقَالَ
لَهُ الْحَسَنُ لَقَدْ رَضِيَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْكَ
بِسَبَبِ ذٰلِكَ فَأَحْسَنَ إِلَى
الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللهُ وَأَمَرَ لَهُ
بِالْجَوَائِزِ وَرَوَى عَنْ حَمْزَةَ بْنِ
الزَّيَّاتِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فِي الْمَنَامِ يُصَلِّيَانِ عَلَى قَبْرِ
الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرٍ
عَنْ وَالِدِهِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ أُسَامَةَ عَنْ

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اسکو بشارت
دیتے ہیں اور اس پر لطف و کرم فرما رہے ہیں
صبح اس نے حضرت حسن بصری سے اس خواب کے
متعلق پوچھا تو حضرت حسن بصری نے اس سے
کہا کہ شاید تو نے کوئی نیکی اہل بیت نبوت
سے کی ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے حضرت
حسین بن علی کا سر یزید بن معاویہ کے خزانہ
میں پایا تو میں نے سر مبارک کو پانچ ریشمی کفن
پہنا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی
اور اسکو دفن کیا ہے تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ
نے فرمایا کہ بلاشبہ تیرے اس فعل کے
سبب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے
راضی ہوئے ہیں اور آپ نے تجھ پر مہربانی فرمائی
اور تجھے بشارت دی ہے۔ سلیمان بن عبدالملک
نے حضرت حسن پر احسان کیا اور بہت سے
انعامات و ہدیے پیش کئے۔ اور حضرت حمزہ
بن زیات سے روایت وہ فرماتے ہیں کہ میں نے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم
خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ
دونوں حضرت حسین بن علی کی قبر پر نماز جنازہ
پڑھ رہے ہیں اور ہم کو خبر دی ابو نصر نے اپنے

جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ هَبَطَ عَلٰى قَبْرِ
الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ يَوْمَ اُصِيْبَ
سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

غنیۃ الطالبین
باب فضائل عاشوراء

والد سے اپنی اسناد سے حضرت اسامہ سے
انہوں نے حضرت امام جعفر صادق بن امام
محمد باقر سے وہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت
حسین بن علی شہید ہوئے اُس دن ستر ہزار
فرشتے انکی قبر پر اترے وہ قیامت تک ان
پر روئیں گے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :-

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اخْتَارَ لِسِبْطِ
نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الشَّهَادَةَ فِىْ اَشْرَفِ الْاَيَّامِ وَاَعْظَمِهَا
وَاَجَلِّهَا وَ اَرْفَعِهَا عِنْدَهٗ لِيَزِيْدَهٗ
بِذٰلِكَ رِفْعَةً فِىْ دَرَجَاتِهٖ وَ
كَرَامَاتِهٖ مُضَافَةً اِلٰى كَرَامَتِهٖ
وَ يُبَلِّغَهٗ مَنَازِلَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ
الشُّهَدَاءِ بِالشَّهَادَةِ وَلَوْ جَازَ اَنْ
يُتَّخَذَ يَوْمُ مَوْتِهٖ يَوْمَ مُصِيْبَةٍ
لَكَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ اَوْلٰى
بِذٰلِكَ اِذْ قَبَضَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ
مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غنیۃ الطالبین

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے بیٹے کی شہادت کے لیے وہ دن منتخب کیا
جو دنوں میں بہت عظیم اور بہت بلند دن
ہے تاکہ اس کے سبب سے ان (امام حسین)
کے درجات اور انکی بزرگیوں میں اور
اضافہ کرے اور انکو خلفاء راشدین کے مرتبوں
پر فائز فرمائے جو شہادت کا درجہ حاصل کرکے
شہید ہوئے۔ اور اگر حضرت حسین کی شہادت
کے دن کو مصیبت کا دن بنانا جائز ہوتا تو
دوشنبہ (پیر) کا دن اس سے زیادہ لائق تھا
کہ اسکو مصیبت کا دن قرار دیا جاتا کیونکہ
اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو قبض فرمایا۔

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

بعضے در یزید شقی نیز توقف کنندہ و بعضے براہ
غلو و افراط در شانِ وے و موالات وے روند
و گویند کہ وے بعد ازاں کہ باتفاق
مسلمانان امیر شد اطاعتِ وے بر امام حسین
واجب شد نعوذ باللہ من ھذا القول و
من ھذا الاعتقاد حاشا کہ وے باوجود
امام حسین امام و امیر شود و اتفاق مسلمانان
بروے کے شد و جمعی صحابہ کہ در زمان
یزید پلید بودند و اولاد اصحاب ہم منکر و
خارج از اطاعت وے بودند نعم جماعتے
از مدینہ مطہرہ بشام نزد وے کرہاً و جبراً
رفتند و او جائزہائے سنی و فائدہ ہائے
ہنی نزد ایشاں نہاد بعد ازانکہ حال قباحت
مآل او را دیدند بمدینہ باز آمدند و خلع
بیعت وے کردند و گفتند کہ وے عدو اللہ
و شارب الخمر و تارک الصلوٰۃ و زانی و
فاسق و مستحل محارم است و بعضے دیگر
گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت نکردہ و
و بداں راضی نبودہ و بعد از قتل وے و
اہل بیت وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور
و مستبشر نشدہ ایں سخن مردود و باطل است

بعض علماء یزید بدبخت کے بارے میں
(لعنت کرنے میں) توقف کرتے ہیں اور
بعض لوگ تو براہِ غلو و افراط یزید کے معاملے
میں اور اسکی دوستی میں اس قدر بہہ گئے
ہیں کہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے اتفاق سے
امیر ہوا تھا اور اسکی اطاعت امام حسین
پر واجب تھی۔ ہم اس قول اور اس اعتقاد
سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حاشا کہ وہ
یزید امام حسین کے ہوتے ہوئے کیونکر امام
امیر ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کا اتفاق بھی
اس پر کب ہوا صحابہ کرام اور تابعین جو
اس کے زمانے میں تھے سب اس کے منکر
اور اس کی اطاعت سے خارج تھے۔
مدینہ طیبہ سے ایک جماعت جبراً و کرہاً اس
کے پاس شام میں گئی تھی اس نے انکی
بہت آؤ بھگت اور خاطر مدارات کی اور
ان کو تحفے تحائف دیئے لیکن جب انھوں
نے اس کے بدترین کارناموں اور اس کے
خطرناک انجام پر غور کیا تو مدینہ میں واپس
آکر اسکی بیعت توڑ دی اور اعلان کیا کہ
(یزید) اللہ کا دشمن، شرابی، تارک الصلوٰۃ،

چہ عداوت آں بے سعادت با اہل بیت
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واستبشار وے بقتل
ایشاں واذلال واہانت او مر ایشاں را بدرجۂ
تواتر معنوی رسیدہ است وانکار آں تکلف
ومکابرہ است وبعضے گویند کہ قتل امام
گناہِ کبیرہ است چہ قتل نفس مومن یا مومنہ
بناحق کبیرہ است نہ کفر ولعنت مخصوص
بہ کافراں است ولیت شعری کہ ارباب ایں
اقاویل باحادیث نبوی کہ ناطق اند با آنکہ
بغض وایذا واہانت فاطمہ واولاد وے موجب
بغض وعداوت واہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
چہ میگویند، وآں سبب کفر وموجب لعن و
خلود نار جہنم است بلاشک وریب اِنَّ
الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا
مُّهِیْنًا وبعضے دیگر گویند کہ خاتمت وے
معلوم نیست شاید بعد از ارتکاب آں
کفر ومعصیت توبہ کردہ باشد ودر نفس
آخر توبہ رفتہ باشد ومیل امام محمد غزالی
در احیاء العلوم بایں حکایت است و
بعضے از علماء سلف واعلام امت مثل امام

زانی فاسق اور حرام چیزوں کا حلال کرنے
والا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس (یزید)
نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور
نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ اُن کے
قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں
کے قتل سے خوش ومسرور ہوا۔ یہ بات بھی
مردود اور باطل ہے اس لیے کہ اس شقی کا
اہل بیتِ نبوّت رضی اللہ عنہم سے عداوت
رکھنا اور اُن کے قتل سے خوش ہونا اور
ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجۂ تواتر
کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلّف و
مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔ اور
بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہِ کبیرہ
ہے اس لیے کہ نفس مومن ومومنہ کا قتلِ
ناحق گناہِ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت
کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی
باتیں بنانے والوں پر افسوس ہے کہ
وہ صریح احادیث نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم
پر نظر نہیں رکھتے کہ حضرت فاطمہ اور
ان کی اولاد کے ساتھ بغض رکھنا اور
ان کو ایذا پہنچانا اور اُن کی توہین کرنا حقیقۃً

احمد حنبل و امثال او بروے لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال شدت و تعصب در در حفظ سنت و شریعت دارد در کتاب خود لعن وے از سلف نقل کردہ و بعضے منع کردہ اند و بعضے متوقف ماندہ اند و بالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد ما و کار ہائیکہ آں بے سعادت دریں امت کردہ ہیچ کس نکردہ و بعد از قتل امام حسین و اہانت اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل اہل آں فرستادہ و بقیہ از اصحاب و تابعین را امر بقتل کردہ و بعد از تخریب مدینہ منورہ امر بہ انہدام حرم مکہ معظمہ و قتل عبداللہ بن زبیر کردہ و ہم در اثنائے ایں حالت از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع او را خداوند حق تعالیٰ دِل ہائے ما را و تمامہ مسلمان ہا را از محبت و موالاتِ وے و اعوان و انصار وے زہر کہ با اہل بیت نبوت بد بودہ و بد اندیشیدہ و حقِ ایشاں پامال کردہ و با ایشاں براہِ محبت و صدقِ عقیدت نیست و نبودہ نگاہ دارد و ما را در دوستان ما را در زمرۂ محبانِ ایشاں محشور گرداندد

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھنا اور آپ کو ایذا پہنچانا اور آپ کی توہین کرنا ہے اور یہ بلاشک وشبہ موجب کفر ولعنت وخلود نار جہنم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں شاید اس ارتکاب کفر ومعصیت کے بعد اس نے توبہ کر لی ہو اور خاتمہ اسکا توبہ کی حالت میں ہوا ہو اور امام محمد غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض علماء سلف واکابرین امت مثلاً امام احمد بن حنبل اور ان جیسے دوسرے جلیل القدر ائمہ کرام نے اور ابن جوزی کہ حفظِ سنت وشریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں سلف صالحین سے یزید پر لعنت کرنا نقل کیا ہے اور بعض نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور بعض توقف کرتے ہیں الحاصل ہمارے

در دنیا و آخرت بر دین و کیش ایشان بدارد بمنہ و کرمہ وھو قریبٌ مجیب. آمین
(تکمیل الایمان ص۹۷)

نزدیک یزید سب سے زیادہ مبغوض ہے اس شقی نے اس امت میں وہ کام کیے کہ کسی اور نے نہیں کیے۔ (مثلاً) امام حسین کے قتل اور اہلِ بیت کی اہانت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب کے لیے لشکر کا بھیجنا اور صحابہ و تابعین کے قتل کا حکم کرنا اور مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد حرمِ مکہ کو ڈھانے کا حکم دینا وغیرہ اور اسی اثنا میں وہ مرگیا۔ تو ایسے حال میں اُسکی توبہ و رجوع کا احتمال خدا ہی جان سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دِلوں کو اسکی اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کی محبت و دوستی سے محفوظ رکھے اور ہر اس شخص جس نے اہلِ بیتِ نبوت سے برائی کی ہو اور اُن کا برُا چاہا ہو اور اُن کا حق پامال کیا ہو اور اُن سے سچی عقیدت و محبت کی راہ نہ چلا ہو کی محبت سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ہم کو اور ہمارے دوستوں کو قیامت کے دن اہلِ بیتِ نبوت کے سچے محبوں میں اٹھائے اور دنیا و آخرت میں دینِ اسلام اور ان کے طریقہ پر رکھے۔ وَھُوَ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔ آمین،

امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَقَدْ اَطْلَقَ بَعْضُهُمْ فِيْمَا نَقَلَهُ الْمَوْلٰى سَعْدُ الدِّيْنِ اللَّعْنَ عَلٰى يَزِيْدَ لِمَا اَنَّهٗ كَفَرَ حِيْنَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ اتَّفَقُوْا عَلٰى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَمَرَ بِهٖ اَوْ اَجَازَهٗ وَ رَضِيَ بِهٖ وَالْحَقُّ اِنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ

اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا نقل کیا گیا ہے اس لیے کہ جب اُس نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا وہ کافر ہو گیا تھا اور جمہور علماء اِس پر متفق ہیں کہ جس نے امام کو قتل کیا اور جس نے قتل کا حکم دیا اور جس نے اسکی اجازت دی اور

اسْتِبْشَارَهُ بِذٰلِكَ وَاِهَانَتَهُ
اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ
وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اٰحَادًا
فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِي شَأْنِهٖ
بَلْ فِي اِيْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
وَعَلٰى اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ

ارشاد الساری
ص ۱۰۱ / ۵

جوان کے قتل پر راضی ہوا اس پر لعنت
کرنا جائز ہے اور حق بات یہی ہے کہ یزید کا
امام کے قتل پر راضی ہونا اور اس پر خوش
ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی
توہین کرنا تواترِ معنوی کے ساتھ ثابت ہو
چکا ہے اگرچہ اسکی تفاصیل احاد ہیں پس
ہم نہیں توقف کرتے اسکی شان میں بلکہ
اُس کے ایمان میں اللہ کی لعنت ہو اس پر
اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَهُ وَابْنَ زِيَادٍ مَعَهُ وَيَزِيْدَ
اَيْضًا وَكَانَ قَتْلُهُ بِكَرْبَلَاءَ وَفِي قَتْلِهٖ قِصَّةٌ
فِيْهَا طُوْلٌ لَا يَحْتَمِلُ الْقَلْبُ ذِكْرَهَا فَاِنَّا
لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ تاریخ الخلفاء ص ۸۰

اللہ کی لعنت ہو امام حسین کے قاتل ابن
زیاد اور یزید پر۔ امام کربلا میں شہید ہوئے
اور آپکی شہادت کا قصہ طویل ہے۔ قلب اسکے
ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ قَالَ اَنَّهُ اِمَامٌ ابْنُ
اِمَامٍ فَاِنْ اَرَادَ بِذٰلِكَ اَنَّهُ تَوَلَّى
الْخِلَافَةَ كَمَا تَوَلَّاهَا سَائِرُ خُلَفَاءِ
بَنِي اُمَيَّةَ وَالْعَبَّاسِ فَهٰذَا صَحِيْحٌ
لٰكِنْ لَيْسَ فِي ذٰلِكَ مَا يُوْجِبُ
مَدْحَهُ وَتَعْظِيْمَهُ وَالثَّنَاءَ

اور جو شخص یزید کو امام ابن امام کہتا ہے تو
اگر اس سے اسکی مراد صرف یہ ہے کہ وہ دوسرے
اموی اور عباسی خلفاء کی طرح اس نے بھی
حکومت کی تو یہ صحیح ہے لیکن وہ اس معاملے
میں کسی مدح و ثنا اور تعظیم و تفضیل کا مستحق
نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو حکومت د

عَلَيْهِ وَتَقْدِيمَهُ فَلَيْسَ كُلُّ مَنْ
تَوَلّٰى كَانَ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ
وَالْاَئِمَّةِ الْمَهْدِيِّيْنَ فَمُجَرَّدُ الْوِلَايَةِ
عَلَى النَّاسِ لَا يُمْدَحُ بِهَا الْاِنْسَانُ
وَلَا يَسْتَحِقُّ عَلٰى ذٰلِكَ الثَّوَابَ
وَاِنَّمَا يُمْدَحُ وَيُثَابُ عَلٰى مَا
يَفْعَلُهُ مِنَ الْعَدْلِ وَالصِّدْقِ
وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْجِهَادِ وَاِقَامَةِ
الْحُدُوْدِ كَمَا يُذَمُّ وَيُعَاقَبُ
عَلٰى مَا يَفْعَلُهُ مِنَ الظُّلْمِ وَ
الْكِذْبِ وَالْاَمْرِ بِا
لْمُنْكَرِ وَالنَّهْيِ عَنِ
الْمَعْرُوْفِ وَتَعْطِيْلِ الْحُدُوْدِ
تَضْيِيْعِ الْحُقُوْقِ وَتَعْطِيْلِ الْجِهَادِ
وَقَدْ سُئِلَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
عَنْ يَزِيْدَ اَيُكْتَبُ عَنْهُ الْحَدِيْثُ؟
فَقَالَ لَا! وَلَا كَرَامَةَ اَلَيْسَ هُوَ
الَّذِيْ فَعَلَ بِاَهْلِ الْحَرَّةِ مَا فَعَلَ
وَقَالَ ابْنُهُ اِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ اِنَّا نُحِبُّ
يَزِيْدَ؟ فَقَالَ هَلْ يُحِبُّ يَزِيْدَ اَحَدٌ فِيْهِ

سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے
وہ خلفاء راشدین مہدیین میں سے نہیں ہو جاتا
صرف لوگوں پر حکمران ہو جانے سے انسان قابلِ
مدح و ستائش نہیں ہو جاتا اور نہ اُس پر
مستحقِ اجر و ثواب ہو جاتا ہے مدح و ثواب
کے لائق تو وہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ عدل و
انصاف، حق و صداقت امر بالمعروف، نہی
عن المنکر اور جہاد اور حدود اللہ کو قائم کرے۔
اسی طرح ظلم و کذب، امر بالمنکر، نہی عن المعروف
حدود اللہ کو معطل اور حقوق العباد کو ضائع
اور جہاد کو ترک کرنے سے انسان قابلِ مذمت و
گرفت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل
سے یزید کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اُس سے
حدیث روایت کی جائے؟ تو انھوں نے فرمایا
نہیں! اس کا یہ مقام نہیں۔ کیا یہ وہی شخص
نہیں ہے جس نے اہلِ حرّہ کے ساتھ کیا جو کیا؟
اور ان کے فرزند نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم
یزید کو محبوب رکھتے ہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا
کیا کوئی شخص جس میں ذرا بھی خیر و بھلائی ہو
وہ یزید کو محبوب رکھ سکتا ہے؟ تو اُن کے
فرزند نے کہا پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں

خَیْرٌ قِیْلَ لَہٗ فَلِمَا ذَا الْاٰلْعَنۃُ؟ فَقَالَ مَتٰی رَأَیْتَ اَبَاکَ یَلْعَنُ اَحَدًا (یزید بن معاویہ ابن تیمیہ الکبریٰ ج۱) کرتے، فرمایا کیا تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے دیکھا ہے۔

ف: ابن تیمیہ کی اس روایت کے آخری الفاظ کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیا تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے دیکھا ہے" کا یہ مطلب نہیں کہ یزید مستحق لعنت نہیں ہے۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے قرآن کریم سے یزید پر لعنت ثابت کی۔ غواص بحرِ حقیقت حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں:۔

از بیروں طعنہ زنی بر بایزید | واز درونت ننگ می دارد یزید

تو باہر سے بایزید پر طعنہ زنی کرتا ہے اور تیرے باطن سے یزید کو بھی شرم آتی ہے

علامہ امام حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں:۔

وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ یَزِیْدُ کَانَ قَدِ اشْتُهِرَ بِالْمَعَازِفِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالْغِنَا وَالصَّیْدِ وَاتِّخَاذِ الْغِلْمَانِ وَالْقِیَانِ وَالْکِلَابِ وَالنِّطَاحِ بَیْنَ الْکِبَاشِ وَالدِّبَابِ وَالْقُرُوْدِ وَمَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا یُصْبِحُ فِیْهِ مَخْمُوْرًا وَکَانَ یَشُدُّ الْقِرْدَ عَلٰی فَرَسٍ مُسْرِجَۃٍ بِحِبَالٍ وَیَسُوْقُ بِهٖ وَیُلْبِسُ الْقِرْدَ قَلَانِسَ الذَّهَبِ وَکَذٰلِکَ الْغِلْمَانَ وَکَانَ یُسَابِقُ بَیْنَ الْخَیْلِ وَکَانَ اِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزِنَ

اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید مشہور تھا آلاتِ لہو ولعب کے ساتھ اور شراب کے پینے اور گانا بجانا سننے اور شکار کھیلنے اور بے ریش لڑکوں کو رکھنے اور چھینے بجانے اور کتوں کے رکھنے میں اور سینگوں والے دنبوں اور ریچھوں اور بندروں کو آپس میں لڑانے میں اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جبکہ وہ شراب سے مخمور نہ ہوتا۔ اور بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر سوار کرکے دوڑاتا تھا اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا اور ایسے ہی لڑکوں کے سروں پر بھی اور گھوڑوں کی دوڑ کراتا اور جب کوئی بندر مرجاتا تھا تو اسکو اس کے

عَلَيْهِ وَ قِيلَ اِنَّ سَبَبَ مَوْتِهِ اَنَّهُ حَمَلَ قِرْدَةً وَ جَعَلَ يُنَقِّزُهَا فَعَضَّتْهُ وَ ذَكَرُوا عَنْهُ غَيْرَ ذٰلِكَ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذٰلِكَ

البدایہ والنہایہ ۲۳۵/۸

مرنے کا صدمہ ہوتا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ اسکی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بندر کو اٹھایا ہوا تھا اور اسکو اچھالتا تھا کہ اس نے اسکو کاٹ لیا۔ مؤرخین نے اس کے علاوہ بھی اس کے قبائح بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

شافعیوں کے امام اور جلیل القدر فقیہ علامہ الکیا الہراسی رحمۃ اللہ علیہ سے یزید کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یزید صحابہ میں سے ہے اور کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا۔

اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنَ الصَّحَابَةِ لِاَنَّهُ وُلِدَ فِي اَيَّامِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ اَمَّا قَوْلُ السَّلَفِ فَفِيهِ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْ اَبِي حَنِيفَةَ وَ مَالِكٍ وَ اَحْمَدَ قَوْلَانِ تَصْرِيحٌ وَ تَلْوِيحٌ وَ لَنَا قَوْلٌ وَاحِدٌ اَلتَّصْرِيحُ دُونَ التَّلْوِيحِ وَ كَيْفَ لَا يَكُونُ كَذٰلِكَ وَ هُوَ الْمُتَصَيِّدُ بِالْفَهْدِ وَ يُلَاعِبُ بِالنَّرْدِ وَ مُدْمِنِ الْخَمْرِ وَ مِنْ شِعْرِهِ فِي الْخَمْرِ ؎

اَقُولُ لِصَحْبٍ ضَمَّتِ الْكَاْسُ شَمْلَهُمْ
وَ دَاعِي صَبَابَاتِ الْهَوٰى يَتَرَنَّمُ

کہ وہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ اسکی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ رہا اُس پر لعنت کرنا تو اس میں سلف صالحین امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں ایک تصریح کے ساتھ (یعنی اسکا نام لیکر لعنت کرنا) دوسرا تلویح کے ساتھ (یعنی بغیر نام لیے اشارۃً جیسے اللہ امام کے قاتلوں اور دشمنوں پر لعنت کرے) لیکن ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ یزید چیتوں کا شکار کھیلتا اور نرد سے کھیلتا اور ہمیشہ شراب پیتا تھا چنانچہ اسی کے اشعار میں سے ایک شراب کے بارے میں

خذوا بنَصِيب من نَعِيم ولَذَّة فكلٌ وإن طالَ المُدى يتَصَرّمُ وكَتَبَ فصلاً طويلاً أضربنا عن ذِكرِهٖ ثم قَلّبَ الورَقَة وَ كَتَبَ ولو مددت ببَيَاض لَاطلقتُ العنانَ وبسطتُ الكلَام في مخازي هٰذا الرّجل

حیوۃ الحیوان ص۲۲۵ ج۲

یہ ہے۔ کہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کو دور جام و شراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی گرمیاں ترنم سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں اور لذتوں کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا خواہ اسکی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ (ہو لہذا جو عیش کرنا ہے کر لو پھر وقت ہاتھ نہیں آئیگا) اور اس پر فقیہ الہراسی نے ایک لمبی فصل لکھی ہے جس کے ذکر کو ہم نے (طول کی وجہ سے) چھوڑ دیا ہے۔ پھر انھوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتا اور کافی تفصیل سے اس شخص (یزید) کی رسوائیاں لکھتا۔

امام ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فَلَا يجوزُ اصلاً بخلافِ يزيدَ وابنِ زيادٍ وَ امثَالِهَا فانَ بَعضَ العُلَمَاءِ جوّز والعَنهُمَا بَل الامَامُ اَحمدُ بن حَنبلٍ قَال بكفرِ يَزيدَ لكن جَمهورَ اَهلِ السُّنّة لَا يجوزونَ لعنَهُ حيثُ لَم يَثبُت كُفرُهُ عِندهم

شرح شفاء ص۵۵۶ ج۲

پس ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہاں یزید اور ابن زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر جائز ہے کیونکہ بعض علماء کرام نے ان دونوں پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں۔ لیکن جمہور اہل سنّت یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کا کفر ثابت نہیں ہوا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کرا سخن است کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند۔ بعضے از علماء اہلِ سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔

(مکتوبات شریف ص۵۴)

یزید بے دولت صحابۂ کرام میں سے نہیں اسکی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت نے کئے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا بعض علماء اہلِ سنّت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است۔ توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہلِ سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ اند مگر آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب الجہنمی وامرأتہ نہ آنکہ او شایانِ لعنت نیست ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔

(مکتوبات شریف ص۲۵۱)

یزید بدبخت زمرۂ فاسقین سے ہے اسکی لعنت میں توقف کرنا اہلِ سنّت کے مقررہ قاعدہ کی بنا پر ہے کہ انھوں نے شخص معیّن پر اگرچہ کافر ہو لعنت کرنا جائز نہیں کیا مگر جبکہ یقیناً معلوم کرلیں کہ اسکا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اسکی عورت۔ نہ اس لیے کہ وہ لائق لعنت نہیں بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

مولانا عبد الحیّ لکھنوی فرماتے ہیں کہ:۔

بعضے در شانِ وے براہِ افراط و موالات رفتہ میگویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاق

بعض لوگ یزید کے معاملے میں براہِ افراط و دوستی کہتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے اتفاق

مسلماناں امیر شد اطاعتش را برامام حسین
واجب شد و ندانستند کہ وے باوجود امام
حسین امیر شود اتفاق مسلماناں کے شد۔
جماعتے از صحابہ و اولاد صحابہ خارج از
اطاعت او بودند و برخے کہ حلقۂ اطاعت
او بگردن انداختند چوں حال او از شرب
خمر و ترک صلوٰۃ و زنا و استحلال محارم
معائنہ کردند بمدینہ منورہ باز آمدند وخلع
بیعت کردند و بعضے گویند کہ وے امر بقتل
امام حسین نکردہ و نہ بداں راضی بود و نہ بعد
از قتل وے واہل بیت وے مستبشر شد و
ایں سخن نیز باطل است قال العلامۃ
التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ
والحق۔ الخ و بعضے دیگر گویند کہ قتل امام
حسین گناہ کبیرہ است نہ کفر و لعنت خصوص
بہ کفار است و نازم بر فطانت ایشاں ندانستند
کہ کفر یکطرف خود ایذائے رسول الثقلین
چہ ثمرہ می دارد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ
یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی
الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔
و بعضے دیگر گویند کہ حال خاتمۂ وے

سے امیر مقرر ہوا تھا لہذا اسکی اطاعت
امام حسین پر واجب تھی ایسے لوگ نہیں جانتے
کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کیسے
امیر ہوسکتا تھا اور اسکی امارت پر مسلمانوں
کا اتفاق کب ہوا؟ صحابہ کرام کی ایک جماعت
اور ان کی اولاد اسکی اطاعت سے خارج تھی
اور کچھ لوگ جنھوں نے اسکی اطاعت قبول
کی جب انھوں نے اس کے شرابی ہونے، تارک الصلوٰۃ
ہونے زناکار ہونے اور محارم کا حلال کرنے
والا ہونے کا معائنہ کیا تو مدینہ منورہ واپس
آکر خلع بیعت کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ
اس نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا
اور نہ وہ اس سے راضی تھا اور نہ وہ آپ کے
اور آپ کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش
ہوا یہ سخن بھی باطل ہے۔ علامہ تفتازانی
شرح عقاید نسفیہ میں فرماتے ہیں آگے
شرح عقائد کی وہ عبارت ہے، جو گزشتہ
صفحات میں گزر چکی ہے)
اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل
گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت مخصوص
بکفار ہے ایسے لوگوں کی فطانت پر افسوس

معلوم نیست شاید کہ وے بعد از ارتکاب
ایں کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و نفس آخر
وے بر توبہ رفتہ باشد و میل امام غزالی در احیاءِ
العلوم بایں طرف است و مخفی باد کہ احتمال
توبہ و رجوع از معاصی احتمالے ست و الا
آں بے سعادت آنچہ دریں امت کردہ ہیچکس
نہ کردہ باشد بعد از قتل امام حسینؓ اہانت
اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل
اہل آں فرستاد و در واقعۂ حرہ تا سہ روز مسجد
نبوی بے اذان و نماز ماند و من بعد لشکر کشی
بحرم مکہ معظمہ کردہ و شہادت عبد اللہ بن زبیر
دریں معرکہ در عین حرم مکہ واقع شد و ہمچو
مشاغل شغلے می داشت کہ مرد ایں جہاں را
پاک کرد و پسرش معاویہ بر سرِ منبر زشتیِ
حالِ پدرِ خود بیان کرد و اللہ اعلم بما
فی الضمائر و بعضے بیباکانہ بلعن آں شقی
تجویز می سازند از سلف و اعلامِ امت
امام احمد بن حنبل و امثالِ ایشاں بر وے
لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال عصبیت
در حفظِ سنت و شریعت می دارد در کتاب
خود لعن و برا از سلف منقول کردہ و علامہ

ان کو یہ نہیں معلوم کہ کفر تو دوسری چیز ہے
خود ایذائے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کیا
نتیجہ و ثمرہ رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
کہ بیشک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو ایذاء
پہنچاتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت میں اللہ کی
لعنت ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا
عذاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمے کا حال
معلوم نہیں۔ شاید اس نے کفر و معصیت کے
ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو اور اسکی آخری
سانس توبہ پر نکلی ہو۔ اور امام غزالی کا احیاء
العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور مخفی
نہ رہے کہ معاصی سے توبہ اور رجوع کا
صرف احتمال ہی احتمال ہے ورنہ اس
بے سعادت نے اِس اُمت میں جو کچھ کیا ہے
وہ کسی نے نہ کیا ہو گا۔ امام حسین کے قتل
کے بعد اہل بیت کی اہانت اور مدینہ منورہ
کے خراب کرنے اور وہاں کے رہنے والوں
کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور اس واقعۂ
حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و
نماز رہی اور اس کے بعد اُس لشکر نے حرم
مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور اس معرکہ میں عین

تفتازانی بکمال جوش و خروش برشے و براعوان و انصار وے لعنت کردہ اند و بعضے توقف کردہ اند و براہ سکوت رفتہ اند و مسلک اسلم آنست کہ آں شقی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نہ باید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بہ کفار گشتہ زبانِ خود را آلودہ نہ باید کرد در کف لسان از لعنِ ابلیس لعین باوجود منصوصیت کفرش ہم ہیچ خطر نیست ، فضلا عن یزید البلید (مجموعۃ الفتاویٰ ص $\frac{۸}{۳}$)

حرم کے اندر عبداللہ بن زبیر شہید ہوگئے (ایہم) اسی قسم کے مشاغل میں مصروف تھا کہ مر گیا اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے معاویہ (اصغر) نے بر سر منبر اس کے برے احوال بیان کیے اور پوشیدہ حالات کو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور بعض علماء کھلا اس شقی پر لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف اور اعلام امت سے امام احمد بن حنبل اور انکی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے۔ ابن جوزی نے جو حفظِ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید اور اُس کے انصار و اعوان پر لعنت کی ہے اور بعض نے توقف کیا ہے اور سکوت کی راہ اختیار کی ہے اور سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور ترحم کے ساتھ ہرگز یاد نہ کرنا چاہیئے اور نہ ہی اس پر لعنت کر کے جو کہ عرف میں کفار کے ساتھ مختص ہے اپنی زبان کو آلودہ کرنا چاہیئے جیسا کہ ابلیس لعین کے لعن سے باوجود اس کے کہ اس کا کفر منصوص ہے زبان روکنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ فضلا عن یزید البلید۔"

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فَامْتَنَعَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَيْعَتِهٖ لِاَنَّهٗ كَانَ فَاسِقًا مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ وَخَرَجَ الْحُسَيْنُ اِلٰى مَكَّةَ۔

سر الشہادتین ص ۱۲

پس انکار کیا امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے کیونکہ وہ فاسق شرابی اور ظالم تھا۔ اور امام حسین مکہ تشریف لے گئے۔

اور یہی شاہ صاحب اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

سوال: یزید پر لعن کرنے کے بارے میں بعض سے توقف منقول ہے تو اس بارہ میں تحقیق کیا ہے؟

جواب: اور اس حکم میں کہ یزید پر لعن کرنا چاہیئے یا نہیں، توقف اس وجہ سے ہے کہ روایات متعارضہ و متخالفہ یزید پلید کے بارہ میں شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت سے خوش ہوا اور اُس نے اہلِ بیت اور خاندانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ تو جن علماءؒ کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا۔ چنانچہ احمد بن حنبل اور کیا ہراسی جو فقہائے شافعیہ سے ہوئے ہیں اور دیگر علماء کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعضے روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور شہادت کی وجہ سے یزید نے ابن زیاد اور اس کے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء شافعیہ اور اکثر علماء حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع کیا ہے اور بعضے علمائے کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علماء نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہووے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لیے نہ ہو تو علماء پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ البتہ شمر و ابن زیاد پر۔

پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اس واسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے راضی تھے اور آپ کی شہادت سے وہ دونوں خوش ہوئے اور اس بارہ میں روایات میں تعارض نہیں اس لیے شمر و ابن زیاد پر لعن کرنے میں علماء سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بدنہاد پر لعن کرنا جائز ہے

(فتاویٰ عزیزی اردو صـ ۲۵۲/۱)

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

اہل بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے یہ لوازمِ سنّت اور محبتِ اہلِ بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو بُرا کہنا چاہیئے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیئے علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی حضرت امام حسین اور اہلِ بیت کے ساتھ کی اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیئے (فتاویٰ عزیزی اردو صـ ۲۳۲/۱)

حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :۔

بہرِ دنیا آں یزیدِ ناخلف دینِ خود کردہ برائے او تلف

اس نالائق ناخلف یزید نے دنیا کی خاطر اپنے دین کو برباد کیا !

زالِ دنیا چوں در آمد در نکاح کرد بر خود خونِ آں سیّد مباح

جب مکار دنیا کی بڑھیا اس کے نکاح میں آئی تو اس نے جگر گوشہ رسول سیّد حسین کے خون کو اپنے اوپر مباح کر لیا (مثنوی صـ ۶)

خاتمۃ المحققین عمدۃ المدققین مفتی بغداد العلامۃ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یزید پلید کے بارے میں فرماتے :۔

وَاَنَا اَقُولُ الَّذِی یَغْلِبُ عَلٰی ظَنِّی اور میں کہتا ہوں جو میرے گمان

أَنَّ الْخَبِيْثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ مَجْمُوْعَ مَا فَعَلَ مَعَ اَهْلِ حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَهْلِ حَرَمِ نَبِيِّهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَعِتْرَتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ فِى الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَمَا صَدَرَ مِنْهُ مِنَ الْمَخَازِىْ لَيْسَ بِاَضْعَفَ دَلَالَةً عَلٰى عَدَمِ تَصْدِيْقِهٖ مِنْ اِلْقَاءِ وَرَقَةٍ مِنَ الْمُصْحَفِ الشَّرِيْفِ فِىْ قَذَرٍ وَلَا اَظُنُّ اَنَّ اَمْرَهٗ كَانَ خَافِيًا عَلٰى اَجِلَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ اِذْ ذَاكَ وَلٰكِنْ كَانُوْا مَغْلُوْبِيْنَ مَقْهُوْرِيْنَ لَمْ يَسَعْهُمْ اِلَّا الصَّبْرُ لِيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا وَلَوْ سُلِّمَ اَنَّ الْخَبِيْثَ كَانَ مُسْلِمًا فَهُوَ مُسْلِمٌ جَمَعَ مِنَ الْكَبَائِرِ مَا لَا يُحِيْطُ بِهٖ نِطَاقُ الْبَيَانِ وَاَنَا اَذْهَبُ اِلٰى جَوَازِ

پر غالب ہے کہ وہ خبیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے والا نہیں تھا۔ بیشک اس کا مجموعی عمل جو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم پاک کے رہنے والوں کے ساتھ کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طیب و طاہر عترت یعنی اولاد کے ساتھ ان کی زندگی اور انکی وفات کے بعد جو کچھ روا رکھا اور جو کچھ اس سے ذلت آمیز افعال صادر ہوئے ہیں یہ زیادہ دلالت کرنے والے ہیں اسکی عدم تصدیق پر اس شخص کے عمل سے کہ جس نے قرآن پاک کے اوراق کو نجاست میں پھینکا[1] اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کا حال اس وقت کے جلیل القدر مسلمانوں پر مخفی تھا۔ لیکن وہ مغلوب و مقہور تھے اور ان کے لیے سوائے صبر کے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا (لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا) تاکہ تقدیر الٰہی پوری ہو کر رہے۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا کہ اس نے

---

[1] تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کے اوراق کو نجاست میں پھینکے وہ کافر ہے۔ المؤلف

لَعْنِ مِثْلِهِ عَلَى التَّعْيِينِ وَلَوْ لَمْ يُتَصَوَّرْ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ مِثْلٌ مِنَ الْفَاسِقِيْنَ وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ لَمْ يَتُبْ وَاحْتِمَالُ تَوْبَتِهِ اَضْعَفُ مِنْ اِيْمَانِهِ وَيُلْحَقُ بِهِ ابْنُ زِيَادٍ وَابْنُ سَعْدٍ وَجَمَاعَةٌ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَعَلَى اَنْصَارِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ وَشِيْعَتِهِمْ وَمَنْ مَالَ اِلَيْهِمْ اِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ مَا دَمَعَتْ عَيْنٌ عَلَى اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ -

تفسیر روح المعانی ص ۹۶/۲۶

اپنے لیے اتنے کبیرہ گناہ جمع کر لیے تھے کہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں اور میرے نزدیک یزید جیسے شخص معین پر لعنت کرنا جائز و درست ہے۔ اگرچہ اس جیسا کوئی فاسق بھی متصور نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اسکی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی کمزور ہے۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد۔ ابن سعد۔ اور اسکی جماعت کو بھی لاحق و شامل کیا جائے گا۔ پس اللہ عزّ وجلّ کی لعنت ہو ان سب پر اور انکے اعوان و انصار پر اور انکے گروہ پر اور جو بھی انکی طرف مائل ہو قیامت تک اور اس وقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابو عبد اللہ حسین رضی اللہ عنہ پر آنسو بہائے۔

یہی محقق، مدقق مفسر علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان اور بغض رکھنا علامتِ نفاق ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (حضرت) علی سے فرمایا اے علی

لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ نسائی شریف

تجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

حضرت ذر بن حبیش فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

وَاللّٰهِ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَءَ النَّسَمَةَ اِنَّهٗ لَعَهْدُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیَّ اَنْ لَّا یُحِبَّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضَنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ

احمد، ترمذی۔ نسائی۔ مسلم

قسم ہے اس ذات کی جو دانے کو پھاڑ کر درخت پیدا کرتا ہے اور آدمی کو ظاہر فرماتا ہے مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عہد ہے کہ مجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

فَیَا لَیْتَ شِعْرِیْ مَاذَا تَقُوْلُ فِیْ یَزِیْدَ الطَّرِیْدِ اَکَانَ یُحِبُّ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ اَمْ کَانَ یُبْغِضُهٗ وَلَا اَظُنُّكَ فِیْ مِرْیَةٍ مِنْ اَنَّهٗ عَلَیْهِ اللَّعْنَةُ کَانَ یُبْغِضُهٗ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَشَدَّ الْبُغْضِ وَکَذَا یُبْغِضُ وَلَدَیْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ عَلٰی جَدِّهِمَا وَاَبَوَیْهِمَا وَعَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کَمَا تَدُلُّ عَلٰی ذٰلِكَ الْاٰثَارُ الْمُتَوَاتِرَةُ مَعْنًی وَحِیْنَئِذٍ لَا مَجَالَ لَكَ عَنِ الْقَوْلِ بِاَنَّ اللَّعِیْنَ کَانَ مُنَافِقًا (روح المعانی پ ۲۶)

(اے مخاطب) تو کیا کہے گا یزید مردود کے بارے میں کیا وہ (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ سے محبت رکھتا تھا یا بغض؟ میں گمان کرتا ہوں کہ تو اس میں شک وشبہ نہ کرے گا وہ یزید علیہ اللعنہ حضرت علی کے ساتھ سخت بغض وعداوت رکھتا تھا اور اسی طرح ان کے دونوں بیٹوں حسن و حسین کے ساتھ بھی بغض وعداوت رکھتا تھا جیسا کہ معنوی طور پر احادیث متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں تو پھر تیرے لیے ضروری ہے یہ کہنا کہ وہ لعین منافق تھا

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

ثُمَّ کَفَرَ یَزِیْدُ وَمَنْ مَعَهٗ بِمَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَانْتَصَبُوْا الْعَدَاوَةَ اٰلِ

یزید اور اس کے ساتھیوں نے اس نعمت کا کفر کیا جو اللہ نے اُن پر کی تھی اور نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَتَلُوا حُسَيْنًا رَضِيَ اللهُ
عَنْهُ ظُلْمًا وَكُفْرًا يَزِيدُ
بِدِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْشَدَ اَبْيَاتًا حِيْنَ
قَتَلَ حُسَيْنًا رَضِيَ اللهُ
عَنْهُ مَضْمُوْنُهَا اَيْنَ
اَشْيَاخِي يَنْظُرُوْنَ انْتِقَامِي
بِآلِ مُحَمَّدٍ وَبَنِي هَاشِمٍ
وَاٰخِرُ الْاَبْيَاتِ ؎
وَلَسْتُ مِنْ جُنْدُبٍ اِنْ لَمْ
اَنْتَقِمْ ، مِنْ بَنِي اَحْمَدَ
مَا كَانَ فَعَلَ وَ اَيْضًا
اَحَلَّ الْخَمْرَ وَقَالَ ؎ مُدَامٌ
كَتِبْرٍ فِي اِنَاءٍ كَفِضَّةٍ وَسَاقٍ
كَبَدْرٍ مَعَ مُدَامٍ كَنَجْمٍ وَشَمْسُهُ
كَرْمٍ بُرُوْجُهَا قَعْرُهَا وَ مَشْرِقُهَا
السَّاقِي وَمَغْرِبُهَا فَمِي فَاِنْ حُرِّمَتْ
يَوْمًا عَلٰى دِيْنِ اَحْمَدَ فَخُذْهَا عَلٰى دِيْنِ
الْمَسِيْحِ بْنِ مَرْيَمَ ۔ تفسیر مظہری ص ۲۱/۵

صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی عداوت میں
کھڑے ہو گئے اور انھوں نے حضرت حسین
رضی اللہ عنہ کو ظلم سے شہید کیا اور یزید نے
دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا
یہاں تک کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ
عنہ کے قتل کے وقت یہ اشعار کہے کہ "کہاں
ہیں میرے بزرگ کہ وہ میرا بدلہ لینا دیکھ
لیں آلِ محمد اور بنی ہاشم سے" اور آخری
شعر یہ ہے "میں جندب کی اولاد میں سے
نہیں ہوں گا اگر میں احمد کی اولاد سے
بدلہ نہ لوں جو کچھ انھوں نے کیا۔" نیز اس
نے شراب کو حلال کیا اور شراب کے بارے
میں اس کے یہ اشعار ہیں: "شراب کا خزانہ ایسے
برتن میں ہے جو کہ مثل چاندی کے ہے اور
انگور کی شاخ انگوروں کے ساتھ لدی ہوئی
ہے جو کہ مثل ستاروں کے ہیں انگور کی بیل
کی گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے
اس آفتاب (شراب) کا مشرق ساقی کا ہاتھ
ہے اور (شراب) کے غروب ہونے کی جگہ میرا منہ
ہے۔ پس اگر یہ شراب دینِ احمد میں ایک
دن حرام ہوئی ہے تو اے مخاطب! تو اسکو مسیح ابن مریم کے دین پر لے لے یعنی حلال سمجھ۔

اور یہی قاضی صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

غرضیکہ کفر یزید از روایت معتبرہ ثابت می شود پس او مستحق لعن است اگرچہ در لعن گفتن فائدہ نیست لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ مقتضی آنست۔ واللہ اعلم۔ (المکتوبات ص۲۲)	غرضیکہ یزید کا کفر معتبر روایت سے ثابت ہے پس وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اس کا مقتضی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اس طائفہ خائفہ خصوصاً اُن کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں یزید مرید اور ان کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم و فسق متواتر مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجۂ تواتر پر ہیں۔" (الکوکبۃ الشہابیہ ص۶۲)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

"کہ یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے اور خود نہ کہیں گے۔" (الملفوظ ص۴۲)

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

"اوس خبیث (یزید) نے مسلم بن عقبہ مری کو مدینہ سکینہ پر بھیج کر سترہ سو مہاجرین و انصار و تابعین کبار کو شہید کرایا اور اہل مدینہ لوٹ اور قتل اور انواع مصائب میں مبتلا ہوئے اور فوج اشقیاء نے مسجد اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز نہ پڑھنے دی۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر جبر بیعت لی کہ چاہے بیچے چاہے آزاد کرے۔ جو کہتا میں خدا و رسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کی بے حرمتی کر چکے خانۂ خدا پر چلے۔ راہ میں مسلم بن عقبہ مر گیا

حصین بن نمیر نے مع فوج کثیر مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کو جلا دیا اور وہاں کے رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم و ستم کیا۔" (احسن الوعاء ص ۲۰۷)

چوتھے مقام پر فرماتے ہیں :۔

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ و رسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں ؟

الجواب :۔ یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی۔ اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت ص ۱۵۶) پانچویں مقام پر فرماتے ہیں :۔

سوال ! کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو برا نہ کہا جائے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے وہاں نہ جانا چاہیئے تھا کیوں گئے اور یہ علی جنگ تھی۔

الجواب :۔ یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔ غلاف شریف پھاڑا اور جلایا مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوانِ مبارک چُور ہو گئے۔ سرِ انور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے۔ اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن کریم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا۔ لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر۔ اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ اور توبہ تا دمِ غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہلِ سنّت کے خلاف ہے اور ضلالت و بد دینی صاف ہے بلکہ امضافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبتِ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمہ ہو وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہلِ سنّت کا عدو و عنود ہے۔ ایسے گمراہ بد دین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے۔

اصل غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دشت کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو اُن کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضیٰ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کا دل دُکھا چکا ہے۔ اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(عرفانِ شریعت ص ۳۱/۲)

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے ریحانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت۔ آجکل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں اُن کے مقابلہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود خارجی، ناصبی، مستحقِ جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماءِ اہلِ سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔ (بہار شریعت ص ۱/۲)

اس سلسلے میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال:- امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت محض تقلید للشیعہ حضرات اہلِ سنت والجماعت مانتے ہیں یا اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور محض شیعوں کی تقلید سے یہ بات مانی جاتی ہے کیونکہ صرف جان دینا شہادت نہیں بلکہ جان دینا واسطے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے شہادت ہے (کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا) اور کربلا کے معرکہ میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے وہاں تو صرف یہ بات تھی کہ یزید کے لشکر نے بحکم یزید یہ چاہا کہ آپ یزید کی سلطنت میں داخل

ہو جائیے اور یزید کو بادشاہ وقت تسلیم کر لیجئے! مگر امام حسین نے یزید کو بادشاہ وقت نہیں تسلیم کیا اور صاف انکار کر کے یہ فرمایا (ماعندی لهذا جواب) پس ایسی صورت میں یزید کے لشکر اگر سیاست سے کام نہ لیتے تو کیا کرتے۔ کیونکہ اسلام میں بھی تو سیاسی احکام موجود ہیں اور سیاست کا اقتضا تو یہی ہے کہ جو کوئی بادشاہ وقت کی سلطنت سے انکار کرے اور بادشاہ کا مدّ مقابل بننا چاہے تو اس کو مار ڈالو۔ چنانچہ صحاح ستہ میں تقریباً انہیں الفاظ کی حدیث ہے۔ (اذا اجتمع امرکم احد ثم جاء الآخر یرید علی الامر فاضربوا عنقه) یعنی جبکہ امر سلطنت کسی ایک پر مجتمع ہو اور سلطنت کی باگ کسی ایک کے قبضہ میں آوے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص مدّ مقابل بننا چاہے تو اسکی گردن مارو۔ اور اس میں شک نہیں کہ احکامِ شریعت عام ہیں۔ اہلِ بیت وغیرہ سب اس میں یکساں شامل ہیں پس اگر یزید کے لشکر نے اس حدیث پر عمل کیا اور امام حسینؓ جو انکے مدِّ مقابل بننا چاہتے تھے تو انہوں نے کیا بے جا کیا؟ کیونکہ امام حسینؓ مکہ معظمہ سے اسی خیال پر گئے تھے کہ تخت نصیب ہو گا باوجودیکہ ابن عباس وغیرہ تجربہ کار صحابہ کرام ان کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ اہلِ کوفہ کے خطوط پر نہ اعتماد کیجئے مگر امام حسین نے نہیں مانا اور اہلِ کوفہ نے جو متعدد خطوط ان کو لکھے تھے کہ آپ آیئے جب آپ تشریف لائیں گے تو ہم سب تمہارے ساتھ ہو جائیں گے اور یزیدیوں کو نکال کر آپ کو تخت پر بٹھائیں گے چنانچہ آپ نے اُن کے خطوط پر بھروسا کیا اور گئے مگر اہلِ کوفہ نے وفا نہیں کی اور کسی نے ساتھ نہیں دیا اور اس لیے (کوفی لَا یُوفِیْ) مشہور ہوا۔ چونکہ یزیدیوں کو خبر لگی کہ امام حسین ہمارے مدِّ مقابل بننے کے لیے آئے۔ اس لیے انہوں نے یہ چالاکی کی کہ آپ کو کوفہ میں آنے ہی نہیں دیا بلکہ راہ میں اور فراط کے اس پار آپ کو روک دیا۔ طرح طرح کی کوشش کی کہ امام حسین یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کریں اور قتال کی نوبت نہیں آئے۔ چنانچہ پانی بند کیا اور قسم قسم کی تکالیف دیں تاکہ امام صاحب کسی طرح مان جائیں اور قتال کا موقع درمیان

میں نہ آئے جب یزیدی مجبور ہوئے تو انھوں نے عملاً بالحدیث المذکور سیاست سے کام لیا۔ پس شہادت کیوں ہوئی اور یہ بھی نہیں کہا جاتا کہ یزید کو بادشاہ تسلیم کرنا ناجائز تھا۔ اس لیے امام حسین نے تسلیم نہیں کیا۔ اور جان دے دی۔ کیونکہ یزید کو بہت سے صحابہ کرام نے بادشاہِ وقت مان لیا تھا اور اُن میں سے بہت ایسے بھی تھے جو مرتبے میں بحکمِ قرآن امام حسین سے بڑے تھے (قال اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا) یعنی فتح سے قبل جنھوں نے جہاد مالی و نفسی کیا ہے ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے ان لوگوں سے جنھوں نے بعد فتحِ مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام حسین و نیز امام حسن نے نہ جہاد مالی اور نہ نفسی قبل فتحِ مکہ کے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو قبلِ فتحِ مکہ کے کم سن بچے تھے۔ پس وہ اصحاب کرام جنھوں نے قبل فتحِ مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں بحکم قرآن مرتبے میں بڑے ہوئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حضرات صحابہ میں سے بہت سے یزید کی سلطنت میں شامل تھے اور اس کو بادشاہِ وقت تسلیم کر لیا تھا۔ اس لیے یہ کہنا بھی غیر ممکن ہے کہ یزید کو بادشاہ وقت ماننا گناہ کبیرہ تھا لہٰذا اس حدیث پر (لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ) امام حسین نے عمل کیا اور جان دے دی۔ کیونکہ اگر ایسا مانا جائے گا تو ان صحابہ پر فسق کا الزام عائد ہوگا جس کو کوئی سُنّی کہہ نہیں سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کرنا گناہ نہ تھا کیونکہ یزید دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو فاسق مسلمان مانا جائے گا یا کافر مانا جائے گا۔ اگر کافر بھی مانا جائے گا تو کافر کی اطاعت بھی فی غیر معصیۃ در وقت مجبوری جائز ہے۔ (قال اللہ تعالیٰ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعہ کربلا میں یزید کے غلبہ کو دیکھ کر ضرور یہ کہنا صحیح ہے کہ امام حسین کو اس آیہ

پرعمل کرنا ضرور جائز تھا مگر انھوں نے کیوں عمل نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی شان میں وارد ہے (سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ) کیونکہ اس سے اور شہادت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ حدیث بھی بہ تقدیر صحت کے بطور عموم کے قابل نہیں کیونکہ صحابہ کرام میں سے بہت سے شباب ہوں گے جو (مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ) میں داخل ہیں یعنی ان کا مرتبہ یقیناً حسین سے بڑا ہے اور یہ بھی نہیں کہ شہادت پر اجماع ہے کیونکہ اجماع کے لیے سند درکار ہے (وَاَیْنَ ھُوَ) یہ البتہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ امام حسینؓ سے غلطی اجتہادی ہوئی اس لیے انھوں نے جان دے دی مگر اس میں میرا کلام نہیں کلام تو اس میں ہے کہ ہم لوگ کس دلیل کی بنا پر ان کو شہید سمجھیں گے۔ کیونکہ مجتہد کی غلطی صرف ان کے حق میں کام آنے والی ہے کہ کم از کم ایک اجر اُن کو ملا۔ غیروں کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔ فقط۔ جناب کی عادتِ شریفہ یہ ہے کہ ضرور جواب دیتے ہیں مگر نہ معلوم کس وجہ سے مجھے جواب نہیں دیتے ہیں بہر حال ملتمس ہوں کہ جواب سے ارشاد فرمائیے۔ جواب تفصیلی ہو تا کہ دوبارہ تکلیف دہی کی نوبت نہ آئے۔ فقط۔

جواب :۔ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا۔ حضرت امام نے ناجائز سمجھا۔ اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر اُن کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید بھی کراتا تھا خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسنؓ کے قتل کی بنا یہی تھی۔ اور مسلّط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلّط ہونا کب جائز ہے۔ خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا

کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہلِ حل و عقد کسی کو خلیفہ بناتے۔ (امداد الفتاوٰی ص۵۱۲)

ف! سائل نے اپنے سوال میں جو شبہات وارد کئے ہیں ان کا تفصیلی جواب اس کتاب کے گزشتہ اور آئندہ صفحات میں بفضلہٖ تعالیٰ قارئین کو واضح طور پر مل جائے گا۔ اس فتوٰی کے نقل کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ جناب تھانوی صاحب کے نزدیک یزید کی حیثیت کیا ہے اور آج بعض دیوبندی کہلانے والے یزید کو کیا سمجھ رہے ہیں۔ اور سنئے ایک سوال کے جواب میں یہی تھانوی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

فی الحقیقت واقعۂ جانکاہ جناب سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وَعَنْ اَحِبَّاءِہٖ وَسَخِطَ عَلٰی قَاتِلِیْہِ وَاَعْدَاءِہٖ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان و حور و ملک و جن و انس و جمادات و نباتات و حیوانات قیامت تک یہ کہہ کر رو دیں کہ ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا

صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

تو بھی تھوڑا ہے مگر خیال کرنے کی بات ہے کہ جنکی محبت میں رو دیں پیٹیں تو جو حرکات ان کے خلافِ طبع ہوں ان کا ارتکاب ان حضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت عداوت کرنا ہے۔ (بقدر ضرورت) فتاوٰی اشرفیہ ص۱

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:-

بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کفِّ لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتلِ حسین کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید حلال قتل کو جانتا تھا محقق نہیں لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔ (فتاوٰی رشیدیہ ص۲)

یہی گنگوہی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہرچند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار سے

اور قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ اِن مفاسد سے راضی وخوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یونہی ہے۔ اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اوّل میں وہ مومن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔ لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیثِ منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جوازِ لعن وعدمِ جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۹)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئ مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں :-

بالجملہ بر اصول اہل سنت حال یزید بہ نسبت سابق متبدل شود نزد بعض کافر شد و نزد بعض کفرِ او متحقق نہ گشت۔ اسلام سابق مخلوط بفسق لاحق شد۔ اگر حضرت امام کافرش پنداشتند در خروج بر وچہ خطا کردند۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اہمیں خاطر پسند خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن است کہ کفر کسے نزدیک متحقق شود و نزد دیگراں نشود ہمچنیں خروج بر ودر حق ایں وآں مختلف خواہد بود۔ اتفاق در تکفیر و تفسیق و تعدیل و تجریح کسے از ضروریات دینی از بدیہات

الحاصل اہلِ سنت کے اصول پر یزید کی پہلی حالت بدل گئی۔ بعض کے نزدیک وہ کافر ہوگیا اور بعض کے نزدیک اس کا کفر متحقق نہ ہوا بلکہ اس کا پہلا اسلام فسق کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ اگر امام حسین نے اسکو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں کیا غلطی کی؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہی بات پسند آئی۔ چنانچہ ممکن ہے کہ کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت ہو اور دوسرے کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ اسی طرح اس پر خروج کرنے میں بھی اختلاف ہو جائیگا اور تکفیر، تفسیق تعدیل اور تجریح

عقل نیست۔ وغیرہ میں کسی کا اتفاق کرنا ضروریاتِ دینیہ یا
(مکتوبات شیخ الاسلام صہ ۲۵۸/۱) بدیہیات عقلی میں سے نہیں ہے۔

مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں :۔

بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں خواہ متابعین ہوں یا مخالفین۔ پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین محدثین فقہاء مثل علامہ قسطلانی۔ علامہ بدرالدین عینی۔ علامہ ہیتمی۔ علامہ ابن جوزی۔ علامہ سعد الدین تفتازانی۔ محقق ابن ہمام۔ حافظ ابن کثیر۔ علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

(شہید کربلا اور یزید صہ ۱۸۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

فسق تو فسق بعض ائمہ کے یہاں تو یزید کی تکفیر تک کا مسئلہ بھی زیر بحث آگیا یعنی جن کو ان کے قلبی دواعی اور اندرونی جذبات کھلنے پر ان کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس پر کفر تک کا حکم لگا دیا گویا جمہور کا مسلک نہیں لیکن اس سے کم از کم اس کے فسق کی تصدیق اور تائید تو ضرور ہو جاتی ہے۔ (شہید کربلا اور یزید صہ ۱۲۳)

غیر المقلدین کے امام نواب صدیق حسن خانصاحب فرماتے ہیں :۔

ابن عباس کہتے ہیں میں نے حضرت صلعم کو خواب میں وقت دوپہر کے پریشاں مو ہوئے گرد آلودہ دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی اس میں خون تھا میں نے کہا اے رسولِ خدا یہ کیا ہے فرمایا خون ہے حسینؓ اور اصحابِ حسینؓ کا میں اسکو پاس اللہ عزّ وجلّ کے لیے جاتا ہوں۔ بعد چند روز کے خبر آئی کہ وہ اوسی دن اوسی گھڑی مارے گئے رواہ البیہقی۔ لوگوں نے جنات کا نوحہ حسینؓ پر سنا کما اخرجہ ابو نعیم وغیرہ۔ اور بہت سے لوگوں نے ذکر

کیا ہے کہ جب ان کے سر شریف کو پاس یزید بن معاویہ کے لے چلے راہ میں ایک جگہ اترے وہاں ایک بت خانہ تھا وہاں قیلولہ کیا اس کی دیوار پر لکھا پایا ؎

اَتَرجُوا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیناً شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَومَ الحِسَابِ

مقریزی نے خطط میں ذکر کیا ہے کہ جب حسینؓ مارے گئے آسمان رویا۔ اس کا رونا یہی سرخی فلک کی ہے عطا نے اس آیت میں فَمَا بَکَتْ عَلَیْھِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ کہا ہے بکاؤھا حمرۃ اَطرافِھا زہری نے کہا ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ دن قتل حسین کے کوئی پتھر احجار بیت المقدس میں کا نہیں اٹھایا گیا لیکن نیچے اس کے خون سرخ تازہ نکلا اور دنیا تین دن تک تاریک رہی لشکر حسینؓ کے اونٹوں کو نحر کر کے پکایا تھا وہ علقم کی طرح ہو گئے کوئی شخص اُن کا گوشت نہ کھا سکا اور آسمان سے خون برسا انکی ہر شے خون آلودہ ہو گئی انتہیٰ۔ زہری نے کہا قاتلان حسین میں سے کوئی شخص نہ بچا لیکن آخرت سے پہلے دنیا میں بھی معاقب ہوا یا تو مارا گیا یا رُوسیاہ ہو گیا یا اسکی خلقت متغیر ہو گئی یا مدت یسیر میں اس کا ملک زائل ہو گیا۔ سبط ابن الجوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی فقط اس معرکہ میں حاضر ہوا تھا وہ اندھا ہو گیا اس سے پوچھا گیا سبب ہے کہا میں نے حضرتؐ کو دیکھا کہ ذراع برہنہ کئے ہوئے ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہیں اور ایک نطع ہے اور اس پر دس نفر جنھوں نے حسینؓ کو قتل کیا تھا مذبوح پڑے ہیں پھر مجھ پر لعنت کی اور برا کہا اور ایک سلائی خونِ حسینؓ کی میری آنکھوں میں پھیر دی میں صبح کو اندھا اٹھا یہ بھی سبط ابن الجوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سر مبارک حسین کو گردن اسپ سے لٹکایا تھا بعد چند روز کے وہ قار سے بھی زیادہ سیاہ رُو ہو گیا اور بہت بُری حالت پر مرا ایک شخص نے یہ حکایت سُنکر انکار کیا آگ لپک کر اس کے بدن میں جا لگی اور اس کو جلا دیا (تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر۔ ص۴۹)

ابن عباس کہتے ہیں اللہ نے حضرتؐ کو وحی کی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے عوض

ستر ہزار قتل کئے اور میں عوض تمھارے نواسے کے دوبار ستر ستر ہزار قتل کروں گا۔
اخرجه الحاکم وصححه وقال الذهبی فی التلخیص علی شرط مسلم
حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ایک طریق ضعیف سے آیا ہے کہ علی نے رفعا کہا ہے کہ قاتل
حسین ایک تابوت نار میں ہے اسکو نصف عذاب اہل دنیا کا ہوتا ہے۔ سیوطی نے محاضرات
و محاورات میں کہا ہے کہ کوفہ میں ایک سال چیچک ہوئی ڈیڑھ ہزار ذریت ان لوگوں کی
جو حاضر و قاتل حسین تھے اندھی ہو گئی نسائل اللہ العافیۃ۔

ف ! قصۂ شہادت امام حسین کا تفصیل وار بروایات صحیحہ کتاب سر الشہادتین
میں لکھا ہے اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیئے۔ لعن یزید میں اختلاف ہے ایک گروہ اہل
علم کے نزدیک امر و رضار یزید دربارۂ قتل امام ثابت نہیں ہے وہ لعن سے منع کرتے
ہیں۔ غزالی وغیرہ کا میل اسی طرف ہے وہ کہتے ہیں ابلیس بالاجماع ملعون ہے لیکن
اس پر لعنت کرنا مطلوب نہیں ہے اور نہ یہ لعنت کوئی عبادت و فضیلت رکھتی ہے یزید
جانے اور اللہ جانے۔ دوسرا گروہ جس کے نزدیک یہ فعل یزید کا تھا وہ لعن کو جائز
کہتا ہے تفتازانی اسی طرف گئے ہیں اور کہا ہے نحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه
لعنة الله علیه وعلی انصاره واعوانه۔ راجح یہی ہے کہ سکوت افضل ہے اس
شغل سے رہا یہ فقرہ بعض اشخاص کا کہ قتل الحسین لبیف جده سو اس سے اہل ایمان
کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہے مجرد وسوسۂ خاطر
ہے۔ (تشریف البشر ص ۵۲)

جناب ابوالاعلیٰ مودودی سابق امیر جماعت اسلامی لکھتے ہیں :-

یزید کے دور میں تین ایسے واقعات ہوئے جنھوں نے پوری دنیائے اسلام کو
لرزہ براندام کر دیا۔
پہلا واقعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ بلا شبہ وہ اہل عراق

کی دعوت پر یزید کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، اور یزید کی حکومت انھیں برسرِ بغاوت سمجھتی تھی۔ ہم اس سوال سے تھوڑی دیر کے لیے قطع نظر کیے لیتے ہیں کہ اصول اسلام کے لحاظ سے حضرت حسین کا یہ خروج جائز تھا یا نہیں۔ اگرچہ انکی زندگی میں اور ان کے بعد صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک شخص کا بھی یہ قول ہمیں نہیں ملتا کہ ان کا خروج ناجائز تھا اور وہ ایک فعل حرام کا ارتکاب کرنے جا رہے تھے۔ صحابہ میں سے جس نے بھی ان کو نکلنے سے روکا وہ اس بنا پر تھا کہ تدبیر کے لحاظ سے یہ اقدام نامناسب ہے۔ تاہم اس معاملہ میں یزید کی حکومت کا نقطۂ نظر ہی صحیح مان لیا جائے تب بھی یہ تو امر واقعہ ہے کہ وہ کوئی فوج لیکر نہیں جا رہے تھے، بلکہ ان کے ساتھ ان کے بال بچے تھے اور صرف ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے۔ اسے کوئی شخص بھی فوجی چڑھائی نہیں کہہ سکتا۔ ان کے مقابلہ میں عمر بن سعد بن ابی وقاص کے تحت جو فوج کوفہ سے بھیجی گئی تھی اسکی تعداد ۴ ہزار تھی۔ کوئی ضرورت نہ تھی کہ اتنی بڑی فوج اس چھوٹی سی جمعیت سے جنگ ہی کرتی اور اسے قتل کر ڈالتی وہ اسے محصور کر کے باسانی گرفتار کر سکتی تھی۔ پھر حضرت حسین نے آخر وقت میں جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ یا تو مجھے واپس جانے دو یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو یا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی نہ مانی گئی اور اصرار کیا گیا کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد (کوفہ کے گورنر) ہی کے پاس چلنا ہوگا۔ حضرت حسین اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے، کیونکہ مسلم بن عقیل کے ساتھ جو کچھ وہ کر چکا تھا وہ انھیں معلوم تھا آخرکار ان سے جنگ کی گئی۔ جب ان کے سارے ساتھی شہید ہو چکے تھے اور وہ میدان جنگ میں تنہا رہ گئے تھے اسوقت بھی ان پر حملہ کرنا ضروری سمجھا گیا اور جب وہ زخمی ہوکر گر پڑے تھے اسوقت ان کو ذبح کیا گیا۔ پھر ان کے جسم پر جو کچھ تھا وہ لوٹا گیا حتیٰ کہ ان کی لاش پر سے کپڑے تک اتار لیے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑا کر اسے روندا گیا۔ اس کے بعد ان کی قیام گاہ کو لوٹا گیا اور خواتین کے جسم

پرے چادریں تک اتار لی گئیں۔ اس کے بعد اُن سمیت تمام شہدائے کربلا کے سر کاٹ کر کوفے جائے گئے اور ابن زیاد نے نہ صرف بر سرِ عام انکی نمائش کی بلکہ جامع مسجد میں ممبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَظْهَرَ الْحَقَّ وَ اَهْلَهٗ وَ نَصَرَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَزِیْدَ وَحِزْبَهٗ وَقَتَلَ الْکَذَّابَ ابْنَ الْکَذَّابِ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ وَ شِیْعَتَهٗ۔ پھر سارے سر یزید کے پاس دمشق بھیجے گئے اور اس نے بھرے دربار میں انکی نمائش کی (اس پوری داستان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الطبری ج ۴ ص ۳۰۹ تا ۳۵۶۔ ابن الاثیر ج ۳، ص ۲۸۲ تا ۲۹۹۔ البدایہ ج ۸، ص ۱۷۰ تا ۲۰۴۔)

فرض کیجئے کہ حضرت حسین یزید کے نقطۂ نظر کے مطابق بر سر بغاوت ہی تھے، تب بھی کیا اسلام میں حکومت کے خلاف خروج کرنیوالوں کے لیے کوئی قانون نہ تھا؟ فقہ کی تمام مبسوط کتابوں میں یہ قانون لکھا ہوا موجود ہے مثال کے طور پر صرف ہدایہ اور اسکی شرح فتح القدیر، باب البغاۃ میں اسکو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس قانون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ ساری کارروائی جو میدان کربلا سے لیکر کوفے اور دمشق کے دربار تک کی گئی اس کا ایک ایک جز قطعاً حرام اور سخت ظلم تھا۔ دمشق کے دربار میں جو کچھ یزید نے کیا اور کہا اس کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ لیکن ان سب روایتوں کو چھوڑ کر ہم یہی روایت صحیح مان لیتے ہیں کہ وہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کے سر دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں حسین کے قتل کے بغیر بھی تم لوگوں کی طاعت سے راضی تھا۔ اللہ کی لعنت ہو ابن زیاد پر، خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا اور یہ کہ خدا کی قسم اے حسین میں تمھارے مقابلے میں ہوتا تو تمھیں قتل نہ کرتا۔ پھر یہ بھی سوال لازماً پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم عظیم پر اس نے اپنے سر پھرے گورنر کو کیا سزا دی؟ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس نے ابنِ زیاد کو نہ کوئی سزا دی، نہ اسے معزول کیا نہ اسے ملامت ہی کا کوئی خط لکھا اسلام تو خیر بدرجہا بلند چیز ہے۔ یزید میں اگر انسانی

شرافت کی بھی کوئی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا اور اسکی حکومت نے ان کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

اس کے بعد دوسرا سخت المناک واقعہ جنگ حرّہ کا تھا جو ۶۳ھ کے اخر اور خود یزید کی زندگی کے آخری ایام میں پیش آیا اس واقعہ کی مختصر روداد یہ ہے کہ اہل مدینہ نے یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم قرار دیکر اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کے عامل کو شہر سے نکال دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سربراہ بنا لیا۔ یزید کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ المری کو (جسے سلف صالحین مُسرف بن عقبہ کہتے ہیں) ۱۲ ہزار فوج دیکر مدینہ پر چڑھائی کے لیے بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ تین دن تک اہل شہر کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دیتے رہنا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا اور جب فتح پالو تو تین دن کے لیے مدینہ کو فوج پر مباح کر دینا۔ اس ہدایت پر یہ فوج گئی جنگ ہوئی۔ مدینہ فتح ہوا اور اس کے بعد یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لیے فوج کو اجازت دے دی گئی کہ شہر میں جو کچھ چاہے کرے ان تین دنوں میں شہر کے اندر ہر طرف لوٹ مار کی گئی۔ شہر کے باشندوں کا قتل عام کیا گیا۔ جسمیں امام زہری کی روایت کے مطابق سات سو معززین (صحابہ) اور دس ہزار کے قریب عوام مارے گئے۔ اور غضب یہ ہے کہ وحشی فوجیوں نے گھروں میں گھس گھس کر بے دریغ عورتوں کی عصمت دری کی۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حتی قیل انہ حملت الف امرة فی تلک الایام من غیر زوج (کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں (اس واقعہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الطبری ج ۴ ص ۳۷۲ تا ۳۷۹۔ ابن الاثیر ج ۳ ص ۳۱۰ تا ۳۱۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹ تا ۲۲۱) بالفرض اہلِ مدینہ کی بغاوت ناجائز ہی تھی مگر کیا کسی باغی مسلمان آبادی بلکہ غیر مسلم باغیوں اور حربی کافروں کے ساتھ بھی

اسلامی قانون کی رُو سے یہ سلوک جائز تھا؟ اور یہاں تو معاملہ کسی اور شہر کا نہیں، خاص مدینۃ الرسول کا تھا جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات بخاری، مسلم، نسائی اور مسند احمد میں متعدد صحابہ سے منقول ہوئے ہیں کہ لا یرید احدٌ المدینۃ بسوءٍ الا اذابہ اللہ فی النار ذوب الرّصاص (مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی بُرائی کا ارادہ کریگا اللہ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دیگا) اور من اخاف اھلَ المدینۃ ظلماً اخافہُ اللہُ وعلیہ لعنۃُ اللہ والملائکۃ والنّاسِ اجمعین لا یقبلُ اللہُ منہ یومَ القیامۃ صرفاً ولا عدلاً (جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے خوف زدہ کریگا۔ اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے قیامت کے روز اللہ اس سے کوئی چیز اس کے گناہ کے فدیے قبول نہ فرمائے گا)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ انھی احادیث کی بنیاد پر علماء کے ایک گروہ نے یزید پر لعنت کو جائز رکھا ہے اور ایک قول انکی تائید میں امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔ مگر ایک دوسرا گروہ صرف اس لیے اس سے منع کرتا ہے کہ کہیں اسطرح اس کے والد یا صحابہ میں سے کسی اور پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔ حضرت حسن بصری کو ایک مرتبہ یہ طعنہ دیا گیا کہ آپ جو بنی امیہ کے خلاف خروج کی کسی تحریک میں شامل نہیں ہوتے تو کیا آپ اہل شام (یعنی بنی امیہ) سے راضی ہیں؟ جواب میں انہوں نے فرمایا میں اور اہل شام سے راضی ہوں؟ خدا ان کا ناس کرے۔ کیا وہی نہیں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم کو حلال کر لیا اور تین دن تک اس کے باشندوں کا قتل عام کرتے پھرے۔ اپنے نبطی اور قبطی سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کر گزرنے کی چھوٹ دے دی اور وہ شریف دیندار خواتین پر حملے کرتے رہے اور کسی حرمت کی ہتک کرنے سے نہ رُکے۔ پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے اس پر سنگ باری کی اور اسکو آگ لگائی ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ بُرا انجام دیکھیں (ابن الاثیر صفحہ ۱۲ج۴)

تیسرا واقعہ وہی ہے جس کا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں ذکر کیا ہے مدینہ سے فارغ ہونے کے بعد وہی فوج جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں یہ اودھم مچایا تھا حضرت ابن زبیر رضی سے لڑنے کے لیے مکہ پر حملہ آور ہوئی اور اس نے منجنیقیں لگا کر خانہ کعبہ پر سنگ باری کی جس سے کعبہ کی ایک دیوار شکستہ ہو گئی۔ اگر چہ روایات یہ بھی ہیں کہ انھوں نے کعبہ پر آگ بھی برسائی تھی لیکن آگ لگنے کے کچھ دوسرے وجوہ بھی بیان کیے جاتے ہیں البتہ سنگ باری کا واقعہ متفق علیہ ہے۔

ان تمام احادیث اور روایات سے یزید کا کردار، اس کی سیرت اور اسکا مقام اظہر من الشمس ہے تمام صحابہ کرام۔ ائمہ عظام اور علماء اعلام اس کے فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی ہونے پر متفق ہیں اور جہاں تک اس کے کافر ہونے اور مستحق لعنت ہونے کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کھلم کھلا اس کی تکفیر کی اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دیا۔ اور بعض نے اس سے منع اور بعض نے سکوت اختیار کیا۔ کماعرؔ لیکن یہ کہنا کہ وہ عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، نہایت صالح اور پابند صوم و صلوٰۃ اور صدرجہ کریم النفس اور حلیم الطبع وغیرہ تھا۔ بالکل جھوٹ اور سراسر غلط ہے۔ جس کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسا عقیدہ و نظریہ اسی کا ہو سکتا ہے جس کے دل میں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بغض اور نفاق کا مرض ہو۔

اب خود یزید کے ہم عصر حضرات صحابہ و تابعین کا یزید کے متعلق بیان ملاحظہ ہو۔

یزید کے ہم عصر حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا یزید کے متعلق بیان

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں :-

فَوَاللّٰہِ مَا خَرَجْنَا عَلٰی یَزِیْدَ	خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت
حَتّٰی خِفْنَا اَنْ نُّرْمٰی بِالْحِجَارَۃِ	اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں یہ خوف لاحق
مِنَ السَّمَاءِ اِنَّ رَجُلًا یَنْکِحُ	ہو گیا کہ اسکی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر
الْاُمَّھَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْاَخَوَاتِ	آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں۔ کیونکہ یہ
وَیَشْرَبُ الْخَمْرَ وَیَدَعُ الصَّلٰوۃَ	شخص (یزید) ماؤں بیٹیوں اور بہنوں
طبقات ابن سعد ص ۶۶/۵	کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب
ابن اثیر ص ۴۱/۴	پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

حضرت عمر بن سبیہ فرماتے ہیں کہ یزید نے اپنے والد کے حین حیات میں ایک حج کیا۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے شراب کی مجلس قائم کی۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور ملاقات کی اجازت چاہی تو ابن عباس کو تو روک دیا گیا اور امام حسین کو اندر آنے کی اجازت دی گئی جب آپ تشریف لائے تو آپ نے کہا سُبحان اللہ! یہ خوشبو کیسی ہے؟ یزید نے کہا یہ ایک خوشبو ہے جو شام میں بنتی ہے!

ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فَشَرِبَہٗ ثُمَّ	پھر اس نے شراب کا ایک پیالہ منگوایا اور
دَعَا بِاٰخَرَ فَقَالَ اسْقِ اَبَا عَبْدِاللّٰہِ!	پیا۔ پھر دوسرا منگوا کر کہا۔ لو ابو عبداللہ!
فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْکَ	پیو! امام حسین نے فرمایا۔ یہ تو اپنے پاس
شَرَابُکَ اَیُّھَا الْمَرْءُ لَا عَیْنَ	ہی رکھ میں دیکھتا بھی نہیں، یزید نے یہ
عَلَیْکَ مِنِّیْ فَقَالَ یَزِیْدُ ؎	اشعار پڑھے ؎ اے دوست سخت تعجب

أَلَا يَا صَاحِ لِلْعَجَبِ - دَعَوْتُكَ
ذَا وَلَمْ تُجِب - إِلَى الْفَتَيَاتِ
وَالشَّهَوَاتِ وَالصَّهْبَا وَالطَّرَبِ
وَبَاطِيَةٍ مُكَلَّلَةٍ عَلَيْهَا سَادَةُ
الْعَرَبِ وَفِيهِنَّ الَّتِي تبلت
فُؤَادَكَ ثُمَّ لَمْ تَتُبْ فَنَهَضَ
الْحُسَيْنُ وَقَالَ بَلْ فُؤَادُكَ يَا ابْنَ معاوِيَةَ
تَبَلَّتْ ابن اثیر مہ۵

ہے کہ میں تجھ کو عیش کی دعوت دیتا ہوں
اور تو قبول نہیں کرتا۔ نوجوان لڑکیاں، لہو و
طرب اور مرصع خُم جن پر عرب کے سردار جمع
ہوتے ہیں۔ ان نازنین عورتوں میں وہ بھی
ہے جس کی تمہارے دل میں محبت ہے۔ پھر
بھی تم رجوع نہیں کرتے؟ امام حسین
کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن معاویہ!
بلکہ تمہارے دل پر اس کا قبضہ ہے۔

علامہ ابن جوزی امام قرطبی اور امام طبرانی رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد یزید نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا اور اس کو کہا کہ اہلِ مدینہ سے میری بیعت لے۔ اس نے مدینہ طیبہ آکر ایک وفد تیار کیا اور اسکو بغرض بیعت یزید کے پاس بھیجا۔ یزید نے ان کو ہدیئے اور تحفے دیئے۔ مگر بایں ہمہ یزید کے متعلق اس وفد کا بیان یہ ہے:۔

فَلَمَّا رَجَعَ الْوَفْدُ أَظْهَرُوا شَتْمَ
يَزِيدَ وَقَالُوا قَدِمْنَا مِنْ عِنْدِ
رَجُلٍ لَيْسَ لَهُ دِينٌ يَشْرَبُ
الْخَمْرَ وَيَعْزِفُ بِالطَّنَابِيرِ وَيَلْعَبُ
بِالْكِلَابِ وَإِنَّا نُشْهِدُكُمْ أَنَّا قَدْ
خَلَعْنَاهُ ..... وَقَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ
أَبِي عَمْرِ بْنِ حَفْصِ الْمَخْزُومِي قَدْ
خَلَعْتُ يَزِيدَ كَمَا خَلَعْتُ عما

پس جب وہ وفد واپس لوٹا تو انہوں نے یزید
کی برائیاں ظاہر کیں اور کہا کہ ہم ایسے شخص کے
پاس سے آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں وہ شراب
پیتا اور طنبورے بجاتا کہ گانے بجانے والے اس
کے پاس بیٹھے گاتے بجاتے رہتے ہیں اور
وہ کتوں کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے ہم تمہارے
سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اسکی بیعت
توڑ دی۔...... عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص

مِنّی وَ نَزَعَهَا عَنْ رَاسِه وَ اِنِّی لَاَ قُوْلُ هٰذَا وَ قَدْ وَصَلَنِیْ وَ اَحْسَنَ جَائِزَتِیْ وَ لٰکِنْ عَدُوُّ اللّٰهِ سِکِّیْرٌ وَ قَالَ اٰخَرُ قَدْ خَلَعْتُهٗ کَمَا خَلَعْتُ نَعْلِیْ حَتّٰی کَثُرَتِ الْعَمَائِمُ وَ النِّعَالُ وفاء الوفاء ۸۹/۱	مخزومی نے کہا اگرچہ یزید نے مجھے صلہ و انعام دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دشمن خدا شرابی ہے اور میں اس کی بیعت سے اس طرح الگ ہوتا ہوں جس طرح اپنا یہ عمامہ اپنے سر سے الگ کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا عمامہ سر سے الگ کر دیا۔ ایک اور شخص نے کہا میں اسکی بیعت سے اس طرح نکلتا ہوں جس طرح میں اپنی اس جوتی سے نکلتا ہوں پھر سب اس طرح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں کا ڈھیر ہو گیا۔

حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے کہا:۔

اِنَّهٗ قَدْ اَجَازَنِیْ بِمِائَةِ اَلْفٍ وَّلَا یَمْنَعُنِیْ مَا صَنَعَ بِیْ اَنْ اُخْبِرَکُمْ خَبَرَهٗ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ یَشْرَبُ الْخَمْرَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَیَسْکَرُ حَتّٰی یَدَعَ الصَّلٰوةَ (ابن اثیر ۴۲/۴ وفاء الوفاء ۸۹/۱)	کہ بیشک یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم انعام دیا ہے مگر اسکا یہ سلوک مجھے اس امر سے باز نہیں رکھ سکتا کہ میں تمہیں اس کا حال نہ سناؤں خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور اسے اس قدر نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔

امام الاولیاء حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ نے

وَاسْتِخْلَافُهٗ بَعْدَهٗ اِبْنَهٗ سِکِّیْرًا خِمِّیْرًا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ وَیَضْرِبُ بِالطَّنَابِیْرِ ابن اثیر ۱۹۳/۳	اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا جو حد درجے کا نشہ باز، شرابی، ریشمی کپڑے پہنتا اور طنبورے بجاتا تھا۔

جب امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا اور مختلف شہروں سے لوگوں کو جمع کیا تو اس اجتماع میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ یزید بن مقنع العذری نے کہا:۔

فَقَالَ هٰذَا اَمِیْرُ الْمُؤمِنِیْنَ وَاَشَارَ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ فَاِنْ ھَلَکَ فَھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی یَزِیْدَ وَمَنْ اَبٰی فَھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی سَیْفِہٖ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اِجْلِسْ فَاَنْتَ سَیِّدُ الْخُطَبَاءِ، ابن اثیر ص ۲۱۰/۳

یہ امیر المومنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ یزید امیر المومنین ہوگا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو اس کا فیصلہ یہ تلوار کریگی۔ امیر معاویہ نے کہا۔ آپ بیٹھ جایئے! آپ سید الخطباء ہیں۔

حضرت امیر معاویہ نے حضرت احنف بن قیس بصری سے جو ابھی تک خاموش تھے فرمایا ابوالبحر! تم کیا کہتے ہو؟

فَقَالَ نَخَافُکُمْ اِنْ صَدَقْنَا وَ نَخَافُ اللّٰہَ اَنْ کَذَبْنَا وَ اَنْتَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعْلَمُ بِیَزِیْدَ فِیْ لَیْلِہٖ وَ نَھَارِہٖ وَ سِرِّہٖ وَعَلَانِیَتِہٖ وَ مَدْخَلِہٖ وَمَخْرَجِہٖ فَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُہٗ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَلِلْاُمَّۃِ رِضًا فَلَا تُشَاوِرْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ فِیْہِ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا تُزَوِّدْہُ الدُّنْیَا وَ اَنْتَ صَائِرٌ اِلَی الْاٰخِرَۃِ وَ اِنَّمَا عَلَیْنَا اَنْ نَقُوْلَ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَ قَامَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الشَّامِ فَقَالَ مَا نَدْرِیْ مَا تَقُوْلُ ھٰذِہِ الْمَعْدِیَۃُ الْعِرَاقِیَّۃُ وَ اِنَّمَا عِنْدَنَا سَمْعٌ وَطَاعَۃٌ وَضَرْبٌ وَ اِزْدِلَافٌ۔

انھوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں کا ڈر ہے اور اگر جھوٹ کہیں تو اللہ کا خوف ہے امیر المومنین! آپ یزید کے لیل و نہار، ظاہر و باطن اور خلوت جلوت سے خوب واقف ہیں۔ اگر آپ اسکو اللہ تعالیٰ اور امت کے لیے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس کے لیے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اور اگر آپ اسکے متعلق اسکے علاوہ خیال رکھتے ہیں تو راہی آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توشۂ دُنیا بناکر اس کے حوالے نہ کیجئے، ویسے ہمارا کام تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہ ہم نے سُنا اور مانا۔ اس پر شامیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ معدی عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی

ہے اور تلوار و قوت بھی ہے۔

ابن اثیر ص ۲۰۰/۲

حضرت محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ سے آئے تھے، انھوں نے فرمایا۔

اِنَّ کُلَّ رَاعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَانظُرْ مَنْ تَوَلّٰی اَمْرَ اُمَّتِہٖ مُحَمَّدٍ (صلے اللہ علیہ وسلم) فاخذ معاویۃ بھو حتّٰی جَعَلَ یَتَنَفَّسُ فِی یَوْمٍ شَاتٍ ثُمَّ وَصَلَہٗ وَصَرَفَہٗ

کہ بیشک ہر راعی سے اسکی رعیت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ لہٰذا آپ دیکھ لیجئے کہ آپ اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمور کا والی کس کو بنا رہے ہیں؟ یہ سُن کر امیر معاویہ کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر کو جھکائے رکھا اور سردی کے موسم میں ان کا سانس پھولنے لگا پھر ان کو انعام دے کر واپس پھیر دیا۔

ابن اثیر ص ۱۹۹/۲

حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ یزید کی غیر شرعی حرکات کی وجہ سے اس کے سخت مخالف تھے۔ حضرت معاویہ نے جب یزید کی بیعت کے لیے ممالکِ محروسہ سے وفود طلب کئے تو انکو بھی مدینہ والوں کے ساتھ زبردستی بیعت کے لیے بھیجا گیا۔ جب یہ شام پہنچے تو انھوں نے یزید کے ندیم خاص مسلم بن عقبہ مسرف کے سامنے یہ کہا۔

اَنِّی خَرَجْتُ کُرْھًا بَیْعَۃَ ھٰذَا الرَّجُلِ وَقَدْ کَانَ مِنَ الْقَضَاءِ وَالْقَدرِ خُرُوجِی اِلَیْہِ رَجُلٌ یَشْرَبُ الْخَمْرَ وَیَنْکِحُ الْحَرَمَ ثُمَّ نَالَ مِنْہُ فَلَمْ یَتْرُکْ ثُمَّ قَالَ لِمُسْرِف اَحْبَبْتُ اَنْ اَضَعَ ذٰلِکَ عِنْدَکَ فَقَالَ مُسْرِف اَمَّا اَنْ اَذْکُرَ ذٰلِکَ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمِی ھٰذَا فَلَا وَ

مَیں اس شخص (یزید) کی بیعت کیلئے جبر سے بھیجا گیا ہوں اور میرے آنے کو قضا و قدر کے سوا کیا کہا جائے۔ جو شخص شراب پیتا ہو اور محرمات کے ساتھ نکاح کرتا ہو (وہ کس طرح مستحقِ بیعت ہے) پھر انھوں نے یزید کی تمام برائیاں کیں اور مسرف سے کہا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ یہ بات تم اپنے تک رکھنا۔ مسرف نے کہا مَیں آج تو امیر المؤمنین سے اسکا ذکر نہ کروں گا۔

اللہ لا افعل و لکن للہ علی عہد و میثاق الا تمکنی ید ای منک و لی علیک مقدرۃ الا ضربت الذی فیہ عیناک (طبقات ابن سعد ص ۲۸۳ / ۴)	لیکن یہ میں نے پکا عہد کر لیا ہے کہ جب موقع ملے گا اور میں تم پر قابو پالوں گا تو ایسی ضرب لگاؤں گا جس میں تمہاری آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ یعنی موت کی نیند سلا دوں گا۔

دینوری کا بیان ہے کہ حضرت معقل نے یہ بھی کہا تھا کہ میں مدینہ منورہ واپس جا کر اس فاجر و فاسق کی بیعت توڑ کر مہاجرین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ (اخبار الطوال ص ۲۶۵)

چنانچہ انھوں نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا تو انھوں نے بیعت کی۔ مسلم بن عقبہ مسرف اس وقت تو ان پر قابو نہ پا سکا لیکن ایام حرہ میں جب وہ مدینہ طیبہ آیا اور قتل و غارت کیا تو حضرت معقل بھی مدینہ طیبہ کے لوگوں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور اس کے سامنے پیش کئے گئے، معقل پیاسے تھے۔ مسلم نے کہا پیاسے معلوم ہوتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! مسلم نے شربت بادام بنانے کا حکم دیا۔ پلا کر کہا کہ اب کسی مفرح چیز کی خواہش نہیں کر سکو گے۔ پھر نوفل بن مساحق کو حکم دیا کہ اٹھ اور اسکی گردن مار دے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور یہ صحابیٔ رسول اس کے ظلم کا شکار ہو گئے۔ (ابن سعد ص ۲۸۳ / ۴)

خود یزید کے ساتھی ابن زیاد کے نزدیک یزید کا مقام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

و بعث الی عبید اللہ بن زیاد یأمرہ بالمسیر الی المدینۃ و محاصرۃ ابن الزبیر بمکۃ فقال و اللہ لا جمعتہما للفاسق قتل ابن رسول اللہ و غزو الکعبۃ	پھر یزید نے عبید اللہ بن زیاد (گورنر کوفہ) کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لیے قتل ابن رسول اللہ

ثم ارسل الیہ یعتذر (جو پہلے کر چکا ہوں اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لیے جمع نہیں کرونگا۔ پھر اس نے یزید کی طرف معذرت نامہ بھیج دیا۔

ابن اثیر ص۴۵ ج۴

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے لوگوں کے سامنے جو تقریر کی ملاحظہ ہو۔

"اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کے بعد فرمایا۔ عراق میں سوائے چند افراد کے سب غدار اور فاجر ہیں خصوصاً اہل کوفہ بڑے شریر ہیں۔ انھوں نے حضرت حسین کو بلایا کہ وہ اُنکی ضرور مدد کریں گے اور انکو اپنا والی بنائیں گے اور جب حضرت حسین ان کے پاس گئے تو وہ دشمن کے ساتھ مل کر ان پر حملہ آور ہو گئے اور کہا تم اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں دے دو تو ہم تمہیں ابن زیاد بن سمیہ کے پاس بھیج دیں گے تاکہ تمہارے معاملے میں اپنا حکم جاری کرے یا پھر ہم سے جنگ کرو! امام حسین نے دیکھا کہ وہ اور ان کے اصحاب تعداد میں قلیل ہیں اور ان کے مقابلے میں لوگ بہت زیادہ ہیں بایں ہمہ انہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتل کو ذلیل کرے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اہل عراق نے جو اُن کی نافرمانی کی اور غدار بن کر مخالف کی دوسروں کے لیے نصیحت حاصل کرنے اور اہل عراق سے باز رہنے کے لیے کافی ہے جو مقدور ہو چکا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اسے روکا نہیں جا سکتا۔ کیا امام حسین کے واقعے کے بعد ہم اہل عراق سے مطمئن ہو سکتے ہیں اور ان کو سچا سمجھ سکتے ہیں؟ اور ان کے وعدوں کو قبول سکتے ہیں؟ نہیں خدا کی قسم! ہم اُن کو اس کا اہل نہیں سمجھتے وَاللہِ لَقد قتلوہ طویلاً بِاللیلِ قیامہ کثیراً فِی النھارِ صیامہ احقّ بما ھُم فیہ منھم واولیٰ بہ فِی الدّینِ والفضلِ اما واللہ ما کَانَ یبدّلُ بالقُراٰنِ غناءً ولَا بالبکاءِ من خشیۃِ اللہِ حدَاءً ولَا بالصیامِ شُربَ الخمرِ

ولا بالمجالس فی حق الذکر بکلاب الصید یعرض بیزید فسوف یلقون غیاً (ابن اثیر ج۳)

خدا کی قسم! بلاشبہ انھوں نے ایسے شخص (امام حسین) کو قتل کیا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار تھے، جو اُن سے اِن امور (حکومت) کے زیادہ حقدار تھے اور اپنے دین اور فضیلت و بزرگی میں ان سے بہت بہتر تھے۔ خدا کی قسم! وہ قرآن شریف کے بدلے گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے گریہ و بکا کی کوئی انتہا نہ تھی وہ روزوں کو شراب کے پینے سے نہ بدلا کرتے تھے۔ اور نہ ان کی مجلسوں میں ذکر الٰہی کی بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ یہ باتیں انھوں نے یزید کے متعلق کہی تھیں۔ پس عنقریب یہ لوگ جہنم کی وادی غیّ میں جائیں گے۔

اور انھوں نے ہی یزید کے یہ عیوب بیان کئے۔

وعابَ یَزِیدَ بِشُرْبِ الْخَمرِ وَاللَّعِبِ بِالْکِلَابِ وَالتَّهَاوُنِ بِالدِّینِ وَ اَظْهَرَ ثَلْبَهٗ	کہ یزید شراب پینے اور کتوں کے ساتھ کھیلنے اور دین کی تحقیر و توہین کرنے میں مشہور ہے اور اسی طرح اسکی بہت سی برائیاں ظاہر کیں۔
حیوٰۃ الحیوان ج۱	

رہا حضرت محمد بن حنفیہ کا یزید کے پاس جاکر قیام کرنا اور اس کے پکا نمازی ہونے، نیکوکار ہونے عالم و فاضل اور متبع سنّتِ نبوی ہونے کی شہادت دینا۔ اس کے متعلق صرف یہی جواب کافی ہے کہ یہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں اس کو بلا سند روایت کیا ہے جو معتبر نہیں ہے۔

اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اس کو امیرالمومنین کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سخت ناراض ہوکر فرمایا تقول امیرالمؤمنین! و امر بہ فضرب عشرین سوطا۔ تو یزید کو امیرالمومنین کہتا ہے! پھر اس کو (بطور سزا) بیس کوڑے لگوائے۔ (تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۳۶۱)

سوال نمبر۴

اگر یزید واقعی فاسق و فاجراورظالم وشرابی وغیرہ تھاتوان صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنھوں نے اس کی بیعت کرلی تھی۔ انھوں نے اسکی بیعت کیوں کی۔ کیاان پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا؟

اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازمًا اختیار کرنا پڑے گا۔

(۱) اگر امام حسین حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے یزید کی بیعت کی یقینًا غلطی پر تھے۔ اوران پر فسق کا الزام عائد ہوگا۔

(۲) اوراگر وہ صحابۂ کرام حق پر تھے توحضرت امام غلطی پر تھے اوراُن پر خروج و بغاوت کا الزام عائد ہوگا؟

جواب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے یزید کی بیعت کی تھی وہ بھی حق پر تھے اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی حق پر تھے۔ کسی پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ اِس لیے کہ دونوں نے شریعتِ مطہرہ پر عمل کیا۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شریعتِ مقدسہ کے احکام دو قسم پر ہیں۔ مبنی بر رخصت اور مبنی بر عزیمت۔ مثلًا

ایک مسلمان ظالموں یا کافروں کے نرغہ میں آجاتا ہے اور وہ اسکو کلماتِ کُفریہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں اور بصورتِ دیگر اسکو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں کہ تجھے مار

دیا جائے گا یا تیری عزت و آبرو لوٹ لی جائے گی۔ یا تیرا مال چھین لیا جائے گا۔ اور وہ مسلمان بھی قوی آثار و علامات سے یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں ان کے کہنے کے مطابق کلمات کفریہ نہیں کہوں گا تو واقعی ان کے ظلم و ستم کا شکار ہو جاؤں گا اور کہہ دوں گا تو بچ جاؤں گا تو اس بے بسی کے عالم میں شریعت نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ ان کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے زبان سے کفریہ کلمات کہہ دے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا دل ایمان وحق پر مطمئن ہو۔ اس کا نام ہے "رخصت" اس کو چونکہ شریعت نے اسکی اجازت دی ہے اور اس نے شریعت کے حکم پر عمل کیا ہے لہذا ہم اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری نادانی ہوگی اور اگر وہ ظالموں اور کافروں کے سامنے حق اور ایمان پر ڈٹ جائے اور ان کے ظلم و ستم کو برداشت کرلے اور زبان پر کلماتِ کفریہ نہ لائے یہاں تک کہ جان دے دے تو وہ مجاہد اور شہید ہے اور شریعت نے اس کو افضل جہاد قرار دیا ہے۔ اس کا نام ہے "عزیمت" اور یہ رخصت سے افضل ہے۔ تو جس نے شریعت کے حکم کے مطابق افضل جہاد کیا ہے ہمیں ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس پر بھی کسی قسم کا الزام عائد کریں اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری حماقت ہوگی۔

شریعتِ مطہرہ کے اس اصول کے مطابق جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کر لی تھی، اسکو خلیفۂ برحق یا امامِ عادل سمجھ کر نہیں کی تھی بلکہ آپس کے جدال و قتال اور فتنہ و فساد اور اس کے ظلم و شر سے بچنے کے لیے کی تھی۔ لہذا ان کا عمل رخصت پر تھا چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:۔

وَلَمَّا حَدَثَ فِي يَزِيدَ مَا حَدَثَ مِنَ الْفِسقِ اخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ حِينَئِذٍ فِي شَانِهِ فَمِنْهُمْ مَن رَّأَى الْخُرُوجَ

اور جب یزید میں فسق و فجور کی وہ باتیں پیدا ہوگئیں جو ہونی تھیں تو صحابہ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ بعض نے اس کے فسق و فجور کی وجہ سے اس پر خروج

عَلَيْهِ وَ نَقَضَ الْبَيْعَةَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَمَا فَعَلَ الْحُسَيْنُ وَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ تَبِعَهُمَا فِي ذٰلِكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ اَبَاهُ مِمَّا فِيهِ مِنْ اِثَارَةِ الْفِتْنَةِ وَكَثْرَةِ الْقَتْلِ مَعَ الْعَجْزِ عَنِ الْوَفَاءِ بِهٖ لِاَنَّ شَوْكَةَ يَزِيْدَ يَوْمَئِذٍ هِيَ عَصَابَةُ بَنِي اُمَيَّةَ

مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۷

یعنی اس کے خلاف کھڑے ہوجانے اور اسکی بیعت توڑنے کو ضروری سمجھا جیسا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر اور ان کے پیروؤں نے کیا۔ اور بعض نے فتنہ اور بہت زیادہ قتل وغارت کے خطرات اور ان کے روک تھام سے عجز محسوس کرتے ہوئے اس پر خروج کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ اس وقت یزید کی قوت وشوکت بنی اُمیّہ کی عصبیت تھی۔

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ جن صحابہ نے یزید کی بیعت کی اور اس پر خروج نہیں کیا، وہ اس کے خلیفۂ برحق یا امام عادل ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وہی فتنہ وفساد اور قتل وغارت سے بچنے کے لیے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی تو اس پر قابو پانا مشکل ہوگا لہٰذا انھوں نے "رخصت" پر عمل کرلیا۔

اور امام عالی مقام حق اور ایمان پر ڈٹ گئے اور اس پر خروج کیا اور اس سلسلے میں یزیدیوں کے بے پناہ مظالم برداشت کیے۔ یہاں تک کہ اپنی اور اپنے رفقاء کی جانیں دے دیں مگر قدم پیچھے نہیں ہٹایا آپ کا عمل "عزیمت" پر مبنی تھا۔ آپ نے افضل ترین جہاد کیا۔ لہٰذا آپ مجاہد اعظم اور شہید اکبر ہیں۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو "عزیمت" کی مثال کیسے قائم ہوتی اور آنے والی نسلوں کے بہادر افراد، ظالموں اور جابروں کے سامنے حق وصداقت پر ڈٹ جانے والے اولوالعزم مجاہد کس کی استقامت وجاں بازی کو سامنے رکھتے۔ کس کی یاد ایسے مشکل اور کٹھن اوقات میں اُن کا سہارا اور ثابت قدمی کا باعث بنتی۔ اور یہ کیسے معلوم ہوتا کہ ایک فتح وکامرانی

ایسی بھی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

تیغِ لَا چوں از میاں بیروں کشید | از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقشِ اِلَّا اللہ بر صحرا نوشت | سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

اسی طرح اگر رخصت کی مثال قائم نہ ہوتی تو آنے والی نسلوں کے وہ افراد جو حق و صداقت پر قائم تو ہوتے مگر ظالموں اور جابروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے یا مسلمانوں کے آپس کے جدال و قتال کو روکنے اور فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے وہ کس کے کردار و عمل کو سامنے رکھ کر رخصت پر عمل کرتے۔ اسی لیے تو رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ اور ان کی اقتدا ہدایت ہے۔ خواہ رخصت پر ہو یا عزیمت پر۔ چونکہ عزیمت افضل ہے تو عزیمت پر عمل بھی افضل ہوگا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اب دو صورتیں تھیں یا بخوفِ جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلافِ قرآن و سنّت ہو یہ رخصت تھی۔ ثواب کچھ نہ تھا قال تعالیٰ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو) یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ عزیمت تھی اور اس پر ثوابِ عظیم، اور یہی ان کی شانِ رفیع کے شایان تھی اسی کو اختیار فرمایا۔
(المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ ص۹۲)

"رخصت" کے دلائل

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلَا مَنْ وُلِّیَ عَلَیْہِ وَالٍ فَرَاٰہُ یَاْتِیْ شَیْئًا مِنْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ فَلْیَکْرَہْ مَا یَاْتِیْ مِنْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ وَلَا یَنْزَعَنَّ یَدًا مِنْ طَاعَۃٍ (مسلم شریف ص ۱۲۹/۲، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹)

خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو۔ پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو تو ناپسند کرے اور اسکی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:-

یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمَرَاءُ یَسْئَلُوْنَا حَقَّھُمْ وَیَمْنَعُوْنَ حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْھِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ

مسلم شریف ص ۱۱۷
مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹

اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر تمھارے اعمال کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:-

اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُثْرَۃً وَاُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَھَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَدُّوْا

کہ تم میرے بعد دیکھو گے ناحق ترجیح دینا اور ناپسندیدہ امور۔ صحابہ نے کہا یارسول اللہ! اس وقت ہمارے لیے

اِلَیْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّکُمْ
بخاری و مشکوٰۃ ص ۳۱۹

کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے حقوق انہیں دو۔ اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کَیْفَ اَنْتُمْ وَاَئِمَّۃٌ مِنْ بَعْدِی یَسْتَاثِرُوْنَ بِھٰذَا الْفَیْءِ قُلْتُ اَمَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ اَضَعُ سَیْفِیْ عَلٰی عَاتِقِیْ ثُمَّ اَضْرِبُ بِہٖ حَتّٰی اَلْقَاکَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی خَیْرٍ مِنْ ذٰلِکَ تَصْبِرُ حَتّٰی تَلْقَانِیْ
(ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۳۲۲)

اس وقت تمھاری کیا حالت ہوگی جب میرے بعد حکام مال غنیمت میں ناجائز تصرف کریں گے؟ میں نے عرض کیا، اسکی قسم جس نے آپکو برحق مبعوث فرمایا ہے میں اس وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ لوں گا، پھر اس سے ماروں گا۔ یہاں تک کہ آپ سے آملوں گا۔ فرمایا کیا میں تمھیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں؟ تم صبر کرنا حتّٰی کہ مجھ سے آملو۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَکُوْنُ بَعْدِیْ اَئِمَّۃٌ لَا یَھْتَدُوْنَ بِھُدَایَ وَلَا یَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِیْ وَسَیَقُوْمُ فِیْھِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الشَّیَاطِیْنِ فِیْ جُثْمَانِ اِنْسٍ قَالَ قُلْتُ کَیْفَ اَصْنَعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ اَدْرَکْتُ ذٰلِکَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِیْعُ وَاِنْ ضُرِبَ ظَھْرُکَ وَاُخِذَ مَالُکَ فَاسْمَعْ وَاَطِعْ۔

میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں ہوں گے اور نہ میری سنّت پر عمل پیرا ہونگے اور عنقریب ان میں ایسے افراد بھی کھڑے ہونگے کہ اُن کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہونگے۔ یعنی بظاہر انسان اور بباطن شیطان، حضرت حذیفہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اُن کو پاؤں تو پھر کیسے کروں؟ فرمایا سنو اور مانو! اگرچہ تمھاری پیٹھ پر مارا جائے

علیہ الاصر وعلی الرعیۃ الصبر
السراج المنیر شرح جامع الصغیر ص ۳۲۲ ج ۲

اگر وہ ظلم وستم کریگا اس پر سخت بوجھ ہو گا اور رعیت پر صبر کرنا لازم ہوگا۔

"عزیمت" کے دلائل

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَفضَلُ الجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ السُّلْطَانِ الجَائِرِ۔ ترمذی، ابو داود، ابن ماجہ، مشکوٰۃ

افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

یا کعبُ بن عُجرة اُعِیذُکَ باللهِ من اِمارةِ السُّفَهاءِ قلتُ یا رسُول اللهِ وَ ما اِمارةُ السُّفهاءِ قال یُوشِکُ ان تکونَ اُمراءُ اِن حَدَّثُوا کذَبوا وَاِنْ عَمِلُوا ظَلَمُوا فَمَنْ جاءَهُمْ فَصَدَّقَهُمْ بِکِذْبِهِم وَاَعانَهُم علیٰ ظُلمِهِمْ فلیس منّی ولستُ منهُ ولا یَرِدُ علیٰ حوضِی غدًا وَمن لم یَأتِهِم وَ لم یُصدِّقهم ولم یُعِنهُم علیٰ ظلمِهِم فهُو منّی وَ اَنا منه وَ هُو یَرِدُ علیٰ حوضِی

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بیوقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ بیوقوفوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہونگے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے تو ظلم کریں گے پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کریگا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں ہوں اور نہ وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئیگا اور جو ان کے پاس نہیں آئیگا اور نہ انکی تصدیق کریگا اور نہ اُن کے ظلم پر اُن کی اعانت کریگا

غداً — وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور
کنز العمال ص۲۷۷/۵ — وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئیگا۔

نکتہ! امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْن۔ اور اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان حکام کی تصدیق و اعانت کی فَلَیْسَ مِنِّی وہ مجھ سے نہیں تو امام عالی مقام کس طرح ان کا ساتھ دیتے اگر ساتھ دیتے تو حُسَیْنٌ مِنِّی نہ رہتے بلکہ فَلَیْسَ مِنِّی ہو جاتے یعنی اس منصب و مقام سے محروم ہو جاتے۔ لہٰذا امام عالی مقام نے وہی کیا جو آپ کا منصب و مقام تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا۔

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ ابوداود شریف ص۲۱۷/۲	جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اسکے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب عام بھیج دے۔

حضرت عمرو بن ہشیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔

یَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ یُّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ثُمَّ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا ثُمَّ لَا یُغَیِّرُوْا اِلَّا یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ مِنْہُ بِعِقَابٍ ابوداؤد شریف ص۲۱۷/۲	فرماتے تھے ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذاب عام نازل کر دے۔

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اھلُ الجورِ و اعوانھم فِی النارِ
المستدرک ص ۸۹/۴

اہلِ جور و ستم اور ان کے مددگار دوزخ میں ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَن رَّأی مِنکُم مُنکَرًا فَلیُغَیِّرہُ بِیَدِہٖ فَاِن لَّم یَستَطِع فَبِلِسَانِہٖ وَ اِن لَّم یَستَطِع فَبِقَلبِہٖ وَ ذٰلِکَ اَضعَفُ الاِیمَانِ
مشکوٰۃ ص ۴۳۶

تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیئے کہ وہ اپنی قوتِ بازو سے اُسے (نیکی سے) بدلے اور اگر وہ اسکی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اسکی مذمت کرے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل سے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

جس کے گھر سے ایمان و ہدایت اور نیکی و بھلائی کے چشمے جاری ہوئے تھے جن سے ملّت کی تطہیر ہوئی تھی۔ جس کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پناہ تکالیف و مصائب برداشت کر کے برائیوں کو مٹایا اور بھلائیوں کو رائج کیا تھا وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ وہی برائیاں پھر وجود میں آجائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے منکرات کو دیکھے اور پھر ان کو نہ بدلے۔ اس پر سب سے زیادہ ذمّہ داری عائد ہوتی تھی۔ پھر اس کے بازو میں قوّت بھی تھی، اسکی زبان میں استطاعت بھی تھی۔ وہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت و شجاعت کا مظہر تھا۔ کما سیأتی۔ اس نے وقت کی پکار کو سُنا اور کہا کہ اگر اس وقت مَیں نے لبّیک نہ کہا اور ملّت کی تطہیر کے لیے آگے نہ بڑھا تو ایمان و ہدایت اور نیکی و بھلائی کا پاکیزہ چشمہ مکدّر اور ناپاک ہو کر رہ جائیگا۔ اس نے عزمِ صمیم کر لیا اور کربلا کا ذرہ ذرہ شاہد ہے کہ اس نے وہی کر دکھایا جو اس کے شایانِ شان تھا۔

چنانچہ آپ کا وہ خطبہ جو آپ نے لشکرِ یزید کے سامنے کہا اس کا ایک ایک لفظ

وَقَدْ اَتَتْنِیْ کُتُبُکُمْ وَرُسُلُکُمْ بِبَیْعَتِکُمْ وَاَنَّکُمْ لَا تُسْلِمُوْنِیْ وَلَا تَخْذُلُوْنِیْ فَاِنْ اَتْمَمْتُمْ عَلٰی بَیْعَتِکُمْ تُصِیْبُوْا رُشْدَکُمْ وَاَنَا الْحُسَیْنُ ابْنُ عَلِیٍّ ابْنُ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابن اثیر ۲۱/۴	تم میری بیعت کرو گے اور ہر طرح میرا ساتھ دو گے اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچنے دو گے اور مجھے چھوڑ دو گے نہیں پس اگر تم میری بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسین ابن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہوں۔

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

سَاَمْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی — اِذَا مَا نَوٰی خَیْرًا وَّجَاھَدَ مُسْلِمًا

مَیں عنقریب مرجاؤں گا اور موت کسی جواں مرد کے لیے باعثِ عار نہیں ہے جبکہ اسکی نیت میں خیر ہو۔ اور بحالتِ مسلمان جہاد کرتا ہو۔

وَوَاسَی رِجَالًا صَالِحِیْنَ بِنَفْسِہٖ — وَخَالَفَ مَثْبُوْرًا وَّفَارَقَ مُجْرِمًا

اور اس نے اپنی جان سے صالحین بندوں کی تائید کی ہو اور تباہ کار کی مخالفت اور مجرم سے مفارقت کی ہو۔

فَاِنْ عِشْتُ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ مُتُّ لَمْ اُلَمْ — کَفٰی بِکَ ذُلًّا اَنْ تَعِیْشَ وَتُرْغَمَا

اگر میں زندہ رہا تو نادم نہ ہوں گا اور اگر مر گیا تو ملامت نہ کیا جاؤں گا لیکن (اے دشمن) تیرے لیے یہ ذلت کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل و خوار ہو۔

بلاشبہ آپنے وہی کیا جو آپ کے بلند مقام کے لائق تھا اور آپ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی جرأت و شجاعت کے مظہر تھے چنانچہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیماری کے ایام میں اپنے دونوں شہزادوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ دونوں آپ کے بچے ہیں۔ ان کو بطور ورثہ کچھ عطا فرمائیں؛

ارشاد ہوا۔

اما الحسن فلہ هیبتی وسؤددی فاما	حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری
الحسین فلہ جرأتی وجودی (ابن عساکر،	ہے اور حسین کے لیے میری جرأت اور میری
طبرانی فی الکبیر ابن مندہ تہذیب التہذیب ۲۳۵/۲ کنز العمال ۲/۵۵)	سخاوت ہے۔

ابن عساکر کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا۔

اما الحسن فقد نحلتہ حلمی وهیبتی	حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور اپنی ہیبت
واما الحسین فقد نحلتہ	عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا
نجدتی وجودی	کرم بخشا۔

اور العسکری کی تیسری روایت میں ہے کہ فرمایا۔

نحلت هذا الکبیر المهابة والحلم	اس بڑے کو میں نے ہیبت و حلم عطا فرمایا
ونحلت هذا الصغیر المحبة	اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت
والرضا۔	دی۔

سبحان اللہ! دونوں شاہزادوں سے وہی کچھ ظاہر ہوا جو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں عطا ہوا تھا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حلم و بُردباری میں بے مثال تھے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جرأت و شجاعت اور محبت و رضا کا وہ مظاہرہ کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مقام پر باطل سے نہیں دبے تو جواں کی شجاعت و جرأت کا مظہر تھا وہ باطل کے سامنے کیسے دب سکتا تھا ؎

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول،
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

اور یہ روایت کہ امام عالی مقام نے فرمایا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دوں گا یعنی بیعت کر لوں گا، درست نہیں ہے۔ چنانچہ

عقبہ بن سمعان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک اور مکہ سے عراق تک امام عالی مقام کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جدا نہ ہوا اور ان کی وہ تمام تقاریر سنیں جو انھوں نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے سامنے کیں۔

فوَاللهِ مَا اَعْطَاهُمْ مَا يَتَذَاكَرُ بِهِ النَّاسُ مِنْ اَنَّهُ يَضَعُ يَدَهُ فِي يَدِ يَزِيْدَ وَلَا اَنْ يُسَيِّرُوْهُ اِلٰى ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلٰكِنَّهُ قَالَ دَعُوْنِي اَرْجِعُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي اَقْبَلْتُ مِنْهُ اَوْ دَعُوْنِي اَذْهَبُ فِي هٰذِهِ الْاَرْضِ الْعَرِيْضَةِ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اِلَيْهِ اَمْرُ النَّاسِ فَلَمْ يَفْعَلُوْا (ابن اثیر ص ۲۲)

خدا کی قسم! انھوں نے کسی وقت بھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں رکھ دوں گا اور نہ یہ کہ مجھے تم مسلمانوں کی کسی سرحد کی طرف بھیج دو انھوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں یا مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کہیں نکل جانے دو حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ لوگوں کا معاملہ کس طرف جاتا ہے۔ پس انھوں نے نہ مانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ مَوَاقِيْتِهَا وَيُحْدِثُوْنَ الْبِدَعَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَكَيْفَ اَصْنَعُ قَالَ تَسْاَلُنِيْ يَا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللهَ (مسند احمد)

عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو نمازوں کو وقت گزار کر پڑھیں گے اور خلاف سنت نئی باتیں ایجاد کریں گے ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت میں کیا کروں؟ فرمایا اے ابن ام عبد! تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ تم اس وقت کیا کرو؟ سنو جو اللہ کا نافرمان ہو اس کی اطاعت نہیں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي يَأْمُرُونَكُمْ بِمَا لَا تَعْرِفُونَ وَيَعْمَلُونَ بِمَا تُنْكِرُونَ فَلَيْسَ أُولَئِكَ عَلَيْكُمْ بِأَئِمَّةٍ

(السراج المنیر ص۳۴۳)

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے عمل کریں گے جنکو تم برا جانو گے۔ پس وہ تم پر حاکم نہیں یعنی انکی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

حضرت ابی سلامۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ يَمْلِكُونَ أَرْزَاقَكُمْ يُحَدِّثُونَكُمْ فَيَكْذِبُونَكُمْ وَيَعْمَلُونَ فَيُسِيئُونَ الْعَمَلَ لَا يَرْضَوْنَ مِنْكُمْ حَتَّى تُحَسِّنُوا قَبِيحَهُمْ وَتُصَدِّقُوا كَذِبَهُمْ فَأَعْطُوهُمُ الْحَقَّ مَا رَضُوا بِهِ فَإِذَا تَجَاوَزُوا فَمَنْ قُتِلَ عَلَى ذَلِكَ فَهُوَ شَهِيدٌ

(السراج المنیر ص۳۴۳)

عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو تمہاری روزی کے مالک ہوں گے وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو برے کام کریں گے وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تم انکی برائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو گے پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارا کریں پھر جب وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

ف۔ اس ارشاد گرامی کے مطابق بلاشک وشبہ امام عالی مقام شہید ہیں بلکہ سید الشہداء ہیں جیسا کہ ملاحظہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَرَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ جَائِرٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاهُ فَقَتَلَهُ

سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب اور وہ شخص ہے جو ظالم امیر کے خلاف کھڑا ہوگا اور اسکو نیکی کا حکم دیگا اور برائی سے منع کریگا پس وہ

السراج المنیر ص ۳۴۱/۲ المستدرک ص ۱۹۵/۴ (اس جرم میں) قتل کر دیا جائیگا۔

الحمد للہ! ان دلائلِ حقہ معتبرہ سے ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کرلی تھی ان پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ انھوں نے شریعتِ مقدسہ کے حکم "رخصت" پر عمل کیا۔ اور حضرت امام پر بھی کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ آپ نے بھی شریعتِ مطہرہ کے حکم "عزیمت" پر عمل کیا۔ اور عزیمت پر عمل افضل اور اس پر اجرِ عظیم ہے۔ لہذا آپ کا مقام بہت بلند اور افضل و اعلیٰ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حسین ابنِ علی نے کی ہے قائم اک مثال ایسی
کہ تقلید اس کی تقدیرِ حیاتِ جاودانی ہے

سوال نمبر ۵

یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ لہٰذا قتلِ حسین اور اسکی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب یہ کہنا غلط ہے کہ یزید پلید نے امام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ بلکہ سب کچھ اسی کے حکم اور اسکی رضا سے ہوا۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی صاحبِ شرح عقائد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَاءَ يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٗ بِذٰلِكَ وَاِهَانَةَ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اٰحَادًا

شرح عقائد نسفی ص ۱۱۲

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواترِ معنوی کے ساتھ ثابت ہیں۔ اگرچہ انکی تفاصیل احاد ہیں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وبعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتلِ آنحضرت نکردہ وبداں راضی نبودہ وبعد از قتلِ وے واہلِ بیتِ وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور ومستبشر نشدہ۔ ایں سخن مردود وباطل است

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ انکے قتل سے راضی تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور انکے عزیزوں کے قتل سے خوش و

چه عداوت آں بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے بقتل ایشاں و اذلال و اہانتِ او مر ایشاں را بدرجۂ تواترِ معنوی رسیدہ است و انکارِ آں تکلف و مکابرہ است۔
(تکمیل الایمان صہ ۹۰)

مسرور ہوا، یہ بات مردود اور باطل ہے اس لیے کہ اس شقی کا اہلِ بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور انکی اہانت کرنا معنوی طور پر درجۂ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اسکا انکار تکلف و مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔

علامہ تفتازانی صاحب شرح عقائد اور حضرت شیخ محقق جیسے بزرگوں کے فیصلے کے بعد اگرچہ مزید کسی شہادت اور حوالے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن ہم خود یزید کے دستِ راست اور خاص اس مہم کے لیے مقرر کردہ امیرِ کوفہ ابن زیاد بد نہاد کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

یزید کی موت کے بعد ابنِ زیاد شام کو روانہ ہُوا تو راستہ میں وہ سواری پر کسی گہری سوچ میں تھا۔ اس کے رفیقِ سفر مسافر بن شریح نے کہا، کیا آپ کو نیند آرہی ہے؟ ابنِ زیاد نے کہا نہیں میں کچھ سوچ رہا تھا! مسافر بن شریح نے کہا: میں بتاؤں آپ کیا سوچ رہے تھے؟ ابن زیاد نے کہا بتاؤ! مسافر بن شریح نے کہا کُنْتَ تَقُوْلُ لَیْتَنِیْ لَمْ اَقْتُلْ حُسَیْنًا، آپ اپنے دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش، مَیں نے امام حسین کو قتل نہ کیا ہوتا! ابن زیاد نے کہا اَمَّا قَتْلِی الْحُسَیْنَ فَاِنَّہٗ اَشَارَ اِلَیَّ یَزِیْدُ بِقَتْلِہٖ اَوْ قَتْلِیْ فَاخْتَرْتُ قَتْلَہٗ، جہاں تک میرے امام حسین کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو وہ اس لیے تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں انکو قتل کروں ورنہ وہ مجھے قتل کردے گا۔ تو مَیں نے ان کے قتل کو اختیار کیا۔ (ابنِ اثیر صہ ۵۵ جلد ۴)

اور سنئے! امام عالی مقام کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں یزید کے خلاف جب عام بغاوت ہو گئی تو:-

بَعَثَ اِلٰی عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ زِیَادٍ

یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو مدینہ منورہ پر

يَامُره بالمسير الى المدينة وَ محاصرة ابن الزبير بمكة فقال والله لا اجمعتهما للفاسق قتل ابن رسول الله وغزو الكعبة ثم ارسل اليه يعتذر

ابن اثیر صـ۴۵/۴

چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لیے ابن رسول اللہ کا قتل (جو پہلے کر چکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لیے جمع نہیں کروں گا تو اس نے معذرت کر دی۔

جب امامِ عالی مقام کو شہید کیا گیا تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ یزید کے خلاف ہو گئے انھوں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ یزید کو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی تو وہ سمجھا کہ ابنِ عباس ابنِ زبیر کے مخالف اور میری بیعت پر قائم ہیں۔ اس نے ابن عباس کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ملحد ابن زبیر (معاذ اللہ) کی دعوتِ بیعت کو رد کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ میری بیعت پر قائم رہیں اور وفادار رہیں۔ اور دوسروں کو بھی وفاداری اور ابن زبیر کی مخالفت کی پُر زور تلقین کریں کیونکہ لوگ آپکی بات سنتے اور مانتے ہیں۔ مَیں آپ کی اس وفاداری اور نیکی کو فراموش نہیں کروں گا اور اس کا صلہ ادا کروں گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابنِ عباس نے یزید کو لکھا کہ خدا کی قسم! مَیں نے ابن زبیر کی بیعت کو اس لیے ترک نہیں کیا کہ مَیں تمھاری خوشنودی یا تم سے کوئی صلہ حاصل کروں بلکہ ترکِ بیعت سے میرا جو مقصود ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور تمھارا یہ گمان کہ مَیں صلہ و احسان کے لالچ میں آکر لوگوں کو تمھاری دوستی کی دعوت دوں اور ان کے دلوں میں ابنِ زبیر کا بغض پیدا کروں اور اُن کے چھوڑنے پر مجبور کروں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے بلکہ۔

قد قتلتَ حسينا و فتيانَ
عبدِ المطلب مصابيحَ الهدٰى و
نجومَ الاعلام غادرتهم خيولُكَ
بامرِكَ فى صعيدٍ واحدٍ مُرَمَّلينَ
بالدِّماءِ مَسْلُوبِينَ بالعراءِ
مقتولينَ بالظماءِ لا مكفنينَ
و لا مستورينَ تَسْفى عَليهم
الرِّياحُ و يَنْشٰى بهم عُرجُ
البِطاحِ حتّٰى اتاحَ اللهُ
بقومٍ لم يُشرِكوا فى دِمائِهِم
كَفَّنُوهم و اَجَنُّوهم و بي
و بِهِم لو عززتُ و جلستُ
مجلسكَ الذى جلستَ فما انسٰى
مِنَ الاشياءِ فلستُ بناسٍ اطرادَكَ
حسينًا من حرمِ رسولِ اللهِ
صلّى الله عليه وسلّم الى حرمِ
الله و تسييرَكَ الخيولَ اليه
فمازلتَ بذلك حتى اَشْخَصْتَهُ
الى العراقِ فخرجَ خائفًا
يترقّبُ فنزلتْ به خيلُكَ
عداوةً منكَ للهِ و لِرسُولِهِ

بلاشبہ تو نے حسین اور عبد المطلب کے جوانوں کو
قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور
چمکتے ہوئے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے
لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ انکو خاک و
خون میں ملا دیا۔ وہ سخت پیاس کی حالت
میں شہید ہوئے اور ان کے لاشے برہنہ،
بے کفن کھلے میدان میں پڑے رہے۔ ہوائیں
ان پر خاک اڑاتیں اور جنگل کے کفتار انکی
بوئیں سونگھتے تھے تاآنکہ ایک قوم کو جو ان کی
خوں ریزی میں شریک نہ تھی، اللہ نے توفیق
دی کہ انھوں نے ان سب کا کفن دفن کیا اگرچہ
میں تیری مجلس میں بیٹھ کر عزتِ دنیوی حاصل
کرتا ہوں لیکن میں ابھی ان باتوں کو نہیں بھولا
اور نہ بھولوں گا کہ تو نے حسین کو حرم رسول
اللہ مدینہ منورہ سے حرم اللہ مکہ مکرمہ کی طرف
نکالا اور انکی طرف برابر سوار اور پیادے بھیجتا
رہا یہاں تک کہ انھوں نے امام کو عراق کی طرف
نکلنے کیلیے بے قرار دیا۔ چنانچہ وہ مکہ سے بھی
ڈرتے ہوئے نکلے تو پھر تیرے سواروں نے
انکو اس عداوت کی بنا پر جو تجھ کو اللہ اور اسکے
رسول اور اہل بیت رسول سے جن کو اللہ تعالیٰ نے

ولاهل بيته الذين اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا فطلب اليكم الموادعة وسألكم الرجعة فاغتنمتم قلة انصاره واستيصال اهل بيته و تعاونتم عليه كأنكم قتلتم اهل بيت من الترك والكفر فلا شيء اعجب عندي من طلبتك ودي وقد قتلت ولد ابي و سيفك يقطر من دمي و انت احد ثاري ولا يعجبك ان ظفرت بنا اليوم فلنظفرن بك يوما والسلام ابن اثیر ص ۵۰ ج ۴

نے ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک کرکے طاہر و مطہر بنادیا تھا گھیر لیا۔ امام حسین نے تم سے صلح کرنا چاہی اور واپس چلے جانے کا سوال کیا مگر تم نے انکے مددگاروں کی قلت اور ان کے اہلبیت کے استیصال کے موقع کو غنیمت جان کر انکے خلاف اس طرح ایک دوسرے کی معاونت کی کہ گویا تم کسی ترک یا کافروں کے کسی خاندان کو قتل کرتے ہو۔ کس قدر تعجب ہے کہ تم مجھ سے دوستی کی توقع رکھتے ہو، حالانکہ تم نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے اور تمہاری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے تم میرے عزیزوں کے قاتل ہو اور تم اس پر خوش اور مغرور نہ ہو کہ آج تم نے ہم پر غلبہ پالیا ہے، ایک دن ہم بھی تم پر ضرور فتح یاب ہوں گے۔

چنانچہ علامہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لمسلم بن عقبة أن يبيح المدينة ثلثة ايام، و هذا خطاء كبير فاحش مع ما انضم الى

اور بلاشبہ یزید نے بڑی سخت غلطی کی اپنے اس قول میں جو اس نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ تین دن تک مدینہ منورہ کو مباح الدم (قتل عام وغیرہ) قرار دیدے یہ ایک اور مجرمانہ غلطی تھی جس سے (اسکی غلطیوں میں) اور اضافہ

ذٰلِكَ من قتلِ خلقٍ من الصّحابةِ و ابناءِهم، وقد تقدّمَ انّه قتلَ الحُسينَ و اصحابَه على يدى عبيدِ الله ابن زياد وقد وقع فى هذه الثلثة ايام من المفاسِدِ العظيمةِ فى المدينةِ النبويّةِ ما لا يُحدّ ولا يُوصف ممّا لا يعلمه الا الله عزّ وجلّ وقد أراد بارسالِ مسلم بن عُقبةَ توطيةَ سلطانِه و ملكِهِ و دوامِ أيامِهِ من غيرِ منازع فعاقبهُ اللهُ بنقيضِ قصده وحالَ بينهُ و بينَ ما يشتهيه فقصمه اللهُ قاصمُ الجبابرةِ و اَخذهُ اخذَ عزيزٍ مقتدر وكذلكَ اخذُ ربّكَ اذا اخذَ القرىٰ وهي ظالمةٌ انّ اخذهُ اليمٌ شديدٌ۔

البداية والنهاية ص ۲۲۲

ہوا کہ صحابہ کرام اور انکی اولاد کی ایک بڑی تعداد قتل ہو گئی۔ اور یہ پہلے آچکا ہے کہ اسی نے حضرت حسین اور ان کے اصحاب کو ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ اور بیشک (مدینہ کے) ان تین دنوں میں بڑے بڑے عظیم مفاسد مدینۃ النبی میں نمایاں ہوئے جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ کیفیت بتلائی جا سکتی ہے (یعنی اسقدر شرمناک ہیں کہ) انہیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اور یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اسکی بادشاہی اور حکومت مضبوط اور دائمی ہو جائے جس میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے اس کے قصد اور ارادے کے خلاف سزا دی اور جو وہ چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا اور اسے اسی طرح ہلاک کیا جس طرح وہ جابر ظالموں کو ہلاک کیا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکو بھی اپنی مضبوط غالب قدرت سے پکڑا اور تیرے رب کا پکڑنا ایسا ہی ہے جبکہ اس نے (پہلے بھی) ظالم بستیوں کو پکڑا۔ بلاشبہ اسکی پکڑ بڑی سخت الم انگیز ہوتی ہے۔

ان عبارات میں خط کشیدہ الفاظ کو غور سے دیکھیں جن سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ امامِ عالی مقام کا قتل یزید کی رضا اور اُسکے حکم سے ہوا تھا۔

اور پھر ابنِ زیاد بد نہاد جسکو یزید نے کوفہ کا گورنر مقرر ہی اسی لیے کیا تھا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اثر جو اہلِ کوفہ پر ہے ختم کرے اور اِس سلسلے میں اُسکو جو کچھ بھی کرنا پڑے وہ کرے خود ابن زیاد کی شہادات اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور امام اہل سنت علامہ تفتازانی صاحب شرح عقائد نسفی اور علامہ حافظ ابن کثیر اور شیخ محقق کے بیان کے بعد یہ شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے کہ امامِ عالی مقام کا قتل یزید کی مرضی اور حکم سے نہیں ہوا اور واقعۂ کربلا کی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی

معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کوئی فوجی افسر یا کسی صوبہ کا گورنر محض اپنی مرضی اور رائے سے ملک کے امیر کے حکم یا اس کی مرضی کے بغیر ملک کی کسی عظیم ترین شخصیت کو قتل نہیں کر سکتا۔ خاندانِ رسالت کی عظیم ترین ہستیاں یعنی حضرت امام حسین اور ان کے عزیز و اقارب اور رفقاء کا قتل یزیدی فوج کے کسی افسر یا صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ یزید کے حکم اور رضا سے ہُوا اور اسکی پوری پوری ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اسکی نظیر موجود ہے۔ دیکھئے فرعون نے اپنے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کا کوئی بچہ ذبح نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کا قاتل اور ذابح اسی کو قرار دیا کیونکہ تمام بچے اسی کے حکم سے ذبح کئے گئے تھے۔ چنانچہ فرمایا:۔

يُذَبِّحُ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَكُمْ "(اے اسرائیلیو) جبکہ فرعون تمہارے بچوں کو ذبح کرتا تھا اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتا تھا" ثابت ہوا کہ جس کے حکم اور رضا سے قتل ہو اس حاکم کو حکماً قاتل ہی کہا جائے گا۔ لہٰذا یہ کتنا غلط ہے کہ یزید حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے راضی نہ تھا اور نہ یہ قتل اس کے حکم اور رضا سے ہوا،
بلکہ بلاشبہ یہ سب کچھ یزید پلید کے حکم اور رضا سے ہوا۔

یزید اور اس کے ساتھی خُوش ہوئے اس کامیابی پر
نہ غم تھا ان کو اجل آلِ اطہر کی تباہی پر
چنانچہ جب شہادت ہو گئی فرزندِ زہرا کی
تو مقصد اس کا بر آیا یہی اس کی تمنا تھی

سوال نمبر ٦

اگر امام حسین کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس نے ابن زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہارِ افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا!

جواب

جی ہاں! وہ خوش بھی ہوا اور اس نے ابنِ زیاد پر لعنت بھی کی اور اظہارِ افسوس بھی کیا۔ خوش اس لیے ہوا کہ جس ہستی سے اس کی حکومت اور اقتدار کو خطرہ تھا وہ وجود ختم ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابنِ زیاد کی قدر و منزلت اس کے ہاں زیادہ ہو گئی۔ اگر واقعی اس کے نزدیک امام کا قتل ناجائز اور قاتل ابن زیاد ظالم اور مستحقِ لعنت تھا تو پھر اس نے ابن زیاد سے اس کا مواخذہ کیوں نہ کیا اور اسکو کوئی سزا کیوں نہ دی۔ کم از کم اسے معزول ہی کر دیتا مگر اس نے کچھ بھی نہ کیا ثابت ہوا کہ قلبی طور پر تو وہ خوش تھا کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا مگر وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ میری پیشانی پر امام کے بے گناہ قتل کا وہ سیاہ داغ لگ چکا ہے کہ دنیائے اسلام قیامت تک مجھے ملامت کرتی رہے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی رسوائی کے خطرات کے پیشِ نظر صرف زبانی لعنت بھیجی اور ندامت و افسوس کا اظہار بھی کر دیا جس کو رسمی یا سیاسی لعنت و ندامت کہنا چاہیئے۔ ہمارے بیان کی صداقت پر علامہ حافظ ابن کثیر کی شہادت و روایت ملاحظہ ہو۔

فرماتے ہیں:-

لما قتل ابن زياد الحسين و
من معه بعث برؤسهم الى
يزيد فسر بقتله أولا و
حسنت بذلك منزلته
ابن زياد عنده ثم لم
يلبث الا قليلا حتى ندم

البداية والنهاية صفحہ ٢٣٢

جب ابن زیاد نے حضرت حسین کو مع انکے
رفقاء کے قتل کر دیا اور ان کے سروں کو یزید
کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اولاً
خوش ہوا اور اسکی وجہ سے ابن زیاد کی قدر و
منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہو گئی مگر وہ
اس خوشی پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا حتیٰ
کہ پھر نادم ہوا۔

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ :-

فارسله و من معه
من اهل بيته الى يزيد و
منهم على ابن الحسين و
عمته زينب فسر سرورا
كثيرا و اوقفهم موقف السبي
و اهانهم و صار يضرب
الراس الشريف بقضيب
كان معه و يقول
لقيت بغيك يا حسين و بالغ
في الفرح ثم ندم كما
مقته المسلمون على ذلك
و ابغضه العالم

اسعاف الراغبين صفحہ ٢١٧

پس (ابن زیاد نے حضرت امام کے) سر انور
کو مع انکے اہل بیت کے جن میں حضرت زین
العابدین اور انکی پھوپھی حضرت زینب بھی
تھیں، یزید کے پاس بھیجا تو وہ یزید بہت
زیادہ خوش ہوا اور اس نے انکو قیدیوں
کے مقام پر کھڑا کیا اور انکی توہین کی اور
لکڑی کی چھڑی سے سر انور کو الٹ پلٹ
کرتا اور مارتا تھا اور کہتا تھا اے حسین
تو نے اپنی بغاوت کا انجام دیکھ لیا اور
اس نے خوشی و فرحت میں مبالغہ کیا۔ پھر
وہ نادم ہوا اس وجہ سے کہ اسکے اس فعل
پر مسلمان اس سے بغض رکھیں گے اور
مخلوق اس سے نفرت کرے گی۔

ان روایتوں سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ یزید اولاً امام عالی مقام کے قتل سے خوش ہوا مگر یہ خوشی زیادہ دیر تک نہ رہی وہ اس لیے کہ بعد میں اس نے سوچا اور اپنی رسوائی کا اندیشہ ہوا جس نے نادم کر دیا۔ اور یہ ندامت امام کے قتل پر نہ تھی بلکہ اپنی رسوائی پر تھی۔ چنانچہ خود یزید کی زبانی سنیئے!

لَعَنَ اللّٰهُ ابْنَ مَرجَانَةَ فَاِنَّهُ اَحْرَجَهُ وَاضْطَرَّهُ وَقَدْ سَالَهُ اَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَهُ اَوْ يَاتِيَنِي اَوْ يَكُونَ بِثَغْرٍ مِنْ ثُغُورِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ فَلَمْ يَفْعَلْ بَلْ اَبٰى عَلَيْهِ وَقَتَلَهُ فَبَغَّضَنِي بِقَتْلِهِ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَزَرَعَ لِي فِي قُلُوبِهِمُ الْعَدَاوَةَ فَاَبْغَضَنِي الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ بِمَا اَسْتَعْظَمَ النَّاسُ مِنْ قَتْلِي حُسَيْنًا مَالِي وَلِابْنِ مَرجَانَةَ قَبَّحَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ

البدایہ والنہایہ $\frac{۲۳۲}{۸}$

اللہ کی لعنت ہو ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر کہ اس نے حسین کو تنگ و مجبور کر دیا حالانکہ حسین نے اس سے سوال کیا تھا کہ یا تو انکو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں یا انکو میرے پاس آنے دیا جائے یا انکو سرحد کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں۔ پس ابن مرجانہ نے نہ مانا اور انکو قتل کر دیا اور ان کے قتل سے مجھے مسلمانوں میں مبغوض بنا دیا اور ان کے دلوں میں میرا بغض اور عداوت پیدا کر دی۔ تو اب ہر نیک و بد مجھ سے بغض رکھے گا کیونکہ میرا حسین کو قتل کرنا لوگوں پر شاق اور گراں گزرے گا۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا واسطہ اللہ اس کا برا کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

یزید کے اس بیان کے آخری الفاظ میں غور فرمائیے کہ "اب ہر نیک و بد مجھ سے اس لیے عداوت رکھے گا کہ میرا حسین کو قتل کرنا ان پر بہت گراں گزرے گا" اس

ہیں اس بات کا بھی صاف اعتراف ہے کہ وہ قاتلِ حسین ہے۔ کیونکہ سب کچھ اس کے حکم سے ہوا۔ رہا ابن زیاد پر لعنت وغیرہ کرنا تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ قتلِ امام سے خوش نہیں ہوا تھا بلکہ قتلِ امام ہی کی وجہ سے ابن زیاد کا مرتبہ اس نے اپنے یہاں بلند کیا جیسا کہ ذکر ہو چکا اور ابن زیاد پر اس کا لعنت وغیرہ کرنا اسی اپنی رسوائی پر تھا جو آئندہ اس کے حصے میں آنے والی تھی اور آئی چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں :۔

وَقَدْ لَعَنَ ابنَ زِيَادٍ عَلٰى فِعْلِهِ ذٰلِكَ وَشَتَمَهٗ فِيمَا يَظْهَرُ وَيَبْدُوْ وَلٰكِن لَمْ يَعْزِلْهُ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا عَاقَبَهٗ وَلَا اَرْسَلَ يَعِيبُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ، البدایہ والنہایہ صـ ۲۰۳	بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت بھی کی اور اسکو برا بھلا بھی کہا، اس بھروسے کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہو گی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہو گا لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج کر اسکا یہ شرمناک عیب اسکو جتایا یعنی ملامت کیا۔

"خلافتِ معاویہ و یزید" کا مؤلف امام غزالی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ یہ صحیح نہیں کہ یزید نے حسین کو قتل کرایا یا اسکا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا پس جبکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تو پھر یزید کے ساتھ ایسی بدگمانی رکھنا یا سب وشتم وغیرہ کرنا ناجائز وحرام ہے۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتلِ حسین کا حکم دیا اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا تو وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ ملخصاً (معاویہ و یزید صـ ۵۳، صـ ۵۵)

گویا امام غزالی کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ یزید کے ساتھ بدگمانی رکھنا یا اس پر لعنت وغیرہ کرنا اس لیے ناجائز وحرام اور حماقت ہے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ اس نے امام کے قتل کا حکم دیا اور اس پر وہ راضی ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر

امام کا قتل اس کے حکم یا اس کی رضامندی سے ہو تو پھر وہ ضرور بدگمانی اور لعنت کا مستحق ہے (اور اس حقیقت کو ہم نے گزشتہ سطور میں ثابت کر دیا ہے)

خلافت معاویہ و یزید کے مؤلف کی دیگر عبارات بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) امیر المؤمنین یزید اوّل کی خلافت کی حجیت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمر نے اُن کے خلاف خروج کو خدا اور رسول کے ساتھ سب سے بڑی غداری قرار دیا تھا۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۱)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑی غداری تھا۔ (معاذ اللہ)

(۲) اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خود بخود باطل ہو گئے اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد ہی قرار پائیں گے۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۹)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ چونکہ رائے عامہ یزید کے حق میں تھی لہٰذا امام کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا بغاوت اور فساد برپا کرنا تھا۔ اس لحاظ سے وہ باغی اور مفسد تھے۔ (معاذ اللہ)

(۳) اور جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت کو ماننے لگے ہوں۔ خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بجبر و اکراہ تو اس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا اور اگر اس خروج کی حالت میں اسکی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۸)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف

خروج کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے بھی خلاف کیا اور مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کیا اور معاذ اللہ وہ جاہلیت کی موت مرے (یعنی کفر کی موت۔ کیونکہ وہ حالتِ خروج میں شہید ہوئے) (معاذ اللہ)

(۴) چوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔" (تبصرہ محمودی صـ۶۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام (یزید) پر خروج کیا۔ لہذا ان کا یہ گناہ چوری اور زنا اور دوسرے کبائر سے بڑا تھا (معاذ اللہ)

(۵) ان حضرات پر خلفاء اسلام کا یہ احسان ہے کہ انھیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل اُن کے جرمِ عظیم کا کفارہ ہو گیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے" (تبصرہ محمودی صـ۶۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ خلیفۂ اسلام یزید نے حضرت امام حسین کو قتل کر کے ان پر احسان کیا ورنہ امام خروج کرنے کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔ (معاذ اللہ)

قارئین کرام! ان پانچ ناپاک عبارات کو غور سے دیکھیں جن سے ایک مومن کی روح تڑپ اٹھتی ہے کہ اس یزیدی خارجی مؤلف نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کیسی کیسی ناپاک تہمتیں لگائیں۔ معاذ اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری کرنے والا، مفسد، باغی، جاہلیت کی موت مرنے والا چوری اور زنا سے بڑھ کر گناہ کرنے والا، جرمِ عظیم کا مرتکب قرار دیا ہے۔ اور آخر میں کہا ہے کہ اگر یزید ان کو قتل کر کے ان پر یہ احسان نہ کرتا تو وہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اب ایک طرف امام غزالی کے قول کو جو اس مؤلف نے لکھا ہے سامنے

رکھیے اور ایک طرف اس کی ناپاک عبارات کو رکھ لیجئے اور اسی مؤلف سے سوال کیجئے کہ اگر امام ایسے ہی تھے جیسا کہ تُو نے لکھا ہے تو پھر بقول تیرے امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین یزید پر لازم وضروری تھا کہ وہ آپ کو قتل کراتا اور اس پر فخر کرتا کیونکہ ایسے باغی ومفسد وغدّار کا قتل کیا جانا ہی ضروری تھا۔ اور اس نے قتل کرایا جو اس پر لازم تھا۔ پھر بقول امام غزالی کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتل حسین کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا تو وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ ثابت ہوا کہ تُو خود ہی پرلے درجے کا احمق ہے ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

یزیدی ٹولہ یزید پلید کی حمایت میں سر توڑ کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح یزید کو بڑا متقی، صالح، امامِ عادل اور خلیفۂ راشد ثابت کر دے، اور اس سلسلے میں کبھی کسی کا اور کبھی کسی کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ جس کا بھی سہارا پکڑتے ہیں وہی ان کی آرزوؤں اور حسرتوں کا خون کر کے ان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ آجکل بڑے زور وشور سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی شائع کر رہے ہیں اور ان کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ "ائمہ اربعہ کے بعد سب سے بڑے عالم بزرگ امام غزالی کا فتوٰی۔ کہ یزید مسلمان تھا اور مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔" حالانکہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ از رُوئے حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم مومن لعّان یعنی لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ نیز شخصِ معیّن پر لعنت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وہ لعنت کا مستحق ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

وَالصِّفَاتُ الْمُقْتَضِيَةُ لِلَّعْنِ ثَلَاثَةٌ. اَلْكُفْرُ وَالْبِدْعَةُ وَالْفِسْقُ وَلِلَّعْنِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ ثَلَاثٌ	اور جو صفات لعنت کی مقتضی ہیں وہ تین ہیں۔ کفر۔ بدعت اور فسق۔ اور ان میں لعنت کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی

مَرَاتِبَ اَلْاَوَّلُ اللَّعْنُ بِالْوَصْفِ الْاَعَمِّ كَقَوْلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَالْمُبْتَدِعِيْنَ وَالْفَسَقَةِ اَلثَّانِيَةُ اللَّعْنُ بِاَوْصَافٍ اَخَصَّ مِنْهُ كَقَوْلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَ عَلَى الْقَدَرِيَّةِ وَالْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ اَوْ عَلَى الزُّنَاةِ وَالظَّلَمَةِ وَ آكِلِي الرِّبَا وَكُلُّ ذَالِكَ جَائِزٌ وَلٰكِنْ فِيْ بَعْضِ اَوْصَافِ الْمُبْتَدِعَةِ خَطَرٌ لِاَنَّ المعرفه الْبِدْعَةِ غَامِضَةٌ اَلثَّالِثَةُ اللَّعْنُ لِلشَّخْصِ الْمُعَيَّنِ وَ هٰذَا فِيْهِ خَطَرٌ كَقَوْلِكَ زَيْدٌ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَ هُوَ كَافِرٌ اَوْ فَاسِقٌ اَوْ مُبْتَدِعٌ اما الشخص بِعَيْنِهٖ فِيْ زَمَانِنَا كَقَوْلِكَ زَيْدٌ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَهُوَ يَهُوْدِيٌّ مَثَلًا فَهٰذَا فِيْهِ خَطَرٌ فَاِنَّهٗ رُبَّمَا يُسْلِمُ (احیاء العلوم ص۱۲۳ ج۳)

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

وَعَلَى الْجُمْلَةِ فَفِيْ لَعْنِ الْاَشْخَاصِ

صورت یہ ہے کہ وصف عام کے ساتھ لعنت کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ کافروں۔ بدعتیوں اور فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ دوسری[2] صورت یہ ہے کہ وصف خاص کے ساتھ لعنت کرے مثلاً یوں کہے کہ یہود، نصاریٰ مجوس۔ قدریہ۔ خوارج۔ روافض۔ زانی ظالم اور سُود خوار پر لعنت ہو۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن اہل بدعت پر لعنت کرنے میں تردّد ہے کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر مشکل ہے۔ تیسری[3] صورت یہ ہے کہ کسی شخصِ معیّن پر لعنت کرے، یہ محلِ خطر ہے۔ مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہے۔ اور اس زمانہ کے کسی شخصِ معیّن پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو مثلاً زید پر جو یہودی ہے اللہ کی لعنت ہو یہ اچھا نہیں اس میں احتمال خطرہ ہے اس لیے کہ شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کرلے اور مسلمان ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ معیّن لوگوں پر لعنت

خَطَر فَلْيَجْتَنِبْ وَلَا خَطَرَ
فِي السُّكُوتِ عَنْ
لَعْنِ ابليس مثلاً
فضلاً عَنْ غيره
فَانْ قِيلَ هَلْ يَجُوزُ
لَعْنُ يَزِيدَ لِأَنَّه
قَاتِلُ الحُسَيْنِ اَوْ آمِرٌ
بِهٖ قلنا هذا لم
يَثْبُتْ اصلاً

کرنے میں خطرہ ہے اس سے اجتناب کرنا
چاہیئے اور اگر کوئی بالفرض شیطان پر بھی لعنت
نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ
نہیں شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا پھر
اگر کوئی کہے کہ یزید نے حضرت امام حسین
(علیہ السلام) کو قتل کیا یا اس نے قتل کی
اجازت دی تو اسکو لعنت کرنا جائز ہے یا
نہیں؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قتل و اجازتِ
قتل یہ دونوں باتیں بالکل پایۂ ثبوت کو
نہیں پہنچیں۔

احیاء العلوم صفحہ ۱۲۰/۳

فَاِنْ قِيلَ فَهَلْ يَجُوزُ اَنْ يُقَالَ
قَاتِلُ الْحُسَيْنِ لَعَنَهُ الله
اَوِ الآمِرُ بِقَتْلِهٖ لَعَنَهُ الله قُلْنَا
الصَّوَابُ اَنْ يُقَالَ قَاتِلُ الحُسَيْنِ
اِنْ مَاتَ قَبْلَ التَّوْبَةِ لَعَنَهُ
الله لِاَنَّهٗ يَحْتَمِلُ اَنْ يَمُوتَ
بَعْدَ التَّوْبَةِ فَاِنَّ وَحْشِيًّا قَاتِلُ
حَمْزَةَ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى الله
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَهٗ وَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہے یا نہیں؟
کہ قاتلِ امام حسین یا قتل کی اجازت دینے
والے پر اللہ کی لعنت ہو؟ تو ہم کہتے ہیں کہ درست
یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ
مرا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت کیونکہ یہ احتمال
ہے کہ شاید بعد توبہ مرا ہو۔ (جیسا کہ) وحشی
نے حضرت حمزہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو قتل کیا اور وہ (وحشی) حالتِ کفر میں تھا۔ پھر کفر
اور قتل دونوں سے اس نے توبہ کی تو اس پر لعنت

---

[1] وحشی کی توبہ تو ثابت ہے لیکن یزید کی توبہ کا صرف احتمال ہی احتمال ہے بلکہ عدم توبہ واضح ہے کیونکہ اس
کے بعد افعال قبیح اس پر دال ہیں

تَابَ عَنِ الْكُفْرِ وَالْقَتْلِ جَمِيعًا وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُلْعَنَ وَالْقَتْلُ كَبِيرَةٌ وَلَا تَنْتَهِي اِلٰى رُتْبَةِ الْكُفْرِ فَاِذَا لَمْ يُقَيَّدْ بِالتَّوْبَةِ وَاُطْلِقَ اَنَّ فِيهِ خَطَرٌ وَلَيْسَ فِي سُكُوتِهِ خَطَرٌ فَهُوَ اَوْلٰى احیاء العلوم ص ۱۳۱/۳

وَ اِنَّمَا اَوْرَدْنَا هٰذَا لِتَهَاوُنِ النَّاسِ بِاللَّعْنَةِ وَ اِطْلَاقِ اللِّسَانِ بِهَا وَالْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُطْلَقَ اللِّسَانُ بِاللَّعْنَةِ اِلَّا عَلٰى مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ اَوْ عَلَى الْاَجْنَاسِ الْمَعْرُوْفِيْنَ بِاَوْصَافِهِمْ دُوْنَ الْاَشْخَاصِ الْمُعَيَّنِيْنَ فَالْاِشْتِغَالُ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَوْلٰى فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي السُّكُوْتِ سَلَامَةٌ ......

فَقَالَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ فَقَالَ اُوْصِيْكَ اَنْ لَا تَكُوْنَ لَعَّانًا۔ احیاء العلوم ص ۱۲۱/۳

جائز نہیں۔ اور قتل گناہ کبیرہ ہے جو کفر کے درجے تک نہیں پہنچتا پس جب توبہ سے مقید نہ کیا جائے اور مطلق لعنت کی جائے تو اس میں خطرہ ہے اور سکوت میں کوئی خطرہ نہیں اور یہی بہتر ہے۔

اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا یہاں ذکر کیا ہے تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب میں جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو چاہیئے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اس کے سوا پر زبانِ لعن نہ کھولیں اور اگر لعنت ہی کرنی ہو تو معین شخص کا ذکر نہ کریں وصف عام کے طور پر لعنت کریں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی کچھ ذکر خدا کرے اور اگر نہ ہو سکے تو چپ ہی رہے اس میں سلامتی ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کوئی وصیت فرمائیے فرمایا میری وصیت تجھے یہ ہے کہ تو بہت زیادہ لعنت کرنے والا نہ ہونا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم قارئین حضرات پر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ امام غزالی نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم و کیمیائے سعادت میں باب باندھا ہے "باب آفاتِ زبان" یعنی انسان پر اسکی زبان کی وجہ سے بہت سی آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا زبان کو لگام دے کر قابو میں رکھنا چاہیئے اور بہت ہی زیادہ احتیاط سے کلام کرنا چاہیئے۔ اس باب کے تحت انھوں نے بہت سے عنوان قائم کئے ہیں مثلاً بے فائدہ کلام۔ کثرتِ کلام۔ باطل امور پر کلام۔ لڑائی جھگڑا۔ گالی گلوچ۔ ہنسی مذاق۔ غیبت و جھوٹ۔ جھوٹا وعدہ کرنا۔ راز کو ظاہر کرنا۔ بے جا تعریف کرنا وغیرہ اسی میں لعنت و ملامت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ جس سے عباراتِ بالا نقل کی گئی ہیں۔ بالا عبارات میں خط کشیدہ الفاظ میں غور فرمایئے۔ امام صاحب کے نزدیک کافروں۔ فاسقوں پر اور اسی طرح یہود و نصاریٰ۔ قدریہ و جبریہ۔ خوارج و روافض۔ ظالموں و زانیوں اور سود خواروں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ البتہ شخص معین پر لعنت کرنے سے انھوں نے روکا ہے کیونکہ اس میں نقصان و خطرہ ہے۔ یہ محض کمال احتیاط اور بلند ترین تقویٰ کی دلیل ہے۔ چنانچہ غور فرمایئے وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے کسی شخص معین پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی بالفرض شیطان پر ہی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں۔ شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا۔ تعجب ہے کہ حضرت امام غزالی کے قول سے وہ لوگ استدلال کر رہے ہیں جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی مسلمانوں کو بات بات پر کافر و مشرک اور بدعتی بنانا ہے۔ امام غزالی تو فرما رہے ہیں کہ شخص معین پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں اس لیے کہ شاید وہ توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور اسی طرح ابلیس پر بھی لعنت نہ کرے بلکہ سکوت اختیار کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر اور بیشک اے ابلیس تجھ پر لعنت ہے روز قیامت تک۔ اور ہر مسلمان روزانہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھتا ہے یہ رَجِیْم کہنا بھی تو لعنت ہی ہے۔ امام غزالی کا قول پیش کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ کافر اور ابلیس کو بھی مستحق لعنت نہ سمجھیں اور ان پر لعنت بھی نہ کیا کریں۔ افسوس انکو یہ معلوم نہیں کہ کسی کا مستحق لعنت ہونا اور بات ہے اور اس پر لعنت نہ کرنا اور بات ہے۔ امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ از روئے حدیث مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا یعنی خواہ کوئی مستحق لعنت ہو مگر مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اس پر لعنت نہیں کرتا اس کی دلیل یہ ہے کہ وصفِ عام کے ساتھ ان کے نزدیک بھی کافر و فاسق پر بلکہ خوارج و روافض اور ظالم و زانی اور سود خور پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور یزید بلاشبہ فاسق و ظالم تھا لہٰذا امام غزالی کے مقرر کردہ اصول کے مطابق بھی اس پر لعنت کرنا جائز ہو گیا۔ مگر اس کا نام لے کر نہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ ان کے نزدیک یزید نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قتل کی اجازت نہیں دی اور اس لیے بھی کہ شاید اس نے توبہ کر لی ہو۔

اور ہم نے اکابر ائمہ اور علماء کرام رحمہم اللہ کے کلام سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید ہی کو قاتل قرار دیا اور اس کو خط لکھا قَدْ قَتَلْتَ حُسَیْنًا وَفِتْیَانَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الخ کہ بیشک تُو نے حسین اور عبد المطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے الخ۔ بلکہ خود ابن زیاد ملعون نے اقرار و اعتراف کیا کہ میں نے امام حسین کا قتل یزید کے حکم سے کیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

لیجئے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجئے کہ حضرت امام غزالی ہی کے مطابق یزید پلید مستحق لعنت ہے یا نہیں؟

وَاسْتَيقَظَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا مَرَّةً مِن نَوْمِهِ فَاسْتَرْجَعَ وَقَالَ قُتِلَ الحُسَيْنُ وَاللهِ وَكَانَ ذَالِكَ قَبلَ قَتْلِهِ فَانْكَرَهُ اَصْحَابُهُ فَقَالَ رَأَيتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ زُجَاجَةٌ مِنْ دَمٍ فَقَالَ اَلَا تَعْلَمُ مَا صَنَعَتْ اُمَّتِي بَعْدِي قَتَلُوا ابْنِيَ الحُسَيْنَ وَ هٰذَا دَمُهُ وَدَمُ اَصْحَابِهِ اَرْفَعُهَا اِلَى اللهِ تَعَالٰى فَجَاءَ الخَبَرُ بَعْدَ اَرْبَعَةٍ وَ عِشْرِيْنَ يَومًا بِقَتْلِهِ فِي اليَومِ الَّذِي رَآهُ۔

احیاء العلوم صـ ۳۹۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور فرمایا خدا کی قسم! حسین قتل ہو گئے اور یہ واقعہ ان کے قتل کی خبر آنے سے پہلے کا تھا۔ ان کے ساتھیوں نے اسکو ماننے سے انکار کیا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (خواب میں) دیکھا ہے آپ کے ہاتھ میں شیشہ کا برتن ہے جس میں خون ہے اور آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا ہے؟ انھوں نے میرے بیٹے حسین کو قتل کر دیا ہے اور یہ میرے بیٹے (حسین) اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرونگا چوبیس روز کے بعد خبر آئی کہ اسی دن حسین قتل ہوئے تھے جس دن ابن عباس نے خواب دیکھا تھا۔

قارئین حضرات: ملاحظہ فرمائیں یہ تو حدیث ہے جو امام غزالی نے نقل فرمائی ہے اور وہ تو ان کا اپنا خیال ہے جو انھوں نے یزید کے بارے میں ظاہر کیا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتلِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ اذیت اور رنج پہنچا کر آپ امام اور ان کے رفقاء کا خون بارگاہ ربّ العزت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ شکایت کریں اور وہ منتقم حقیقی قاتلوں سے انتقام لے۔ اور بلاشبہ جو

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور رنج پہنچائے اس پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

(۲) روایت ہے کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہؓ نے پڑھا یہ تھا کہ لوگو! جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹتا ہے اور میں تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تم پر ہوگا وہ مجھ سے بُرا ہی ہو گا جیسے مجھ سے پیشتر حاکم مجھ سے بہتر تھے (احیاء العلوم جلد چہارم) امام غزالی کی روایت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوا یزید برا حاکم تھا۔

(۳) حضرت محمد بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام دشمنوں میں گھر گئے تو آپ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے فرمایا کہ مجھے زندگی سے موت اس لیے محبوب ہے الا ترون ان الحق لا یعمل بہ الخ کہ تم دیکھتے ہی ہو آجکل حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل امور سے اجتناب نہیں ہے ایسے حالات میں مومن کو چاہیئے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی رغبت کرے۔ میں ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا سعادت سے محرومی سمجھتا ہوں (احیاء العلوم جلد چہارم) امام غزالی کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے موت کو زندگی پر اس لیے ترجیح دی کہ یزید کے دَور میں حق پر عمل اور باطل امور سے اجتناب نہیں ہو رہا تھا لہٰذا آپ نے ان ظالموں کے ساتھ زندگی کو سعادت کی زندگی سے محروم سمجھا۔ ثابت ہو گیا کہ یزید اور اس کے ساتھی ظالم تھے۔ اور شروع مضمون میں گزر چکا ہے کہ امام غزالی کے نزدیک ظالموں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (ھود۔ ۱۱)

(۴) صحابہؓ میں بہت سے ایسے ہیں کہ انھوں نے ظالموں کا زمانہ دیکھا اور اُن سے مال بھی لیا، چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدری اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور جریر بن عبداللہ اور جابر اور انس بن مالک اور مسعود بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما

نے مروان بن حکم اور یزید بن عبد الملک سے مال لیا۔ اور حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے مال لیا ہے۔ (احیاء العلوم جلد دوم)

یزید کے حامیوں سے سوال ہے کہ امام غزالی فرما رہے ہیں کہ بہت سے صحابہ نے ظالم امراء کا زمانہ دیکھا اور اُن سے مال بھی لیا۔ تو کیا امام غزالی کے ماننے والے رہنمائی فرمائیں گے کہ وہ ظالم امراء کون تھے جن کا زمانہ بہت سے صحابہ نے دیکھا؟ مروان۔ یزید بن عبد الملک اور حجاج کا نام تو خود انھوں نے بھی لکھا ان کا ظالم ہونا تو امام غزالی کے نزدیک بھی ثابت ہو گیا۔ اِن کے علاوہ بھی کوئی ہے یا نہیں؟

(۵) امام غزالی کے نزدیک وصفِ عام کے ساتھ فاسقوں پر لعنت کرنا اور وصفِ خاص کے ساتھ قدریہ۔ خوارج۔ روافض اور ظالم وغیرہ پر لعنت کرنا جائز ہے جیسا کہ اسی بحث کے شروع میں گزرا۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں بہت سے راوی شیعہ۔ رافضی۔ خارجی اور قدریہ وغیرہ ہیں (تفصیل آگے امام طبری کے ذکر میں آرہی ہے) جو امام غزالی کے نزدیک مستحقِ لعنت ہیں۔ نیز یزیدی ٹولے کے شیخ المشائخ، مرکز دائرۃ التحقیق، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند حسین احمد صاحب مدنیؒ نے ابن عبد الوہاب نجدی کو ظالم باغی خونخوار فاسق لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "الحاصل وہ (ابن عبد الوہاب نجدی) ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق تھا" (الشہاب الثاقب ص) اور ظالم و فاسق امام غزالی کے نزدیک مستحقِ لعنت ہے۔

اسی طرح تمام غیر مقلدین (اہل حدیث) کو بھی فاسق لکھا۔ ملاحظہ ہو۔ "فتاویٰ رشیدیہ میں متعدد مقامات میں حضرت مولینا گنگوہی نے طائفہ وہابیہ میں غیر مقلدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے۔" (الشہاب الثاقب ص)

اور امام غزالی کے نزدیک فاسق مستحقِ لعنت ہے تو سارے غیر مقلدین وہابیہ مستحقِ لعنت ٹھہرے۔ امام غزالی جو یزیدی ٹولے کے نزدیک ائمہ اربعہ کے بعد سب سے بڑے

عالم ہیں اور جن کو یزیدی ٹولا بہت مانتا ہے۔ کیا وہ امام غزالی کے قول کے مطابق بخاری و مسلم کے راویوں، ابن عبدالوہاب نجدی اور طائفہ وہابیہ غیر مقلدین کو مستحق لعنت سمجھتا ہے یا نہیں؟ یہ یزید جیسے عالم کی بے جا حمایت کا نتیجہ ہے کہ یزیدی ٹولہ تو یزید کو ہر صورت میں بچانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ تو کیا بچے گا وہ اپنے ان حامیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر مستحق لعنت بناتا جا رہا ہے ؎

میں اس کو بچانا چاہتا تھا وہ مجھ کو بھی لے کر ڈوب گیا

سوال نمبر ۷

کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت اور بددیانتی سے بھی کام لیا ہے؟

جواب ہاں! بلا شبہ اس نے خیانت و بددیانتی کی انتہا کر دی۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے صفحہ ۵۵ میں باب باندھا "کتاب فضل یزید" اور اس کے تحت البدایہ والنہایہ کی جو سب سے پہلی روایت نقل کی، اس میں جس بے خیانت و بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ لکھتا ہے:۔

(۱) منجملہ ان کے الشیخ عبد المغیث بن زہیر الحربی تھے جن کے متعلق علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

کان من صُلحاءِ الحنابلۃِ وکان یزار، یعنی وہ حنبلی صالحین میں سے مرجع عوام تھے۔ انھوں نے امیر یزید کے حسن سیرت اور اوصاف پر مستقل تصنیف کی وَلَہٗ مُصَنَّفٌ فِیْ فَضْلِ یزید بن معاویۃ اَتٰی فِیْہِ بِالْغَرَائِبِ وَالْعَجَائِبِ اور ان کی (شیخ عبد المغیث کی) تصنیف سے فضل یزید بن معاویہ پر ایک کتاب ہے جس میں بہت سے عجیب وغریب حالات بیان کیے ہیں (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۵۵)

اب اصل عبارت علامہ ابن کثیر کی ملاحظہ فرمائیں:۔

اَلشَّیْخُ عَبْدُ الْمُغِیْثِ بْنُ زُھَیْرٍ الْحَرْبِیُّ کَانَ مِنْ صُلَحَاءِ الْحَنَابِلَۃِ وَکَانَ یُزَارُ وَلَہٗ مُصَنَّفٌ	شیخ عبد المغیث بن زہیر حربی صلحاء حنابلہ میں سے تھے لوگ انکی زیارت کو آتے تھے اور

فِی فَضْلِ یَزِیدَ بْنِ مُعَاوِیَۃَ اَتٰی بِالْغَرَائِبِ وَالْعَجَائِبِ وَقَدْ رَدَّ عَلَیْہِ اَبُو الْفَرَجِ ابْنُ الْجَوْزِی فَاَجَادَ وَاَصَابَ

البدایہ والنہایہ ص ۲۲۸/۲

ان کی ایک کتاب ہے یزید بن معاویہ کی فضیلت میں جس میں وہ غرائب و عجائب لائے ہیں اور اس کتاب کا رد علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے کیا ہے اور بہت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے۔

قارئین کرام! اندازہ لگائیں کہ خلافتِ معاویہ و یزید کے مؤلف نے اصل حقیقت کے بیان میں کس قدر خیانت اور بد دیانتی سے کام لیا ہے۔ عجائب و غرائب کا ترجمہ کیا ہے "وہ بہت سے عجیب و غرایب حالات بیان کئے ہیں" حالانکہ اہلِ علم کے نزدیک اس کا مطلب ہوتا ہے غیر مستند اور غیر مانوس باتیں جو تعجب میں ڈالنے والی ہوں۔ اور آگے جو علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ علامہ ابوالفرج ابن جوزی نے اس کتاب کا بہت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے اس کو مؤلف ہڑپ کر گیا جس سے علامہ ابنِ کثیر کی رائے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کے رد کو عمدہ اور صحیح کہہ رہے ہیں۔ اور دیکھئے "خلافتِ معاویہ و یزید" کا مؤلف اس کے بعد لکھتا ہے کہ:-

(۲) خلیفہ الناصر نے یزید کے بارے میں شیخ سے جو سوال کیا اور جو جواب انہوں نے دیا علامہ موصوف (ابن کثیر) کے الفاظ سنیئے!

فَسَأَلَہُ الْخَلِیْفَۃُ عَنْ یَزِیدَ اَیُلْعَنُ اَمْ لَا، فَقَالَ لَا اُسَوِّغُ لَعْنَہٗ لِاَنِّی لَوْ فَتَحْتُ ھٰذَا الْبَابَ لَافْضَی النَّاسُ اِلٰی لَعْنِ خَلِیْفَتِنَا! فَقَالَ الْخَلِیْفَۃُ وَلِمَ، قَالَ لِاَنَّہٗ یَفْعَلُ اَشْیَاءَ مُنْکَرَۃً کَثِیْرَۃً مِنْھَا کَذَا وَکَذَا ثُمَّ شَرَعَ یُعَدِّدُ عَلٰی

خلیفہ نے شیخ عبدالمغیث سے سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ لعن ہرگز جائز نہیں اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر لعن کرنے لگ جائیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں؟ شیخ نے کہا کہ وہ بہت سے منکرات پر عمل پیرا ہوئے ہیں

الخليفة افعاله القبيحة وما يقع منه من المنكر لينزجر عنها

خلافت معاویہ و یزید ص۵۶

جن میں سے یہ اور یہ امور ہیں انھوں نے خلیفہ کے بُرے اعمال گنانے شروع کئے نیز جو منکرات اس سے سرزد ہوئے تھے۔

مذکورہ بالا ترجمہ جو "خلافت معاویہ و یزید" کے مؤلف نے کیا ہے اس میں ایکی دھوکا دہی اور بددیانتی ملاحظہ ہو۔ لَا اُسَوِّغُ لعنہ کا ترجمہ کیا ہے کہ "لعن ہرگز جائز نہیں" حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ لَا اُسَوِّغُ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معروف ہے۔ لہذا لَا اُسَوِّغ کا ترجمہ ہوگا کہ "میں جائز نہیں کرونگا" اور ظاہر ہے کہ شیخ کسی امر کو از خود جائز یا ناجائز کرنے کے مجاز نہیں۔ یہ چیز خاص ہے شارع علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ۔ لہذا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ "میں اس پر لعن کرنے کی اجازت نہیں دونگا" اور آگے ہے لِاَنِّی لَو فَتَحْتُ هٰذَا الْبَابَ، اس کا ترجمہ خائن مؤلف نے یہ کیا ہے "اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے" یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ فَتَحْتُ بھی صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معروف ہے اور اس پر لَو حرفِ شرط آنے کی وجہ سے وہ بھی مضارع کے معنی میں ہے کہ "اگر میں اس لعنت کے دروازے کو کھول دوں"۔ تو شیخ کی عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ میں یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ کیونکہ اگر میں یہ لعنت کرنے کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر بھی اس کی برائیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے لعنت کرنے لگ جائیں گے۔ جس سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح یزید بُرا اور بدکار تھا اسی طرح ہمارا خلیفہ بھی بُرا اور بدکار ہے۔ تو اگر میں یزید پر لعنت کرنے کی اجازت دوں تو اس خلیفہ پر بھی لعنت کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ تو اس کو لعنت سے بچانے کے لیے میں یزید پر بھی لعنت کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک بھی یزید بُرا اور بدکار تھا۔

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے!

(۳) اسی خائن مؤلف نے اپنی تالیف "معاویہ ویزید" کے صفحہ ۴۹ پر علامہ ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ یزید کے بارے میں لکھتے ہیں :-

وَقَدْ كَانَ يَزِيْدُ فِيْهِ خِصَالٌ مَحْمُوْدَةٌ مِنَ الْكَرَمِ وَالْحِلْمِ وَالْفَصَاحَةِ وَالشِّعْرِ وَالشَّجَاعَةِ وَحُسْنِ الرَّأْيِ فِي الْمُلْكِ وَكَانَ ذَا جَمَالٍ حُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳)	اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات حلم و کرم، فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں نیز معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے اور معاشرت کی خوبی و عمدگی بھی ان میں تھی۔

اور اسی عبارت کے ساتھ ہی آگے یہ عبارت بھی موجود ہے جس کو کمال خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس خائن مؤلف نے چھوڑ دیا کیونکہ اس میں یزید کے خصائل مذمومہ کا بیان تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو :-

وَكَانَ فِيْهِ أَيْضًا إِقْبَالٌ عَلَى الشَّهَوَاتِ وَتَرْكُ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَإِمَاتَتُهَا فِي غَالِبِ الْأَوْقَاتِ وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنَا حَيْوَةُ حَدَّثَنِيْ بَشِيْرُ بْنُ أَبِيْ عَمْرٍو الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ الْوَلِيْدَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ	اور نیز اس (یزید) میں شہوات نفسانیہ میں انہماک بھی تھا اور بعض اوقات بعض نمازوں کو بھی چھوڑ دیتا تھا اور وقت گزار کر پڑھنا تو اکثر اوقات رہتا تھا اور امام احمد بن حنبل نے سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی روایت بیان فرمائی۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو

بعدِ سِتِّیْنَ سَنَۃً اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۰ ج ۸) — ضائع کریں گے، اور شہوات نفسانیہ کی پیروی کریں گے تو عنقریب وہ (جہنم کی وادی) غیّ میں جا گریں گے۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے یزید کی شہوت رانی اور نمازوں کے ترک کے ساتھ اس حدیث نبوی کو بیان کر کے پوری پارٹی (جو ۶۰ھ کے بعد ابھری) کا انجام بیان کر دیا۔ جس سے حافظ ابن کثیر کے بیان کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی تھی، اس کو نظر انداز کر دینا اور چھوڑ دینا سخت قسم کی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

رہا یزید کا علم و کرم، فصاحت و شعر گوئی، شجاعت و بہادری اور معاملاتِ حکومت میں اچھا ہونا تو اس قسم کی صفات تو غیر مسلم بادشاہوں میں بھی پائی جاتی ہیں ایک مومن کے کردار کا پتہ تو تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے چلتا ہے، جب وہ ہی درست نہ ہوا تو حقیقت میں کچھ بھی درست نہ ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (توبہ۔ ۶۲) اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار تھے کہ ان کو راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر لیا تو فصاحت و بلاغت وہاں کیا کرے گی یزید اور اس کے چار سالہ دورِ حکومت کی سیاہ کاریوں پر نظر رکھنے والے اس کے علم و کرم اور فصاحت و شجاعت اور حکومت کے معاملات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے ساتھیوں ہم جولیوں اور خوشامدیوں کے ساتھ یا پھر مطلب براری کے لیے حلم و کرم سے پیش آتا ہو گا مگر جو کچھ اس نے آلِ رسول اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساکنوں کے ساتھ کیا یا کرایا وہ اس کے حلم و کرم اور معاملاتِ حکومت کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے۔

"تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ احادیث

میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عتبہ الکوفی المتوفی ۱۸۶ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ مراسیل ابوداؤد میں انکی مرویات ہیں۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۴۵)

اب تہذیب التہذیب کی اصل عبارت دیکھئے اور اس مؤلف کی خیانت اور فریب کاری ملاحظہ فرمایئے:۔

وَلَيْسَتْ لَهُ رِوَايَةٌ تُعْتَمَدُ وَ قَالَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي غَنِيَّةَ اَحَدُ الثِّقَاتِ ثَنَا نَوْفَلُ بْنُ اَبِي عَقْرَبٍ ثِقَةٌ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَذَكَرَ رَجُلٌ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ، فَقَالَ عُمَرُ تَقُوْلُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ؟ وَ اَمَرَ بِهٖ فَضُرِبَ عِشْرِيْنَ سَوْطًا ذَكَرْتُهُ لِلتَّمْيِيْزِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّخَعِي ثُمَّ وَجَدْتُ لَهُ رِوَايَةً فِي مَرَاسِيْلِ اَبِي دَاوُدَ وَ قَدْ نَبَّهْتُ عَلَيْهَا فِي الْاِسْتِدْرَاكِ عَلَى الْاَطْرَافِ۔

(تہذیب التہذیب ص۳۶۱)

اور یزید کی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے اور یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیہ جو ثقہ راویوں سے ایک ہیں نے بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے جو ثقہ راوی ہیں بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر المؤمنین یزید نے فرمایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے؟ اور اس شخص کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا (صاحب تہذیب التہذیب فرماتے ہیں کہ) میں نے یزید بن معاویہ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس کے اور یزید بن معاویہ النخعی کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ پھر میں نے یزید کی صرف ایک روایت مراسیل ابوداؤد میں پائی اور میں نے اطراف پر استدراک میں اس روایت پر تنبیہ کی ہے۔

یزیدی مؤلف کی عبارت اور اصل عبارت کو سامنے رکھئے تو حسب ذیل خیانتیں اور فریب کاریاں واضح طور پر سامنے آجائیں گی۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی پر افترا، کہ انھوں نے یزید کا ذکر رواۃ حدیث میں کیا ہے حالانکہ وہ فرمارہے ہیں کہ یزید کی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر نے محدث یحییٰ بن عبدالملک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ حالانکہ حافظ ابن حجر نے محدث یحییٰ بن عبدالملک کو احد الثقات کہا ہے اور اس خائن نے جان بوجھ کر ان کی صفت کو یزید کی صفت بنا ڈالا۔ یہ ابنِ حجر پر دوسرا افترا ہے۔

(۳) محدث یحییٰ بن عبدالملک جو ثقہ راویوں میں سے ہیں، وہ تو یہ بیان فرمارہے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص کو بیس درے لگوائے جس نے یزید کو امیرالمومنین کہا تھا اور یہ خائن اُنکی طرف یہ منسوب کر رہا ہے کہ وہ یزید کو ثقہ راویوں میں شمار کرتے تھے۔ یہ خیانت کے ساتھ ساتھ محدث پر افترا ہے۔

(۴) مراسیل ابوداؤد میں ان کی مرویات ہیں۔ حالانکہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھ کو صرف ایک روایت ملی۔ اس پر بھی انھوں نے تنبیہ کی۔ صرف ایک روایت کو مرویات بنا ڈالا۔ یہ نادانی یا کذب پر مشتمل ہے۔

(۵) ابن حجر نے اس عبارت سے پہلے یزید کے سیاہ کارنامے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروانا اور مدینہ منورہ پر حملہ کروانا اور صحابہ و تابعین کو شہید کروانا اور مدینہ منورہ کو تین دن کے لیے ہر طرح مباح کر لینا قتل و غارت کے ساتھ فحش حرکات اور عصمت دری وغیرہ کا ظہور میں آنا بیان کیا جس کو خیانت و بددیانتی کی وجہ سے مؤلف چھوڑ دیا اور درمیان کا یہ ٹکڑا لے لیا۔ اور اس کا بھی مفہوم سخت غلط بیان کیا۔

غور فرمایئے جس شخص کی دیانت کا یہ عالم ہو اس کے کذب و افترا کے

چندے کو بے لاگ تحقیق اور ریسرچ کا نام دینا تحقیق و ریسرچ کا تمسخر اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟

(۵) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ برس کی عمر کے تھے ادرك الحسين من حياة النبي صلى الله عليه وسلم خمس سنين اونحوها (البدایہ ص۱۴۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حسین نے پانچ برس کا زمانہ پایا تھا یا تقریبا۔ اتنی چھوٹی سی عمر سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی۔ بعض ائمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت حسن کو جوان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے، زمرۂ صحابہ کے بجائے تابعین میں شامل کیا ہے وَقَدْ رَوَى صَالِحُ بْنُ احْمَدَ بِنِ حَنْبَلٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ قَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اَنَّهُ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ وَهٰذَا غَرِيْبٌ فَلَانْ يَقُولَ فِي الْحُسَيْنِ اَنَّهُ تَابِعِيٌّ بِطَرِيقِ الاولٰى، امام احمد بن حنبل کے فرزند صالح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حسن بن علی ثقہ تابعی تھے، یہ قول غریب ہے۔ تاہم حسین کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے (صحابہ کے زمرہ میں شامل نہ تھے)۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۱۴۶)

اس خائن مؤلف نے اس عبارت میں بھی کمال خیانت اور مکاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

(۱) حضرت حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ برس کے تھے۔ اس دعوے پر بطورِ دلیل علامہ حافظ ابن کثیر کا قول پیش کیا ہے۔ حالانکہ ابن کثیر کے اس قول میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں جس کا معنی "صرف" ہو اور جس سے امام کی عمر کا پانچ برس میں منحصر ہونا معلوم ہو بلکہ لفظ "صرف" کے برعکس موجود ہے۔ اور وہ ہے خمس سنین اونحوها جس کا ترجمہ ہے "پانچ برس یا اسکی مانند" یعنی پانچ برس میں منحصر نہیں اس کے علاوہ بھی کوئی مدت اگر ثابت

ہو جائے تو درست ہے خود اس مؤلف نے بھی او نحوھا کا ترجمہ کیا " یا تقریبا " آگے اڑا گیا۔ پھر پانچ برس کے ساتھ لفظ "صرف" بڑھا دینا اصل عبارت میں اضافہ ہے جو تحریف کو مستلزم ہے۔

خطیب بغدادی کفایۃ الخطیب میں لکھتے ہیں:۔

فَقَدْ رَوَی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ	پس بیشک (حضرت) حسن بن علی بن ابی طالب
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ	نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی
مَوْلِدُہٗ سَنَۃَ اِثْنَیْنِ مِنَ الْھِجْرَۃِ (کفایۃ الخطیب ص۵۵)	ہے اور ان کی ولادت ۲ھ میں ہے

اس روایت کے مطابق حضرت امام حسن کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال اور حضرت امام حسین کی عمر سات سال ثابت ہوتی ہے۔ بعض مؤرخین نے امام حسن کا سن پیدائش ۳ھ اور امام حسین کا ۴ھ قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی امام حسین کی عمر چھ سال سے کچھ زائد ہی ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے حافظ ابن کثیر نے لفظ او نحوھا کہا جس سے زیادہ عمر کی گنجائش نکلتی ہے۔ بہر صورت اگر پانچ برس کی بھی ہو تو بھی ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس گھرانے اور جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ گھرانہ علم و حکمت کا مخزن، وہ ماحول انوار نبوت سے روشن، ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول کا تذکرہ۔ اور پھر امام حسین اہل بیت نبوت کے خاص جو ہر جن پر فیضان نبوت کی خاص بارش ہوتی تھی اور جن کو اخلاق نبوت سے خلقی اور فطری مناسبت حاصل تھی، ان کو عام بچوں پر قیاس کرتے ہوئے کہہ دینا " اتنی چھوٹی سی عمر بن تمیز کی عمر نہیں ہوتی " ان کے عالی مقام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ اہل علم و دانش جانتے ہیں کہ ہر دور میں جہاں عام حالات ہوتے ہیں وہاں کچھ مخصوص حالات اور مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ تلاش کی جائے تو آج کے دور میں بھی اس کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ تو وہ حضرات تو ازل ہی سے مخصوص اور محبوب ہیں۔ اس مؤلف کا امام

حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی نفی کرنا غالباً اس لیے ہے کہ صحابیت کے فضائل و مناقب ان کے لیے ثابت نہ ہوں اور وہ آسانی سے ان کی ذات پر ناپاک حملے کر سکے۔ کیونکہ احترام شرف صحبت کچھ اس سے مانع تھا جیسا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق آزادی سے نہیں بلکہ دبی زبان سے کچھ کہتا ہے۔

صحابیت کی نفی کے بارے میں اس نے امام احمد بن حنبل کا قول پیش کیا ہے کہ انھوں نے امام حسین کے بڑے بھائی امام حسن کو تابعی فرمایا ہے۔ تو جب بڑے بھائی تابعی ہوئے تو چھوٹے تو بطریق اولیٰ تابعی ثابت ہوئے۔ صحابی نہ ہوئے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ قول غیر مسلّم اور ناقابلِ اعتماد ہے اور خود امام احمد بن حنبل کے مذہب کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر جنہوں نے اس قول کو نقل کیا ہے ساتھ ہی یہ کہہ دیا وَھٰذَا غَرِیْبٌ کہ یہ عجیب سی بات ہے۔ یعنی اس لائق نہیں کہ اس کو قبول کیا جائے، اس قول کی روایتی حیثیت کو ختم کر کے رکھ دیا۔

اور خود حافظ ابن کثیر کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حسنین کریمین دونوں کا صحابی ہونا مسلّم ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ ابن کثیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں :-

فَاِنَّہٗ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَۃِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِہٖ وَقَدْ کَانَ عَابِدًا وَّشُجَاعًا وَّسَخِیًّا (البدایہ والنہایہ ص۲۰۳ ج۸)	کہ بیشک وہ حسین مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ کی افضل صاحبزادی کے بیٹے ہیں۔ اور عابد و زاہد اور بہادر اور سخی تھے۔

ثابت ہوا کہ ابن کثیر کے نزدیک امام عالی مقام عام صحابہ سے نہیں بلکہ علماء صحابہ میں سے ہیں۔

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں :-

وَمِنْهُم مَن اشْتَرَطَ فِي ذَالِكَ أَن يَكُونَ حِينَ اجْتِمَاعِهِ بَالِغًا وَهُوَ مَرْدُوْدٌ لِأَنَّهُ يُخْرِجُ مِثْلَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَنَحْوِهِ مِنْ أَحْدَاثِ الصَّحَابَةِ وَالَّذِي جَزَمَ بِهِ الْبُخَارِيُّ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَالْجُمْهُورِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ

اور ان میں سے بعض نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ آدمی حضور کے ساتھ جمع ہونے کے وقت بالغ بھی ہو اور یہ قید مردود ہے کیونکہ یہ قید حسن بن علی اور انکی مانند کم سن صحابہ کو صحابیت سے خارج کر دیتی ہے اس پر بخاری نے جزم و یقین کیا ہے اور یہی قول امام احمد اور جمہور محدثین کا ہے (کہ یہ قید مردود ہے۔)

فتح الباری جے

ثابت ہو گیا کہ امام احمد اور جمہور محدثین کے نزدیک صحابیت کیلیے بلوغ شرط نہیں جس نے نابالغی اور کم سنی کی حالت میں بھی شرف صحبت حاصل کر لیا وہ صحابی ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر بلوغ کی قید لگائی جائے تو حضرت امام حسن اور ان جیسے دوسرے کم سن صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے تو گویا انہوں نے بلوغ کی قید کو مردود ہی اس لیے کہا کہ ان کی اس قید سے امام حسن صحابیت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان کی صحابیت مسلمات سے ہے۔ کیونکہ دلیل و حجت مسلمات ہی سے قائم کی جاتی ہے۔ اور اس پر فرمایا یہی قول امام احمد بن حنبل کا اور جمہور محدثین کا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ امام احمد کے نزدیک حسنین کریمین صحابی ہیں اور وہ قول جو انکی طرف منسوب کیا گیا ہے غیر مسلم اور خود امام احمد کے قول کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن کثیر نے اس کو هٰذَا غَرِيبٌ کہہ کر اس کا غیر مسلم ہونا ظاہر کر دیا۔

امام الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ (بخاری ص۵۱۵)

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پالے یا آپکو بحالت ایمان دیکھ لے تو وہ صحابی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما صرف صحابی ہی نہیں بلکہ صاحب روایت صحابی ہیں

علامہ امام حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسن کے متعلق فرماتے ہیں :۔

حَفِظَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ وَرَوَاهَا عَنْهُ (الاستیعاب ص۳۶۹)

(حضرت) حسن بن علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد حدیثیں حفظ کیں اور آپ سے روایت کیں۔

یہی امام حضرت امام حسین کے متعلق فرماتے ہیں :۔

رَوَى الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الاستیعاب ص۱۳۵)

(حضرت) حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِي سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَيْحَانَتُهُ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحَدُ سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَى عَنْ جَدِّهٖ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تہذیب التہذیب ص۲۹۵ ج۲)

حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا میں آپ کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک انہوں نے اپنے جدِ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

اور یہی امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :۔

اَلْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اَلْهَاشِمِي اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدَنِي سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَيْحَانَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَاَحَدُ سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَى عَنْ جَدِّهٖ

تہذیب التہذیب ص۳۴۵ ج۲

حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی ابو عبداللہ المدنی سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا میں آپ کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک، انہوں نے اپنے جدِ پاک سے روایت کی۔

اس مؤلف نے ابن کثیر کے الفاظ فلان يقول في الحسين انه تابعي بطريق الاولى کا ترجمہ کیا ہے "تاہم حسین کے بارے میں بدرجہ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے"

اور یہ ترجمہ ابن کثیر کی مراد کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ابن کثیر نے امام احمد کی طرف منسوب قول پر هٰذا غریب کا حکم لگا کر اس کی روایتی حیثیت کا تو خاتمہ کر ہی دیا تھا۔ آگے بطور الزام و احتجاج کے کہا تھا کہ اس قول سے جب امام حسن کے صحابی ہونے کی نفی ہو گئی تو مطلب یہ ہوا کہ امام حسین کے صحابی ہونے کی نفی بطریق اولیٰ ہو جائے" اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ تو ان کی عبارت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر امام احمد کا یہ کہنا کہ امام حسن تابعی تھے صحابی نہیں تھے درست مان لیا جائے۔ فلان یقول فی الحسین انه تابعی بطریق الاولیٰ تو انہیں یہ بھی کہنا چاہیے کہ حسین بطریق اولیٰ تابعی تھے اور یہ مسلم نہیں" اور خود ان کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اور یہ مؤلف ترجمہ کرتا ہے "تاہم حسین کے بارے بدرجہ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے"

گویا الزام کو حقیقت اور احتجاج کو حجتِ اصلیہ بنا دیا۔ یہ تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ کسی کے قول کا ایسا ترجمہ کرنا جو غلط بھی ہو اور اس کی مراد کے خلاف بھی ہو اگر دانستہ طور پر ہو تو اسکو تحریف، خیانت اور دھوکا ہی کہا جائے گا ورنہ جہالت ..... یہ ہے اس مؤلف کی "ریسرچ" لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

(۶) اس خائن مؤلف نے لکھا ہے:-

"امیر یزید کے ہم جلیس زہاد و عبادِ امت تھے، علماء فضلاء تھے، طلاب و شیدائیانِ علم تھے ..... جہاں اکثر قَالَ اللهُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کی آوازیں آتیں۔ نہ بقول کذابین غنا و موسیقی کی"۔ (خلافتِ معاویہ و یزید صفحہ ۵۱)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ یزید کے ساتھی علماء فضلاء۔ زاہد۔ عابد

اور علم کے شیدائی تھے اور ان میں اکثر کتاب و سنت کے ذکر کی آوازیں آتیں نہ بقول کذابین غناد موسیقی کی۔ چونکہ ائمہ محدثین اور علماء مؤرخین نے لکھا ہے کہ یزید غناد موسیقی وغیرہ کا دلدادہ تھا۔ اس لیے مؤلف نے ان ائمہ محدثین وعلماء مؤرخین کو کذابین کی صف میں داخل کیا۔ لیکن دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اس مؤلف کی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۲۵ پر یزید کی ان الفاظ میں مدح سرائی موجود ہے:۔

"وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہل ہنر اور شعراء کا قدر دان تھا اور ادب و آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔"

(۷) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔ اس پر سلف و خلف کا اجماع ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس نے دلوایا مگر یہ مؤلف لکھتا ہے کہ:۔

"حضرت حسن متوفی ۴۹ھ کی وفات کے بعد جو تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی تھی نہ زہر خورانی سے جو محض غلط مشہور ہے۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۹۹)

اگر واقعی یہ غلط مشہور ہے تو اس مؤلف کو چاہیئے تھا کہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ یا کسی محقق کی تحقیق پیش کرتا کہ حضرت امام کی وفات زہر خورانی سے نہیں بلکہ تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی ہے صرف اس کا اپنی طرف سے لکھ دینا ائمہ محدثین اور مؤرخین کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اب ان ائمہ محدثین و مؤرخین کی عبارات ملاحظہ ہوں جنہوں نے صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ آپ کی وفات زہر دینے کے سبب سے ہوئی۔

امام ابن سیرین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت بیان فرماتے ہیں:۔

کَانَ الْحَسَنُ فِی مَرَضِہٖ الَّذِی کہ حضرت حسن نے جس مرض میں وفات

مَاتَ فِيهِ يَخْتَلِفُ إِلَى مَرِيدٍ لَهُ فَابطَأ عَلَيْنَا مَرَّةً ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ كَبِدِي آنِفًا وَلَقَدْ سُقِيتُ السَّمَّ مِرَارًا وَمَا سُقِيتُهُ قَطُّ أَشَدَّ مِنْ مَرَّتِي هٰذِهِ ۔ فَقَالَ حُسَيْنٌ وَمَنْ سَقَاهُ لَهُ ؟ قَالَ لِمَ ؟ أَتَقْتُلُهُ بَلْ نَكِلُهُ إِلَى اللهِ

مصنف ج ۱۱ ص ۴۵۲

پائی اس میں آپ بار بار جائے ضرورت میں جاتے تھے ایک مرتبہ آپکو وہاں کافی دیر لگی پھر آپ واپس آکر فرمایا کہ میں نے اس وقت اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکلتے دیکھا ہے اور جا شبہ مجھ کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہوں مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے ہرگز نہیں دیا گیا حضرت حسین نے فرمایا آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ فرمایا کیوں کیا تم اسکو قتل کرو گے؟ نہیں بلکہ میں نے اسکو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔

اس حدیث کے مخرج امام اجل ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام ہیں جو امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر امام کے استاد ہیں اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے میں نے علم حدیث میں ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۱۱)

"المستدرک" میں امام المحدثین حافظ الکبیر علامہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین روایتیں نقل فرمائی ہیں اور علامہ حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں انکو برقرار رکھا

۱۔ عَنْ أُمِّ بَكْرٍ بِنْتِ الْمِسْوَرِ قَالَتْ كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ سُقِيَ مِرَارًا كُلُّ ذٰلِكَ يُفْلِتُ حَتّٰى كَانَتِ الْمَرَّةُ الْأَخِيرَةُ الَّتِي مَاتَ فِيهَا فَإِنَّهُ كَانَ يَخْتَلِفُ كَبِدُهُ فَلَمَّا مَاتَ أَقَامَ نِسَاءُ بَنِي

ام بکر بنت مسور روایت فرماتی ہیں کہ حسن بن علی کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن ہر مرتبہ بچ گئے۔ یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا جس میں انکی وفات ہوئی وہ ایسا تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر

هاشم النوح علیہ شھرا۔ (المستدرک ص۱۷۳)

گرتے تھے جب انکی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔

۱۔عن عمیر بن اسحاق ان الحسن بن علی قال لقد بلت طائفۃ من کبدی ولقد سقیت السم مرارا فما سقیت مثل ھذا

(المستدرک ص۱۷۶)

حضرت عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ بیشک حسن بن علی نے فرمایا کہ میرے جگر کے ٹکڑے ہوگئے ہیں اور بتحقیق مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے مگر اس مرتبہ کا سا پہلے نہیں دیا گیا۔

۲۔عن قتادۃ بن دعامۃ السدوسی قال قال سمت ابنۃ الاشعث بن قیس الحسن بن علی وکانت تحتہ ورشیت علی ذلک مالا۔

(المستدرک ص۱۷۶)

قتادہ بن دعامہ سدوسی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اشعث بن قیس کی بیٹی (جعدہ) نے حسن بن علی کو زہر دیا اور وہ آپ کی زوجہ تھی۔ اور اسکو زہر دینے پر مال کی رشوت دی گئی تھی۔

علامہ امام حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اور میرا ایک اور ساتھی حضرت حسن بن علی کی عیادت کو گئے۔ انہوں نے فرمایا اے فلاں! مجھ سے کچھ پوچھ۔ عرض کیا جب اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت عطا فرمائے گا اس وقت پوچھیں گے۔ آپنے فرمایا۔

لقد القیت طائفۃ من کبدی وانی سقیت السم مرارا فلم اسق مثل ھذہ المرۃ ثم دخلت علیہ من الغد وھو یجود بنفسہ والحسین عند راسہ وقال یا

بلاشبہ میرے جگر کے ٹکڑے گر رہے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ پھر میں دوسرے دن حاضر ہوا جس دن آپ کی وفات ہوئی حضرت حسین آپکے سر کے پاس بیٹھے ہوئے

أخي من تتهم؟ قال لم؟ لتقتله؟ قال نعم! قال إن يكن الذي أظن فالله أشد بأسا وأشد تنكيلا وإلا يكن فما أحب أن تقتل بي بريء ثم قضى رضوان الله تعالى عليه

(حلیۃ الاولیاء ص ۳۸/۲)

فرمارہے تھے۔ بھائی جان! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں تم اسکو قتل کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا اگر وہ وہی ہے جس کو میں گمان کرتا ہوں تو اللہ بہت سخت پکڑ کرنیوالا اور سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل ہو پھر آپ نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

رفتیم و غم عشق تو در سینہ نہفتیم
با ہیچ کسے حالِ دلِ خویش نگفتیم

علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وكان الحسن رضي الله تعالى عنه قد سم سمته امرأته جعدة بنت الأشعث فمكث شهرين يرفع من تحته في اليوم كذا وكذا مرة طست من دم وكان رضي الله تعالى عنه يقول سقيت السم مرارا ما أصابني فيها ما أصابني في هذه المرة۔

(حیوٰۃ الحیوان ص ۵۰/۱)

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو انکی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تو وہ دو مہینے اس طرح رہے کہ ایک دن میں کئی مرتبہ ان کے نیچے سے خون سے بھرا ہوا طشت اٹھایا جاتا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا مگر اس مرتبہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے وہ پہلے نہیں پہنچی۔

علامہ امام حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ و ابو بکر بن حفص رضی

اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

سَمَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ سَمَّتْهُ امْرَأَتُهُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسٍ الْکِنْدِیِّ (الاستیعاب مع الاصابہ صـ۳۷۵)

(حضرت) حسن بن علی کو ان کی بیوی (جعدہ) بنت اشعث بن قیس کندی نے زہر دیا تھا۔

اور یہی امام حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے

قَالَ دَخَلَ الْحُسَیْنُ عَلَی الْحَسَنِ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی فَقَالَ یَا اَخِی اِنِّی سُقِیْتُ السَّمَّ ثَلَاثَ مِرَارٍ لَمْ اُسْقَ مِثْلَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ اِنِّی لَاَضَعُ کَبِدِی فَقَالَ الْحُسَیْنُ مَنْ سَقَاكَ یَا اَخِی قَالَ مَا سُؤَالُكَ عَنْ هٰذَا اَتُرِیْدُ اَنْ تُقَاتِلَهُمْ اَکِلُهُمْ اِلَی اللّٰهِ۔

(الاستیعاب مع الاصابہ صـ۳۷۵)

فرمایا (حضرت) حسین (حضرت) حسن کے پاس آئے تو (حضرت) حسن نے کہا اے بھائی بلاشبہ مجھے تین مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ تو (حضرت) حسین نے کہا اے بھائی آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ (حضرت) حسن نے کہا یہ تم کیوں پوچھتے ہو کیا تم ان سے لڑائی کرو گے۔ میں نے ان کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔

علامہ ابن واضح کاتب عباسی المعروف یعقوبی اپنی مشہور کتاب تاریخ یعقوبی میں فرماتے ہیں :-

وَتُوُفِّیَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ فِی شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ سَنَةَ ۴۹ھ وَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِاَخِیْهِ الْحُسَیْنِ یَا اَخِی اِنَّ هٰذِهِ اٰخِرُ ثَلَاثِ مِرَارٍ سُقِیْتُ فِیْهَا السَّمَّ وَلَمْ اُسْقَهُ مِثْلَ مَرَّتِی هٰذِهِ وَاَنَا مَیِّتٌ مِنْ

اور حسن بن علی نے ربیع الاول ۴۹ھ میں وفات پائی جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بھائی حسین سے کہا بھائی یہ تین بار کا آخری ہے جس میں مجھے زہر پلایا گیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے جیسا سخت کبھی نہ تھا۔ میں آج ہی مر جاؤں گا جب

بنومی فاذا انا مُتُّ فادفنی
مع رسول الله فما احدٌ اولیٰ
بقربه منی الا ان تمنع من ذالک
فلا تسفک محجمة دم
(یعقوبی ص ۲۶۶ ج ۲)

میں مرجاؤں تو مجھ کو رسول اللہ کے ساتھ
دفن کرنا کہ میری قرابت کی وجہ سے کوئی
اور مجھ سے زیادہ انکا مستحق نہیں ہے۔ البتہ
اگر تم روکے جاؤ تو ایک پچھنے کے برابر بھی
خونریزی نہ کرنا۔

علامہ مسعودی اپنی مشہور و معروف کتاب "مروج الذہب" میں امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

دخل الحسین علی عمی الحسن
بن علی لما سقی السم فقام لحاجة
الانسان ثم رجع فقال لقد
سقیت السم عدة مرار فما
سقیت مثل هذه لقد
لفظت طائفة من کبدی
فرایتنی اقلبه بعود فی
یدی فقال له الحسین یا
اخی من سقاک؟ قال وما
ترید بذلک فان کان
الذی اظنه فالله حسیبه
وان کان غیره، فما احب
ان یؤخذ بی بریٔ فلم
یلبث بعد ذلک الا ثلاثا

(حضرت) حسین میرے چچا حسن بن علی کے
پاس جبکہ انکو زہر پلایا گیا، گئے تو حسن قضائے
حاجت کے لیے گئے۔ وہاں سے واپس آکر
فرمایا کہ بیشک مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا
لیکن اس بار مرتبہ کے جیسا سخت کبھی نہ
تھا۔ اس میں میرے جگر کے ٹکڑے باہر آ
گئے تم نے مجھے دیکھا کہ میں انکو اپنے ہاتھ
کی لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔
حسین نے پوچھا، بھائی جان آپ کو
کس نے زہر پلایا ہے؟ انہوں نے فرمایا
اس سوال سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اگر
زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کے متعلق
میرا گمان ہے تو خدا اس کے لیے کافی ہے
اور اگر کوئی اور ہے تو میں یہ نہیں پسند کرتا

حَتّٰی تُوُفِّیَ وَذَکَرَانَّ امْرَأَتَہٗ جَعْدَۃَ بِنْتَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسِ الْکِنْدِیْ سَقَتْہُ السَّمَّ

(مروج الذہب علی الکامل ص۵۵)

کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے۔ اسکے بعد وہ زیادہ نہ ٹھہرے اور تین دن کے بعد انتقال کر گئے۔ مؤرخ فرماتے ہیں اور ذکر کیا گیا ہے کہ انکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے انکو زہر پلایا تھا۔

واہ کیا حِلم تھا اپنا تو جگر ٹکڑے ہوا

پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

علامہ ابو الفداء فرماتے ہیں:۔

وَتُوُفِّیَ الْحَسَنُ مِنْ سَمٍّ سَقَتْہُ زَوْجَتُہٗ جَعْدَۃُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ قِیْلَ فَعَلَتْ ذٰلِکَ بِاَمْرِ مُعَاوِیَۃَ وَقِیْلَ بِاَمْرِ یَزِیْد

(ابو الفداء ص۱۸۳)

اور حسن نے زہر سے وفات پائی۔ انکی بیوی جعدہ بنت اشعث نے ان کو زہر پلایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ فعل معاویہ کے حکم سے کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزید کے حکم سے کیا تھا۔

امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اُمّ موسیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ جَعْدَۃَ بِنْتَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسٍ سَقَتِ الْحَسَنَ السَّمَّ فَاشْتَکٰی مِنْہُ شَکَاۃً فَکَانَ یُوْضَعُ تَحْتَہٗ طَشْتٌ وَتُرْفَعُ اُخْرٰی نَحْوًا مِنْ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا

(تہذیب التہذیب ص۳۰۱ ج۲)

بیشک جعدہ بنت اشعث بن قیس نے (حضرت) حسن کو زہر پلایا تھا تو اس سے انکو سخت تکلیف ہوئی۔ آپکے نیچے برابر ایک طشت رکھا جاتا تھا اور دوسرا اٹھا لیا جاتا تھا۔ اسی طرح چالیس روز تک ہوا۔

اور یہی امام حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

دَخَلْتُ اَنَا وَصَاحِبٌ لِیْ عَلَی الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ فَقَالَ لَقَدْ لَفَظْتُ طَائِفَۃً مِنْ کَبِدِیْ وَاِنِّیْ قَدْ سُقِیْتُ السَّمَّ مِرَارًا فَلَمْ اُسْقَ مِثْلَ ھٰذَا فَاَتَاہُ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ فَسَاَلَہٗ مَنْ سَقَاکَ فَاَبٰی اَنْ یُّخْبِرَہٗ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی

(اصابہ ص۳۳۱، تہذیب التہذیب ص۳)

میں اور میرے ایک ساتھی حسن بن علی کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جگر کے کچھ ٹکڑے گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے، لیکن اس مرتبہ کے ایسا قاتل کوئی نہ تھا۔ پھر حسین بن علی آپکے پاس آئے اور پوچھا آپکو کس نے زہر پلایا ہے، لیکن آپنے بتانے سے انکار کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے عمیر بن اسحاق کی روایت جو مذکور ہو چکی ہے نقل کرنے کے بعد اُمّ بکر بن مسور سے روایت کی۔

قَالَتْ اَلْحَسَنُ سُقِیَ مِرَارًا کُلُّ ذٰلِکَ یُفْلِتُ مِنْہُ حَتّٰی کَانَتِ الْمَرَّۃُ الْاٰخِرَۃُ الَّتِیْ مَاتَ فِیْھَا فَاِنَّہٗ کَانَ یَخْتَلِفُ کَبِدُہٗ فَلَمَّا مَاتَ اَقَامَ نِسَاءُ بَنِیْ ھَاشِمٍ عَلَیْہِ النَّوْحَ شَھْرًا۔ (البدایہ والنہایہ ص۴۳)

وہ فرماتی ہیں کہ حضرت حسن کو کئی مرتبہ زہر پلایا گیا۔ لیکن ہر مرتبہ بچ گئے یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا جس میں انکی وفات ہوئی۔ وہ ایسا تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے تھے جب انکی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔

اور پھر حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما کی روایت لکھی وہ فرماتے ہیں:-

کَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ کَثِیْرَ نِکَاحِ النِّسَاءِ وَکَانَ قَلَّ مَا یَحْظَیْنَ عِنْدَہٗ وَکَانَ قَلَّ امْرَاَۃٌ تَزَوَّجَھَا اِلَّا اَحَبَّتْہُ وَضَنَّتْ بِہٖ فَیُقَالُ

کہ حضرت حسن بن علی نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا لیکن بہت کم عورتیں آپ کی صحبت سے محظوظ ہوئیں۔ اس بنا پر آپکی منکوحہ عورتوں میں سے کم عورتیں آپ سے

إِنَّهُ كَانَ سُقِيَ سُمًّا ثُمَّ أَفْلَتَ ثُمَّ سُقِيَ فَأَفْلَتَ ثُمَّ كَانَتِ الْآخِرَةُ تُوُفِّيَ فِيهَا فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ الطَّبِيبُ وَهُوَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهِ هٰذَا رَجُلٌ قَطَعَ السُّمُّ أَمْعَاءَهُ فَقَالَ الْحُسَيْنُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَخْبِرْنِي مَنْ سَقَاكَ؟ قَالَ وَلِمَ يَا أَخِي؟ قَالَ أَقْتُلُهُ وَاللّٰهِ قَبْلَ أَنْ أَدْفِنَكَ وَلَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ أَوْ يَكُونُ بِأَرْضٍ أَتَكَلَّفُ الشُّخُوصَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَخِي إِنَّمَا هٰذِهِ الدُّنْيَا لَيَالٍ فَانِيَةٌ دَعْهُ حَتّٰى أَلْتَقِيَ أَنَا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَبَى أَنْ يُسَمِّيَهُ۔

(البدایہ والنہایہ ص۴۳ ج۸)

محبت رکھتی تھیں اور آپ سے صحبت کرنے میں بخل کرتی تھیں (تاکہ اولاد نہ ہو کیونکہ آپ طلاق دے دیتے تھے) پس کہا گیا ہے کہ بیشک آپکو زہر دیا گیا تو اس نے اثر نہ کیا۔ پھر دیا گیا پھر بھی اس نے اثر نہ کیا۔ پھر جو آخری مرتبہ دیا گیا اسمیں آپکی وفات ہو گئی جب وفات کا وقت قریب آیا تو طبیب نے کہا جو بار بار آپکی خدمت میں آیا تھا کہ آپکی انتڑیاں زہر سے کٹ گئی ہیں تو حضرت حسین نے فرمایا اے ابو محمد! مجھے بتایئے کہ آپکو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں اے بھائی! انہوں نے کہا خدا کی قسم میں آپکے دفن کرنے سے پہلے اسکو قتل کر دونگا اور اگر میں اکیلا اس پر قادر نہ ہو سکا یا ایسی زمین پر یعنی دور ہوا تو بھی اس شخص کو نہ چھوڑونگا خواہ اس کیلئے بہت سے اشخاص کو مشقت اٹھانی پڑے تو فرمایا اے میرے بھائی یہ دنیا فانی چند روزہ ہے۔ اسکو چھوڑ دو، یہاں تک کہ میری اور اسکی ملاقات اللہ کے پاس ہو اور آپنے اسکا نام بتانے سے انکار کر دیا۔

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں

وَفِي هٰذِهِ السَّنَةِ تُوُفِّيَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ سَمَّتْهُ زَوْجَتُهُ جَعْدَةُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِي (ابن اثیر ص۱۸۲ ج۳، اسد الغابہ ص۱۱ ج۲)

اور اسی سال ۴۹ھ میں (حضرت) حسن بن علی نے وفات پائی۔ انکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے ان کو زہر دیا۔

علامہ امام حسین بن محمد الدیار بکری فرماتے ہیں کہ:۔

قَالَ عُمَيْرُ بْنُ اسحاق دَخَلْتُ
عَلَى الْحَسَنِ قَالَ الْقَيْتُ طَائِفَةً مِنْ
كَبِدِي وَ اِنِّي قَدْ سُقِيتُ السَّمَّ
مِرَارًا فَلَمْ اُسْقَ مِثْلَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ
ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْغَدِ
هُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ وَالْحُسَيْنُ
عِنْدَ رَاْسِهِ فَقَالَ يَا اَخِي مَنْ
تتهم قَالَ لِمَ اَتَقْتُلُهُ؟ قَالَ
نَعَمْ! قَالَ اِنْ يَكُنِ الَّذِي
اَظُنُّهُ فَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَاَشَدُّ
تَنْكِيْلًا وَاِلَّا فَمَا اُحِبُّ اَنْ
يُقْتَلَ بِي بَرِيٌّ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ
وَاللّٰهِ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ مَنْ سَقَانِي
ثُمَّ قَضَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ
ذَكَرَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ فِي تَارِيْخِهِ اَنَّ
جَعْدَةَ بِنْتَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ
الْكِنْدِي كَانَتْ تَحْتَ الْحَسَنِ بْنِ
عَلِيٍّ فَزَعَمُوْا اَنَّهَا سَمَّتْهُ ۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ص۲۹۳)

عمیر بن اسحاق نے کہا میں حضرت حسن کی خدمت
میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے
نکل کر گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا
ہے لیکن اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا
گیا۔ پھر میں دوسرے دن حاضر ہوا جس دن
آپکی وفات ہوئی حضرت حسین آپکے سر کے
پاس بیٹھے ہوئے پوچھ رہے تھے بھائی آپکو
کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا تم اس لیے پوچھ
رہے ہو کہ اسکو قتل کروگے؟ کہا ہاں! فرمایا
اگر وہ وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے
تو اللہ تعالیٰ سخت گرفت کرنے والا اور سخت
سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ
پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ
قتل ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا خدا
کی قسم! میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ پھر آپنے وفات
پائی اللہ آپ سے راضی ہو اور تحقیق یعقوب بن
سفیان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ بیشک لوگوں کا
یہ گمان ہے کہ آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن
قیس الکندی نے آپ کو زہر دیا ہے۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

وَكَانَ سَبَبُ مَوْتِهٖ اَنَّ زَوْجَتَهٗ جَعْدَةُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ دَسَّ اِلَيْهَا يَزِيْدُ اَنْ تُسِمَّهٗ وَيَتَزَوَّجَهَا وَبَذَلَ لَهَا مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَفَعَلَتْ فَمَرِضَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَلَمَّا مَاتَ بَعَثَتْ اِلٰى يَزِيْدَ تَسْاَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ لَهَا اِنَّا لَمْ نَرْضَكِ لِلْحَسَنِ فَنَرْضَاكِ لِاَنْفُسِنَا وَبِمَوْتِهٖ مَسْمُوْمًا شَهِيْدًا۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۳۸)

آپ (حضرت حسن) کی موت کا سبب یہ تھا کہ آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر تو (امام) حسن کو زہر دیکر ہلاک کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دونگا اور تجھ سے نکاح بھی کر لونگا تو اس نے آپکو زہر دے دیا چنانچہ آپ چالیس روز بیمار رہے جب آپکی وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفائے وعدہ کیلئے کہا تو یزید نے اسے کہا کہ بیشک ہم نے تو تجھے حسن کیلئے پسند نہ کیا (جو ہمارے دشمن تھے) تو خود اپنے لیے اسکو پسند کر لیں گے اور حضرت حسن زہر سے شہید ہوئے۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

تُوُفِّيَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْمَدِيْنَةِ مَسْمُوْمًا سَمَّتْهُ زَوْجَتُهٗ جَعْدَةُ بِنْتُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ دَسَّ اِلَيْهَا يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ اَنْ تُسِمَّهٗ فَيَتَزَوَّجَهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بَعَثَتْ اِلٰى يَزِيْدَ تَسْاَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ اِنَّا لَمْ نَرْضَكِ لِلْحَسَنِ اَفَنَرْضَاكِ لِاَنْفُسِنَا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۹۲)

(حضرت) امام حسن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی زہر سے، آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو یزید بن معاویہ نے خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر تو حسن کو زہر دے دے تو میں تجھ سے نکاح کر لونگا تو اس نے زہر دے دیا جب آپکی وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفائے وعدہ کیلئے کہا تو یزید نے کہا بیشک ہم نے تو تجھے (اپنے دشمن) حسن کیلئے پسند نہ کیا تو کیا اپنی ذات کیلئے پسند کر لیں گے؟

قَالَ اَبُو عَلِى الفَضلُ ابنُ الحَسَنِ الطَّبرِى فِى كِتَابِهِ اَعلَامِ الوَرىٰ بَعدَ اَن تَمَّ الصُّلحُ بَينَ الحَسَنِ وَمُعَاوِيَةَ وَخَرجَ الحَسَنُ اِلَى المَدِينَةِ اَقَامَ بِهَا عَشَرَ سِنِينَ وَ سَقَتهُ زَوجَتُهُ جَعدَةُ بِنتُ الاَشعَثِ بنِ قَيسِ الكِندِى السَّمَّ فَبَقِى مَرِيضًا اَربَعِينَ يَومًا وَ كَانَ قَد سَأَلَهَا يَزِيدُ فِى ذٰلِكَ وَبَذَلَ لَهَا مِائَةَ اَلفِ دِرهَمٍ وَ اَن يَتَزَوَّجَهَا بَعدَ الحَسَنِ فَفَعَلَت وَ لَمَّا مَاتَ الحَسَنُ بَعَثَت اِلَى يَزِيدَ تَسأَلُهُ الوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ اِنَّا لَم نَرضَاكِ لِلحَسَنِ اَفَنَرضَاكِ لِاَنفُسِنَا۔	حضرت ابو علی الفضل ابن الحسن الطبری اپنی کتاب "اعلام الوریٰ" میں فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ کے درمیان صلح ہونے کے بعد حضرت حسن کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں دس سال مقیم رہے۔ پھر آپکی بیوی جعدہ بنت اشعث ابن قیس الکندی نے آپ کو زہر پلایا تو آپ چالیس روز تک بیمار رہے اور یزید نے اس عورت کو اس معاملہ میں بہکایا کہ وہ اسکو ایک لاکھ درہم بھی دیگا اور حسن کے بعد اسکو اپنی زوجیت میں بھی لے لیگا تو اس عورت نے یہ کام کیا یعنی زہر دیدیا جب حضرت حسن انتقال فرما گئے تو اس عورت نے یزید کو اپنا وعدہ وفا کرنے کا پیغام بھیجا تو یزید نے کہا ہم تو تمہارا حسن کے پاس رہنا ہر گز پسند نہ کرتے تھے اجو ہمارے دشمن تھے) تو خود اپنے پاس رکھنا کیسے پسند کریں گے۔

(نور الابصار صفحہ ۱۳۶)

عاشقِ حبیبِ ربانی حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

و مشہور آنست کہ ویرا خاتونِ وے جعدہ زہر دادہ است بامر مودہ یزید بن معاویہ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۰۰)	مشہور یہی ہے کہ آپکی بیوی جعدہ نے یزید بن معاویہ کے کہنے سے آپکو زہر دیا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَ سَبَبُ مَوتِهِ اَنَّ زَوجَتَهُ جَعدَةَ	(حضرت) حسن کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ

بِنْتُ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ سَمَّتْهُ بِاِغْوَاءِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ يَزِيْدُ ضَمِنَ لَهَا اَنْ يَتَزَوَّجَهَا فَفَعَلَتْ وَمَرِضَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ مَاتَ فَبَعَثَتْ جَعْدَةُ اِلٰى يَزِيْدَ تَسْأَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا فَقَالَ اِنَّا لَمْ نَرْضَكِ لِلْحَسَنِ اَفَنَرْضَاكِ لِاَنْفُسِنَا فَصَارَتْ مِمَّنْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔

(سرالشہادتین ص۔)

کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے یزید کے بہکانے سے آپکو زہر دے دیا تھا اور یزید نے اس بات پر اس کے ساتھ نکاح کا وعدہ کیا تھا تو اس نے یہ فعل کر دیا تو حسن رضی اللہ عنہ چالیس روز بیمار رہے پھر آپنے انتقال فرمایا۔ اس کے بعد جعدہ نے یزید کو ایفائے وعدہ کا پیغام بھیجا تو یزید نے کہا بیشک ہم نے تو تجھے اپنے دشمن حسن کے لیے پسند نہ کیا تو خود اپنے لیے کیسے پسند کریں گے۔ پس وہ دنیا و آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہو گئی اور یہ واضح اور کھلا نقصان ہے۔

احادیث و تواریخ کی ان تمام روایات سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ آپ کو کئی بار زہر دیا گیا اور اسی سے آپ کی وفات ہوئی۔ کسی مؤرخ نے نہیں لکھا کہ آپ کی وفات تپ دق کے مہلک مرض سے ہوئی اور زہر دینے کا واقعہ محض غلط ہے۔ نامعلوم اس مؤلف کو ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد کہاں سے معلوم ہو گیا ہے۔ اتنی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کہہ دینا کہ زہر دیا جانا محض غلط مشہور ہے، کسی لغو "ریسرچ" کا نام ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے آخر یہ مؤلف پھر کیوں انکار کر رہا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مؤرخین نے زہر دلانے کی نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے کہ انہوں نے جعدہ کو مال و زر اور یزید کے ساتھ نکاح کا لالچ دیا تو جعدہ نے اس خیال سے کہ امام حسن بکثرت طلاقیں دیتے ہیں اور مجھے بھی ضرور طلاق دیں گے تو فطرتِ نسوانی کے تحت لالچ میں آ کر زہر دے

دیا جہاں تک حضرت معاویہ کی طرف اس نسبت کا تعلق ہے وہ تو بالکل غلط ہے جیسا کہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :۔

وَمَا یُنْقَلُ اَنَّ مُعَاوِیَۃَ دَسَّ اِلَیْہِ السَّمَّ مَعَ	اور یہ روایت کہ معاویہ نے ان (حسن) کی
زَوْجَتِہٖ جَعْدَۃَ بِنْتِ الْاَشْعَثِ فَھُوَ	بیوی جعدہ بنت اشعث سے مل کر زہر دلوایا
مِنْ اَحَادِیْثِ الشِّیْعَۃِ وَحَاشَا لِمُعَاوِیَۃَ	شیعوں کی من گھڑت بات ہے حاشا معاویہ کی
مِنْ ذٰلِکَ۔ (ابن خلدون ص ۱۸۲/۲)	ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

البتہ یزید کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی۔ امام جلال الدین سیوطی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔

"یزید فاسق تھا۔ اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادۃ غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی اور مستولی کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مستلط ہونا کب جائز ہے۔ خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل وعقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔" (امداد الفتاوی ص ۵۷۶/۴) خط کشیدہ الفاظ دیکھئے "اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی۔" غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں :۔

"امیر معاویہ سے صلح کے بعد حسن مدینے میں آکر رہے اور دس برس گزرے تو

ان کی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے ان کو زہر پلایا۔ چالیس دن تک بیمار رہے
یزید پلید نے جعدہ سے یہ فرمائش کی تھی اور ایک لاکھ درہم دینے کئے تھے۔ اس پر
جعدہ نے یہ کام کیا جب حسن کا انتقال ہوگیا جعدہ نے کہلا بھیجا کہ اپنا وعدہ پورا کرو۔
یزید نے کہا ہم نے تجھ کو حسن کے لیے پسند نہ کیا۔ کیا ہم اپنے لیے تجھ کو پسند کریں گے۔
(تشریف البشر ص ۲۳)

اصل میں اس مؤلف نے دیکھا کہ زہر دلانے کی نسبت یزید کی طرف کی گئی ہے
اور یزید کو تو خواہ مخواہ بچانا ہی ہے خواہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم
ناراض ہو جائیں اور چاہے جگر پارۂ رسول مقبول اور جنّت کے نوجوانوں کے سردار کو
فسادی۔ فتنہ پرداز اور باغی ہی قرار دینا پڑے (معاذ اللہ) اس لیے سرے سے اس کا
انکار ہی کردو کہ زہر دیا ہی نہیں گیا، یہ محض غلط مشہور ہے۔ ورنہ پھر سوال پیدا ہوتا
کہ اچھا بتاؤ اگر یزید نے زہر نہیں دلوایا تو پھر کس نے دلوایا؟ حقیقت یہ ہے کہ یزید سمجھتا
تھا کہ میرا باپ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اسکی وفات کے بعد امام حسن کے ہوتے ہوئے لوگ
مجھے کسی طرح بھی قبول نہیں کریں گے لہٰذا یہ چٹان جو میرے اقتدار کی راہ میں بہت بڑی
رکاوٹ ہے اس کو دُور کیا جائے تاکہ میرے لیے حکومت کا معاملہ آسان ہو جائے۔

اور جبکہ بعض معتبر کتب میں یہ بھی ہے کہ امام حسن اور امیر معاویہ کے درمیان جن
شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ "امیر معاویہ کے بعد امام حسن
خلیفہ ہوں گے۔" چنانچہ طبقات صحابہ کی مستند ترین کتاب الاستیعاب میں ہے:۔

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّ الْحَسَنَ اِنَّمَا سَلَّمَ الْخِلَافَةَ لِمُعَاوِيَةَ حَيَاتَهُ لَاغَيْر ثُمَّ تَكُوْنُ لَهُ مِنْ بَعْدِهٖ وَعَلٰى ذٰلِكَ انْعَقَدَ	علماء کے درمیان اس میں اختلاف نہیں ہے کہ (امام) حسن نے امیر معاویہ کو صرف ان کی حیات تک خلافت سپرد کی تھی نہ کہ غیر کو بھی۔ پھر ان کے بعد خلافت حسن کے لیے

بَیْنَھُمَا — ہوگی اُس پر دونوں کے مابین صلح کا انعقاد ہوا تھا۔
(الاستیعاب علی الاصابہ ص ۲۷۳ / ۱)

قارئین حضرات اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بات یزید سے پوشیدہ نہ تھی اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ میرے والد کے بعد خلافت کے حقدار امام حسن ہیں۔ میں اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہوں جبکہ امام حسن نہ رہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کی خاطر یہ ظلم عظیم کیا کہ امام حسن کو زہر دلوا دیا۔

امام حسن کو زہر کس نے دیا

بعض اہل تواریخ نے لکھا ہے کہ مروان حاکم مدینہ نے بر ایمائے یزید ایک کنیز السوید رومیہ جو بڑی دلالہ تھی کو بلا کر پوچھا کہ تو امام حسن کے گھر آتی جاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں! مروان نے کہا اک کام کرنا ہے اگر تو اس کو کر دے تو میں تجھے تین ہزار دینار دوں گا۔ اس نے کام پوچھا۔ مروان نے کہا کہ کسی طرح حسن کی بیوی جعدہ کو اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کرکے بہکا کہ حسن تو اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں انہوں نے تجھے رکھنا ہی نہیں تو پھر ساری عمر بیوہ بن کے رہو گی۔ اور اگر چاہتی ہو کہ ملک شام و عراق کی ملکہ بن کر عیش و عشرت کی زندگی گزارو تو ولی عہد یزید کی ایک خواہش کو پورا کر دو۔ پھر وہ تم سے نکاح کرے گا اور ایک لاکھ درہم بھی دے گا۔ اور وہ تمہیں بہت چاہتا بھی ہے جعدہ نے یزید کی خواہش دریافت کی۔ دلالہ نے کہا اگر تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ تو بتاؤں؟ غرض چند ملاقاتوں میں اس مکار دلالہ نے جعدہ کو بہکا کر ہموار کر لیا اور مروان کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری کا یقین دلا کر کہا کہ حسن کو زہر دے کر ہلاک کر دو پھر یہ مراد پوری ہو سکتی ہے اور مروان اس بات کا ضامن ہے۔ بدنصیب جعدہ دنیا کے فانی مال و دولت اور عیش و عشرت کی حرص و طمع کا شکار ہو کر اس ظلم عظیم کے لیے تیار ہو گئی۔ اس نے چند مرتبہ کبھی شہد کبھی کھجوروں وغیرہ میں ملا کر حضرت امام کو زہر دیا مگر معمولی تکلیف

کے بعد شفا ہوتی رہی۔ مروان کو برابر حالات کی خبر پہنچتی رہی آخر اس ظالم نے تھوڑا سا پسا ہوا الماس ایسوئیہ کو دیا کہ یہ پانی میں ملا کر پلا دو جب وہ پلایا گیا تو اس نے اندر جاتے ہی جگر اور آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور حضرت امام کو اسہال کبدی ہو گیا اور قے آنی شروع ہو گئی اور جگر اور آنتیں کٹ کٹ کے باہر آنے لگیں ؎

کہ ریخت سوزش الماس ریزہ در قدحش
کہ زہر گشت ازاں آبِ خوشگوار حسن

درا ندرون ہفتاد پارہ شد جگرش — ہمہ زراہِ گلو ریخت در کنار حسن
برنگ گونۂ الماس شد زمرد فام — مفرح لب یاقوت آبدار حسن
جگر بسوخت شفق را چو لالہ ز آتشِ دل — ز حسرت جگر خستۂ دل فگار حسن

بباغ عترت پیمبر از خزانِ ستم
بریخت لالہ و نسرین ز نو بہار حسن

آپ تقریباً چالیس روز بیمار رہے۔ ایک دن آپ نے جعدہ کو تنہائی میں بلا کر فرمایا۔ اے بانوئے بے وفا! تجھ پر افسوس! تو نے کتنی مرتبہ مجھ کو زہر دیا۔ تو خدا تعالیٰ اور میرے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ شرمائی۔ تُو تو محبت کے دعوے کیا کرتی تھی۔ کیا اہلِ محبت ایسا کیا کرتے ہیں؟ مگر سُن! جس مقصد کے لیے تُو نے یہ دشمنی کی ہے تیرا وہ مقصد بھی پورا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ آخر آپ کی حالت متغیر ہو گئی۔ بے قراری اور گھبراہٹ بہت زیادہ ہو گئی ؎

آئیں جناب زینبِ بیکس برہنہ پا — دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبیٰ
بولیں یہ سر کو پکڑ کے وہ غم میں مبتلا — ہے ہے بہن نثار ہو بھیا یہ کیا ہوا

ایسا یہ زہر کس نے دغا سے پلا دیا
کس نے مرے کلیجے پہ خنجر چلا دیا

تکیے لگا دیئے تھے حرم نے ادھر ادھر
بازو کو کوئی تھامتی تھی اور کوئی سر
فرمایا طشت لاؤ ہوا زہر کارگر
رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر

اب آئی وہ رات فاطمہ کے نور عین کو
غم میں حسن کے نیند نہ آئی حسین کو

وہ سبطِ مصطفےٰ کی شہادت کی رات تھی
آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی
زہرا و مرتضیٰ پہ قیامت کی رات تھی

فرمایا اب تو ہم اس دنیا سے جاتے ہیں
نانا بلاتے ہیں سوئے جنت کو جاتے ہیں

وہ سیدہ کے نور عین، مولا علی کے دل کے چین، جگر گوشۂ رسول خدا حضرت حسن مجتبیٰ چند وصیتیں فرما کر ماہ ربیع الاول ۴۹ھ میں بہشت بریں میں سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ

حضرت امام کی شہادت کے بعد تمام بنی ہاشم خصوصاً امام حسین رضی اللہ عنہ کے دل میں سخت غم و غصہ تھا اور مروان یہ سمجھتا تھا کہ یہ سخت غیور ہیں، اگر ان کو پتہ چل گیا تو یہ ہرگز خاموش نہیں بیٹھیں گے اور بہت بڑا فتنہ ہوگا اور قتل و غارت کی نوبت ضرور آئے گی۔ اُدھر جعدہ بھی پشیمان اور سخت خائف تھی۔ اس لیے مروان نے اسکو اپنے پاس بلا لیا اور دو غلام اور تین کنیزوں کے ساتھ پوشیدہ طور پر یزید کے پاس بھیج دیا اور یزید کو سارا حال لکھ کر تاکید کر دی کہ یہ راز فاش نہ ہونے پائے ورنہ سویا ہوا فتنہ جاگ اٹھے گا اور تلواریں میان سے باہر آجائیں گی اور سخت خوں ریزی ہوگی اس لیے جعدہ کو پوشیدہ رکھا جائے تاکہ یہ راز فاش نہ کر دے۔

یزید نے جعدہ سے حال معلوم کیا جعدہ نے اوّل سے لے کر آخر تک اپنا سیاہ کارنامہ پیش کر کے یزید سے کہا کہ میں نے تمہارے لیے خدا و رسول کو ناراض کیا اور عذاب جہنم

اختیار کیا اب تم اپنا وعدہ وفا کرو اور مجھے اپنی زوجیت کا شرف بخشو۔ یزید نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ جب تُو نے خدا اور رسول کے غضب کا خیال نہ کیا اور حسن جیسے عالی مقام شوہر کے ساتھ ایسا ظلم اور بے وفائی کی تو مجھ سے کب وفا کرے گی۔ تو اس لائق نہیں کہ میں تجھے اپنی زوجیت میں لوں۔ جعدہ کو اس ناکامی کا سخت احساس ہوا اور اس نے تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ نیند کی۔ اور ہر وقت روتی تھی کہ ہائے میں نے کیا کیا۔

یزید یہ سمجھتا تھا کہ چونکہ یہ بُری طرح ناکام ہوئی ہے اور اس ناکامی کا اسکو سخت احساس ہے لہٰذا اس کو اگر زندہ چھوڑا گیا تو یہ اس ناکامی کا انتقام ضرور لے گی اور اس راز کو فاش کرے گی۔ اس لیے اس نے تین روز کے بعد چار آدمیوں کو تیار کیا کہ اس کو جزیرہ فیل میں لے جاؤ اور وہاں لے جا کر اس کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر اس کو گھوڑے کی دُم کے ساتھ باندھ کر خوب دوڑاؤ اور پھر سمندر میں پھینک دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۰ ؎

ہر کہ دیں را بہر دنیائے دنی از دست داد
بیشکے محروم ماند از دولتِ دنیا و دیں

حضرتِ امام رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضۂ انور میں دفن کی اجازت عنایت ہو انہوں نے بلا تامل بطیبِ خاطر اجازت دی ہے لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ کوئی ضرور مانع ہوگا تو اس سے تکرار اور لڑائی جھگڑا نہ کرنا اور پھر مجھے میری والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بقیع میں دفن کر دینا چنانچہ آپ کا جنازہ مبارک روضۂ مبارک کے پاس لے گئے۔ جب یہ خبر مروان علیہ ما یستحقہ کو پہنچی تو وہ مانع ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان وہاں دفن نہ ہوں

اور حسن وہاں دفن ہوں حضرت امام حسین اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ مروان بھی تیار ہو گیا۔ دونوں طرف سے لوگ مسلح ہو کر آ گئے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا مروان کیسا ظالم ہے فرزند رسول اللہ کو رسول اللہ کے پاس دفن نہیں ہونے دیتا اور حضرت امام حسین کو ان کے بھائی حضرت امام حسن کی وصیت یاد دلائی اور لڑائی سے روکا۔ آخر حضرت امام حسن کو بقیع میں انکی والدہ محترمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

زہر خورانی کی نسبت

یہ کہنا کہ زہر خورانی کی نسبت حضرت امام کی بیوی جعدہ کی طرف کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ المستدرک امام حاکم اور تہذیب التہذیب علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی اور الاستیعاب علامہ امام ابن عبدالبر جو علم حدیث کے مشہور اور جلیل القدر امام ہیں ان کی روایات جو صحیح الاسناد ہیں۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے ائمہ حدیث و تاریخ کی نقول گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں، غلط ہے۔

اور یہ خیال کہ جب آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قاتل کی خبر نہ ہوئی تو غیر کو کیسے ہو سکتی ہے۔ نیز اگر امام حسین کو خبر ہو جاتی تو وہ ضرور شرعی مواخذہ کرتے

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر اس وقت حضرت امام حسن نے ان کو نہیں بتایا اور اس وقت حضرت امام حسین کو خبر نہ ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں بھی معلوم نہ ہوا ہو۔ رہا یہ کہ پھر شرعی مواخذہ کیوں نہ کیا تو عرض یہ ہے کہ شرعی مواخذہ کرتے کس سے ؟ اس وقت حاکم مدینہ مروان تھا اور اسی نے تو بہ ایمائے یزید یہ کام کروایا تھا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور حضرت امام کے دفن کے قضیہ میں بھی مروان

کا کردار ذکر ہو چکا ہے۔ دیکھئے حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں پہلی شرط یہ تھی کہ حضرت معاویہ کے بعد خلافت امام حسن کو ملے گی۔ لیکن جب حضرت معاویہ نے یزید کی بیعت کی مہم شروع کی تو کسی ایک نے بھی حضرت معاویہ سے یہ نہیں کہا کہ حضرت حسن اور آپ کے درمیان یہ شرط تھی اس لیے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا جا سکتا۔ اور جب حضرت حسینؑ یزید کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں۔ لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ مواخذہ نہیں کیا کہ چونکہ میرے بھائی حسن صرف معاویہ کے حق میں دست بردار ہوئے تھے اور امیر معاویہ کے بعد خلافت ان کا حق تھا اور وہ چونکہ امیر معاویہ کی زندگی میں انتقال فرما گئے ہیں لہٰذا اصول توارث کی رُو سے ان کا حق مجھے یا حسن کی اولاد کو ملنا چاہیئے حالانکہ یزید کے خلاف دلائل میں یہ بہت زیادہ قوی دلیل تھی۔ مگر آپ نے اس کا مواخذہ اور ذکر تک نہیں کیا۔

اور یہ کہنا کہ یہ حضرت امام کی بیوی پر غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی ایک ناپاک تہمت اور تبرا ہے اور بدگمانی ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ پھر تو وہ تمام ائمہ و محدثین و مؤرخین اور علماء جنہوں نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ کی طرف کی ہے، وہ سب کے سب معاذ اللہ حضرت امام کی بیوی پر تہمت لگانے والے اور تبرا باز قرار پائیں گے اور پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ائمہ، محدثین نے بغیر تحقیق کے ہی لکھ دیا ہے جس سے ان کے علم اور تحقیق پر بھی حرف آتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ حضرت امام کی ہر بیوی آپ سے بہت محبت رکھتی اور شیدا تھی، ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ آپ کی کوئی بیوی ایک طمع فاسد سے ایسے جلیل امام کے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ آپ کی ہر بیوی آپ سے بہت زیادہ محبت رکھتی اور شیدا تھی چنانچہ گزشتہ روایات میں خود حضرت عبداللہ بن حسن کی روایت ذکر ہو چکی ہے کہ آپ چونکہ کثیر النکاح تھے اور ایک دو رات کے بعد ہی طلاق دے دیتے تھے اس لیے بہت کم عورتیں آپ سے محبت رکھتی تھیں۔ اور آپ سے صحبت کرنے میں بھی بخل کرتی تھیں۔ کیونکہ فطرت کے تقاضے بہر حال اپنی جگہ مسلّم ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے کہ جب اسکو معلوم ہو جائے کہ نکاح کے ایک دو دن کے بعد ہی اسکو طلاق مل جائے گی تو پھر اس کے دل میں محبت والفت کا رہنا ایک ایسا امر ہے جو ہر عورت کے لیے ممکن نہیں۔

اور جہاں تک طمع فاسد سے ایسے جرم کے ارتکاب کے بعید ہونے کا تعلق ہے یہ بھی کوئی بعید نہیں۔ یہ حرص وطمع ایک ایسا اژدہا ہے جس نے بڑے بڑوں کو شکار کیا ہے۔ دیکھیے عمرو بن سعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے جو عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے تھے۔ اس نے بھی تو صرف "رے" کی حکومت کی حرص وطمع ہی میں یزیدی لشکر کا سالارِ اعلیٰ بننا اور سارے خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کربلا میں قتل کرنا منظور کر لیا تھا اسی طرح ابن زیاد، یزید اور شمر وغیرہ تابعین سے تھے اور تابعین کی فضیلت نص سے ثابت ہے۔ مگر حُبِّ جاہ اور دنیوی حکومت کی حرص نے ان کو تباہ کیا اور انہوں نے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کربلا و کوفہ وغیرہ میں جو کچھ کیا کرایا وہ سب کو معلوم ہے تو ایک عورت جو ناقص العقل ہے اور جس کا سارا خاندان ہی دشمن اہلِ بیت تھا، وہ طمع فاسد کا شکار ہو کر ایسی حرکت کی مرتکب ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

چنانچہ ابن ملجم قاتلِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین بدبخت فرمایا تھا وہ اس رات کو جس کی صبح کو اس نے حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا جعدہ کے باپ اشعث بن قیس کے پاس تھا اور ساری رات اس سے

سرگوشی کرتا رہا جب صبح ہونے کو آئی تو جعدہ کے باپ نے کہا جا اپنا کام کر چنانچہ طبقات صحابہ کی قدیم اور مستند ترین کتاب طبقات ابن سعد میں ہے۔

وَبَاتَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلْجِمٍ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي عَزَمَ فِيْهَا اَنْ يَّقْتُلَ عَلِيًّا فِي صُبْحِهَا يُنَاجِي الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسِ الْكِنْدِي فِي مَسْجِدِهٖ حَتّٰى كَادَ اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَالَ لَهُ الْاَشْعَثُ فَضَحَكَ الصُّبْحُ فَقُمْ۔ فَقَامَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلْجِمٍ وَشَبِيْبُ بْنُ بَجْرَةَ فَاَخَذَا اَسْيَافَهُمَا ثُمَّ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَا مُقَابِلَ السُّدَّةِ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْهَا عَلِيٌّ (طبقات ابن سعد ص۳۶ ج۳)

عبدالرحمٰن ابن ملجم نے وہ شب جس کی صبح کو اس کا حضرت علی کے قتل کرنے کا مصمم ارادہ تھا اشعث ابن قیس الکندی کے پاس اس کی مسجد میں سرگوشی کرتے ہوئے گزاری جب طلوع فجر کا وقت قریب ہوا تو اشعث نے ابن ملجم سے کہا صبح نے تیرا راستہ ظاہر کر دیا ہے پس اپنے کام کے لیے اٹھ تو ابن ملجم اور شبیب ابن بجرہ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور آ کر اس دروازے کے سامنے بیٹھ گئے جس سے حضرت علی نکلتے تھے۔

اور پھر صبح کو اشعث نے اپنے بیٹے قیس کو بھیجا فَقَالَ اَيْ بُنَيَّ اُنْظُرْ كَيْفَ اَصْبَحَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (مقاتل ص۳۰) کہ بیٹا جا کر دیکھ! امیر المومنین نے کیسے صبح کی ہے۔

اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ جعدہ کے باپ اشعث کو ابن ملجم کے ارادہ قتل کا علم تھا تو اگر اس کے دل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عقیدت و محبت ہوتی تو وہ ابن ملجم کو اس ظلم سے روکتا یا کسی طرح حضرت علی یا آپ کے کسی عزیز کو اس کی اطلاع کر دیتا۔ بلکہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ بھی حضرت علی کے قتل میں ایک قسم کا شریک تھا۔

اور یہی جعدہ کا باپ اشعث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہو گیا تھا چنانچہ حضرت امرا القیس کے سمجھانے بجھانے

سے کر تم قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یہ لوگ خوف قتل سے پھر اسلام میں آ گئے۔

نیز حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں گرفتار کرنے والا اور ابن زیاد کا حامی و ساتھی جعدہ کا بھائی محمد بن اشعث تھا۔ اس جعدہ کے بھائی قیس اور محمد ابن اشعث اور اس کے قبیلے کے کندی لوگ کربلا میں یزیدی لشکر میں تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جعدہ کے ظالم بھائی نے حضرت امام کے تن بے سر سے جبّہ و چادر اتار لی۔ اور پاؤں سے نعلین شریف اتار لی۔ كَمَا سَيَأْتِي فِي ذِكْرِ الشَّهَادَةِ وَرَاثَتِهِ اللهُ تَعَالَى۔

جعدہ، اس کے باپ اور بھائیوں اور اس کے خاندان کے مختصر حالات جو یہ قارئین کئے گئے ہیں ان سے اس خاندان کی طینت و خصلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

هٰذَا مَا عِنْدِي وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى

اس خائن مؤلف نے یہ تو لکھا ہے کہ بعض صحابہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے اور اس غلط اقدام سے سختی سے روکا مگر امام نے کسی کی نہ مانی۔ اس سے غالباً یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ امام پر اقتدار کی ہوس اس قدر غالب آگئی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کے روکنے اور مخلصانہ مشوروں کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں بالکل نظر انداز کر دیا۔

مگر ازراہِ خیانت یہ نہیں لکھا کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید نے آپکے پاس پہنچ کر بہت کہا سنا اور ازحد کوشش کی کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ پھر بھی آپ نہ مانے تو انہوں نے کہا آخر آپ کوفہ جانے پر اس قدر مُصر کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا،

اِنّی رَأَیْتُ رُؤیا رَأَیْتُ فِیْهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاُمِرْتُ فِیْهَا بِاَمرٍ اَنَا مَاضٍ لَهٗ عَلَیَّ کَانَ اَوْ لِیَ فَقَالَا مَا تِلْکَ الرُّؤْیَا قَالَ مَا حَدَّثْتُ بِهَا اَحَدًا وَمَا اَنَا مُحَدِّثٌ بِهَا اَحَدًا حَتّٰی اَلْقٰی رَبِّیْ،

(ابن اثیر ص ١٦/٤ طبری ص ٢١٩/٦ البدایہ ص ١٦٣/٨)

مَیں نے خواب میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے آپنے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جس کو مَیں ضرور پورا کروں گا خواہ کچھ بھی ہو۔ انہوں نے کہا، وہ خواب کیا ہے؟ آپنے فرمایا: مَیں نے اب تک کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا یہاں تک کہ مَیں اپنے رب سے جا ملوں۔

قارئین حضرات! دیکھا آپ نے کہ اس مؤلف نے وہ بات جس سے اصل حقیقت واضح ہوتی تھی، اس کو نہیں لکھا۔ معلوم ہوا کہ امام عالی مقام اپنے نانا جان صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کی تعمیل فرما رہے تھے اور آنے والی نسلوں کے لیے ثابت قدمی اور عزیمت کی مثال قائم کر رہے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کا روکنا عقیدت و محبّت اور انتہائی ہمدردی کی بنا پر تھا اس لیے نہ تھا کہ اُن کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفۂ برحق کے ساتھ

بغاوت پر مبنی تھا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے[1]۔ انہوں نے اپنا حق ادا کیا اور امام پاک نے اپنا حق ادا کیا اور فرما دیا۔

لِی عَمَلِی وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔	میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل تم اس سے بری ہو جو میں کروں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کرو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ پھر امام نے کربلا میں گھر جانے کے وقت یہ کیوں کہا کہ مجھے واپس چلے جانے دو یا کسی اور طرف نکل جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو، میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا یعنی بیعت کر لوں گا۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ اتمامِ حجت کے لیے تھا تاکہ یہ لوگ کل قیامت کے دن یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ اگر امام ہمیں واپس یا کہیں اور جانے کے لیے کہتے تو ہم ضرور ان کو جانے دیتے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا۔ یہ غلط ہے (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے) اگر اس کو درست مان لیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ کربلا میں جنگ کیوں ہوئی؟ جھگڑا تو سارا بیعتِ یزید ہی کا تھا۔ جب امام اس کے لیے آمادہ ہو گئے تھے تو پھر ان کے ساتھ جنگ اور ان پر ظلم و ستم کا کیا مقصد تھا؟

عباسی صاحب لکھتے ہیں:۔

(۹) "یہ حادثہ (کربلا) بس اتنی دیر میں ختم ہو گیا تھا جتنی دیر قیلولہ میں آنکھ جھپک جائے یعنی کم و بیش آدھ گھنٹے میں اس کی تائید مزید ان راویوں کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ فریقین کے مقتولین کی تعداد ۷۲ اور ۸۸ تھی۔" (خلافت معاویہ و یزید صد ۲۲۳)

---

[1] تفصیل کے لیے میری کتاب شام کربلا دیکھیے

ہے عباسی صاحب نے اس تاریخ کو غلط ثابت کرنے پر کئی صفحات سیاہ کئے ہیں اور اپنی نئی تحقیق سے تاریخ آمد و روانگی اور منزلوں اور فاصلوں کی ایک جدول بنائی اور اس کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"حضرت حسین اور ان کے ساتھی جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بالوضاحت بیان ہو چکا دسویں ذی الحجہ ۶۰ھ کو بعد ادائے فریضہ حج روانہ ہوئے اور تیس منزلوں کی مسافت بعیدہ کم سے کم تیس ہی دن میں طے کرنے کے بعد ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا کے مقام پر پہنچ یا پہنچ سکتے تھے اس سے پہلے نہیں (خلافت معاویہ و یزید صـ ۱۵۹)

اس سے عباسی صاحب کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یزیدیوں کے پانی وغیرہ بند کرنے کی روایات بے اصل اور غلط ہیں اور ان پر محض ایک الزام ہے۔ لیکن "دروغ گو را حافظہ نباشد" قول اگر صحیح ہے تو ملاحظہ فرمائیے۔ اسی کتاب میں چند صفحات آگے ایک عنوان "غلط بیانیوں کی چند مثالیں" قائم کرکے اس کے تحت ایک جدول میں لکھا ہے :۔

"مورخین نے حضرت حسین کی مکہ سے عراق کو روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ یوم سہ شنبہ اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ محرم ۶۱ھ یوم پنج شنبہ بتائی ہے جو غلط ہے صحیح تاریخ مکہ سے روانگی کی ۹ ستمبر ۶۸۰ء یوم یک شنبہ ہے اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ اکتوبر ۶۸۰ء یوم سہ شنبہ ہے اور حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء بروز چہار شنبہ ہے، بروز جمعہ غلط ہے۔ (خلافت معاویہ و یزید صـ ۱۹۳)

ان دونوں عبارتوں میں غور فرما کر نتیجہ نکالئے اور اس نئی تحقیق و ریسرچ کی داد دیجئے۔

پہلی عبارت میں امام صاحب کا ۱۰ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر تیس ۳۰ منزلوں کو کم سے کم تیس ۳۰ دنوں میں طے کرکے ۱۰ محرم کو کربلا پہنچنا ثابت کیا اور کہا کہ اس سے پہلے نہیں پہنچ سکتے تھے۔

دوسری عبارت میں ۹ ستمبر ۶۸۰ء بروز اتوار کو مکہ مکرمہ سے روانگی کی اور ۲ اکتوبر ۶۸۰ء بروز منگل کربلا پہنچنے کی تاریخ بتائی ہے اور حادثۂ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی ہے۔ بروز جمعہ کو غلط کہا ہے۔

نتیجہ! پہلی عبارت میں تیس ۳۰ دنوں میں ۲ محرم کو کربلا پہنچنا ثابت کیا تھا۔

دوسری عبارت میں چوبیس ۲۴ دنوں میں ۲ اکتوبر کو چھ ۶ دن پہلے پہنچا ثابت کیا ہے کیونکہ حادثۂ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی اور اسی تاریخ کو ۱۰ محرم حادثۂ کربلا کی تاریخ کے مطابق بتایا (دیکھئے ص۲۵) یعنی جو بات ائمہ مورخین کے نزدیک مسلم اور درست ہے اس کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر غلط ثابت کیا اور اپنی نئی اور صحیح تحقیق پیش کی اور پھر خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی اس صحیح اور نئی ریسرچ کا گلا گھونٹ کے رکھ دیا اور وہی تسلیم کیا جو مورخین نے لکھا ہے۔ انگریزی ریسرچ کا صرف یہ کرشمہ تھا کہ بجائے اسلامی تاریخ کے انگریزی تاریخ لکھ دی تاکہ انگریزی داں طبقہ متاثر ہو۔

اس کتاب لکھنے سے پہلے عباسی صاحب نے اپنے ذہنی منصوبے کے مطابق یہ طے کر لیا تھا کہ امام عالی مقام کو باغی اور خاطی اور یزید پلید کو بالکل بے گناہ اور برحق ثابت کرنا ہے خواہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ہی کیوں نہ بنانا پڑے۔

عباسی صاحب نے علامہ امام طبری پر شیعہ ہونے کا الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ

(۴) "طبری جیسے شیعی مورخ کا بھی بیان ہے۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۴۳)

حد ہو گئی ظلم و تعصب اور جہالت و بد دیانتی کی۔ علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر مفسر، محدث، مورخ، فقیہ، مجتہد اور بڑے متقی سنی بزرگ پر شیعیت کا الزام یا شبہ بہت بڑا ظلم اور بہتان ہے۔ کوئی عالم ان کی تفسیر و تاریخ اور دیگر تصانیف کو پڑھ کر ان کو شیعہ ہرگز نہیں کہے گا۔

آپ چودھویں صدی کے اس نئے محقق کی نئی تحقیق کہ جو حقیقت دروغ بیانی بہتان تراشی اور خیانت و بددیانتی کا ایک بے مثال شاہکار ہے، چھوڑ کر اور اس سے منہ موڑ کر امت کے ائمہ محدثین اور علماء محققین کے ارشادات کو سامنے رکھ کر انصاف کے ساتھ ان کے متعلق فیصلہ کریں۔

علامہ امام ابن اثیر اپنی مشہور تاریخ الکامل کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :۔

وَاِنَّمَا اعْتَمَدْتُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِ الْمُوَرِّخِيْنَ اِذْهُوَ الْاِمَامُ الْمُتْقِنُ حَقًّا الْجَامِعُ عِلْمًا وَصِحَّةً اِعْتِقَادًا وَصِدْقًا (ابن اثیر ص۳ ج۱)

میں نے تمام مؤرخین کی بہ نسبت ابن جریر طبری پر ہی زیادہ اعتماد کیا ہے اس لیے کہ وہ سچے محکم امام علم و فضل کے جامع، اعتقاد میں صحیح اور (روایت میں) سچے ہیں۔

علامہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں :۔

كَانَ اَحَدَ اَئِمَّةِ الْاِسْلَامِ عِلْمًا وَعَمَلًا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ (البدایہ والنہایہ ص۱۴۶ ج۱۱)

کہ وہ اسلام کے عالموں میں سے ایک امام اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عالم اور عامل تھے۔

نیز فرماتے ہیں :۔

وَصَنَّفَ التَّارِيْخَ الْحَافِلَ وَلَهُ التَّفْسِيْرُ الْكَامِلُ الَّذِيْ لَا يُوْجَدُ لَهٗ نَظِيْرٌ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْمُصَنَّفَاتِ النَّافِعَةِ فِي الْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ وَمِنْ اَحْسَنِ ذٰلِكَ تَهْذِيْبُ الْاٰثَارِ وَلَوْ كَمُلَ لَمَا احْتِيْجَ مَعَهٗ اِلٰى شَيْءٍ وَلَكَانَ فِيْهِ الْكِفَايَةُ لٰكِنَّهٗ لَمْ

اور انہوں نے ایک بھرپور مفصل تاریخ لکھی ہے اور ایک ان کی کامل تفسیر ہے جس کی نظیر نہیں پائی گئی اور ان دونوں کے علاوہ بھی اصول و فروع میں ان کی بڑی نافع تصانیف ہیں اور ان میں بہت ہی زیادہ اچھی کتاب تہذیب الآثار ہے۔ اگر اسکی تکمیل ہو جاتی تو اس کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت

يتمه وقد روى عنه أنه مكث
أربعين سنة يكتب في كل يوم أربعين
ورقة قال الخطيب البغدادي استوطن
ابن جرير بغداد وأقام بها إلى حين وفاته
وكان من أكابر أئمة العلماء ويحكم
بقوله ويرجع إلى معرفته و
فضله وكان قد جمع من العلوم
مالم يشاركه فيه أحد من
أهل عصره وكان حافظا
لكتاب الله تعالى عارفا بالقرأت
كلها بصيرا بالمعاني فقيها في الأحكام
عالما بالسنن وطرقها وصحيحها
وسقيمها وناسخها ومنسوخها
عارفا بأقوال الصحابة والتابعين
ومن بعدهم عارفا بأيام
الناس وأخبارهم وله الكتاب
المشهور في تاريخ الامم والملوك
وكتاب في التفسير لم
يصنف أحد مثله وكتاب
سماه تهذيب الآثار لم
أر سواه في معناه إلا أنه

نہ ہوئی اور انہی میں ایک کتاب لکھا ہے مگر
وہ بھی مکمل نہیں ہوئی اور ان سے روایت کی گئی ہے
کہ انہوں نے مسلسل چالیس سال اس طرح گزارے
کہ ہر روز چالیس ورق لکھتے تھے خطیب بغدادی
کہتے ہیں کہ انہوں نے بغداد کو اپنا مسکن بنایا اور وفات
وفات تک وہیں اقامت پذیر رہے اور وہ اکابر
ائمہ اور علماء میں سے تھے اور ان کے قول پر فیصلہ کیا
جاتا ہے اور ان کے علوم و معارف کی طرف رجوع
کیا جاتا ہے اور بیشک انکی ذات میں اس قدر
علوم جمع کئے گئے تھے کہ ان کے زمانہ میں کوئی
بھی ان علوم میں ان کے برابر نہ تھا اور کتاب
اللہ کے حافظ، اسکی تمام قراءتوں کے جاننے والے
قاری۔ اس کے معانی پر پوری بصیرت رکھنے والے
احکام میں فقیہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی)
سنتوں اور اس کے طرق اور ان میں صحیح اور
غیر صحیح اور ناسخ و منسوخ کے پورے عالم صحابہ
اور تابعین اور ان کے بعد والوں کے اقوال کی
پوری معرفت رکھنے والے لوگوں کے ایام و حالات
اور اخبار کے عالم، انکی تاریخ میں مشہور کتاب ہے
"تاریخ الامم والملوک" اور ایک ان کی تفسیر
ہے کہ اسکی مثل کوئی تصنیف نہیں اور ایک کتاب

ثم يتمه وله في اصول الفقه و فروعه كتب كثيرة و اختيارات و تفرد بمسائل حفظت عنه (البدایہ والنہایہ ص ۱۴۵/۱۱)	جس کا نام تہذیب الآثار ہے اس میں بھی نظیر حدیثیں پر مشتمل کتاب میں نے نہیں دیکھی مگر وہ مکمل نہیں ہو سکی اور ان کی فقہ کے اصول و فروع پر بہت سی کتابیں اور فتاوٰی ہیں اور متعدد مسائل میں وہ منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ لوگوں نے وہ مسائل اُن سے حاصل کیے ہیں۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علم تفسیر کی طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:۔

(فان قلت) فای التفاسیر ترشد الیه و تامر الناظران یعول علیه؟ (قلت) تفسیر الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انه لم یؤلف فی التفسیر مثله قال النووی فی تهذیبه کتاب ابن جریر فی التفسیر لم یصنف احد مثله۔ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۹۱/۲)	پس اگر تم یہ کہو کہ پھر تفاسیر میں کونسی ایسی تفسیر ہے جس کی طرف تم رہنمائی کرتے ہو اور اس پر اعتماد کرنے کا حکم دیتے ہو؟ تو میں کہتا ہوں کہ وہ تفسیر امام ابوجعفر ابن جریر طبری کی ہے جس پر تمام معتبر علماء کا اتفاق ہے کہ فنِ تفسیر میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں فرماتے ہیں کہ ابن جریر کی تفسیر ایسی ہے کہ اس کی مثل کسی نے کوئی کتاب تصنیف ہی نہیں کی ہے۔

امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ فرماتے ہیں:۔

ما اعلم علی ادیم الارض اعلم من ابن جریر ولقد ظلمته الحنابلة	میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر امام ابن جریر سے بھی بڑا کوئی عالم ہے اور

(البدایہ والنہایہ ص ۱۴۶)

بلاشبہ حنبلیوں نے ان پر ظلم کیا۔[1]

علامہ حافظ ذہبی فرماتے ہیں :۔

الْاِمَامُ الْعَلَمُ الْفَرْدُ الْحَافِظُ اَبُوْجَعْفَرٍ الطَّبَرِیُّ اَحَدُ الْاَعْلَامِ وَصَاحِبُ التَّصَانِیْفِ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ الْخَطِیْبُ۔

(تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱/۲)

علم میں یکتائے زمانہ جلیل القدر امام الحافظ ابو جعفر الطبری صاحب التصانیف میں ابوبکر خطیب بغدادی نے کہا آگے خطیب بغدادی کی وہ عبارت لکھی جو گزر چکی ہے)

علامہ ابو حامد الفقیہ الاسفرائنی فرماتے ہیں :۔

لَوْسَافَرَ رَجُلٌ اِلَی الصِّیْنِ حَتّٰی یَنْظُرَ فِیْ کِتَابِ تَفْسِیْرِ ابْنِ جَرِیْرِ الطَّبَرِیِّ لَمْ یَکُنْ ذٰلِكَ کَثِیْرًا۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۴۶ تذکرہ الحفاظ ص ۱۲/۲)

اگر کسی شخص کو تفسیر ابن جریر کو صرف دیکھنے کیلئے چین تک کا سفر کرنا پڑے تو بھی (انکی عظمت کے پیش نظر) یہ کوئی زیادہ سفر نہ ہوگا۔

علامہ امام عبدالوہاب السبکی صاحب طبقات الکبریٰ فرماتے ہیں :۔

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِیْرِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ کَثِیْرِ بْنِ غَالِبٍ الْاِمَامُ الْجَلِیْلُ الْمُجْتَهِدُ

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب جلیل القدر امام مجتہد مطلق ابو جعفر طبری علم و دین

---

[1] اس کی وجہ یہ تھی کہ امام طبری امام احمد بن حنبل کو فقیہ نہیں مانتے تھے صرف محدث مانتے تھے اس سلسلہ میں ان کے سخت مخالف ہوگئے تھے لِاَنَّ الْحَنَابِلَةَ کَانُوْا یَمْنَعُوْنَ اَنْ یَجْتَمِعَ بِهٖ اَحَدٌ۔ اور لوگوں کو انکے پاس تک جانے سے روکتے تھے اور اسی مخالفت کی بنا پر انہوں نے ان پر شیعیت کا الزام لگایا وَنَسَبُوْهُ اِلَی الرَّفْضِ اور بعض جاہلوں نے ان پر ملحد ہونے کی تہمت لگائی تھی لیکن علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وَحَاشَاهُ مِنْ ذٰلِكَ کُلِّهٖ (البدایہ والنہایہ ص ۱۴۶/۱۱) کہ بلاشبہ ان کی ذات ان سب تہمتوں اور الزاموں سے پاک اور مبرا تھی۔ آگے ان کی شان میں وہ عبارت لکھی جو گزر چکی ہے۔

لطلق ابوجعفر الطبری ... احد ائمۃ الدنیا علماً ودیناً ومن تصانیفہ کتاب التفسیر وکتاب التاریخ الخ (تفسیر ابن جریر ص۲/۱)	کے لحاظ سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام۔ ان کی تصانیف میں سے کتاب التفسیر اور کتاب التاریخ ہے (آگے ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے)

علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں:۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری صاحب التفسیر الکبیر والتاریخ الشہیر کان اماماً فی فنون کثیرۃ منہا التفسیر والحدیث والفقہ والتاریخ وغیر ذلک ولہ مصنفات ملیحۃ فی فنون عدیدۃ تدل علی سعۃ علمہ وغزارۃ فضلہ وکان من الائمۃ المجتہدین الخ (تفسیر ابن جریر ص۳/۱)	محمد بن جریر الطبری صاحب تفسیر کبیر و تاریخ شہیر بہت سے علوم و فنون میں امام تھے ان میں تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ ہے اور بہت سے فنون میں انکی بہت اچھی تصنیفات ہیں جو ان کے علم و فضل کی وسعت و کثرت کی دلیل ہیں۔ وہ ائمہ مجتہدین میں سے تھے۔

علامہ شبلی نعمانی نے حدیث، تاریخ اور سیرت کی تدوین پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال ثقہ اور وسعتِ علم کے معترف ہیں ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ھذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں میں ایک بہت بڑے امام ہیں (سیرت النبی ص۱۹/۱)

عباسی صاحب لکھتے ہیں :-

(۱۳) ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایتوں میں جو مسلکاً غالی اور ضعیف الحدیث تھے (البدایہ والنہایہ) اور یہی تنہا اس قسم کی (غلط) روایتوں کے راوی ہیں۔ اور بقول علامہ ابن کثیر عِنْدَہٗ مِنْ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ وَمَا لَیْسَ عِنْدَ غَیْرِہٖ (ص ۲۰۲/۸ البدایہ والنہایہ)

یعنی ان ہی کے پاس اس قماش کی روایتیں ہیں جو ان کے سوائے کسی اور کے پاس نہیں ہیں طبری نے اس قسم کی روایتوں کو ہی نہیں بلکہ اس غالی راوی اور مؤلف کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا اور اس طرح ان وضعی روایات کو اعتبار کا درجہ حاصل ہوتا گیا۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۰)

اس عبارت میں عباسی نے ابن کثیر کے حوالے سے ابو مخنف کو غالی اور ضعیف الحدیث اور غلط اور وضعی روایات کا راوی کہا ہے اور طبری نے اسی کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔

اب قارئین حضرات علامہ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اور اس مؤلف کی خیانت و بد دیانتی کا اندازہ لگائیں۔ علامہ ابن کثیر نے معرکہ کربلا کی داستانِ غم کی ابتدا کرتے ہوئے سرورق پر یہ سرخی قائم کی ہے :-

وَھٰذِہٖ صِفَۃُ مَقْتَلِہٖ مَاخُوْذَۃٌ مِنْ کَلَامِ اَئِمَّۃِ ھٰذَا الشَّانِ لَا کَمَا یَزْعُمُہٗ اَھْلُ التَّشَیُّعِ مِنَ الْکِذْبِ۔ (البدایہ ص ۱۷۲/۸)	اور یہ حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے حالات ہیں جو ان حالات کے جاننے والے ائمہ کے کلام سے اخذ کیے گئے ہیں نہ کہ وہ جو شیعوں کے جھوٹے گمان کے مطابق ہیں

اس سرخی کو قائم کر کے علامہ نے یہ واضح کر دیا کہ میں نے کربلا کے حالات و واقعات معتبر ائمہ کے کلام سے پیش کیے ہیں جو شیعوں کے جھوٹے گمان سے پاک ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں :-

وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَاهُ نَظَرٌ وَلَوْلَا أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ وَغَيْرَهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالْأَئِمَّةِ ذَكَرُوهُ مَا سُقْتُهُ وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مِخْنَفٍ لُوطِ بْنِ يَحْيَى وَقَدْ كَانَ شِيعِيًّا وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ وَلَكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ وَلِهٰذَا يَتَرَامَى عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنَ الْمُصَنِّفِينَ البدایہ والنہایہ ص ۲۰۲ / ۸	اور جو ہم نے بیان کیا ہے اسکی بعض باتیں محل نظر ہیں اور اگر ابن جریر اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ اور حفاظ نے ان کو بیان نہ کیا ہوتا تو ہم بھی نہ کرتے اور وہ روایتیں اکثر ابو مخنف لوط ابن یحیٰی کی ہیں اور وہ شیعہ تھا ائمہ کے نزدیک وہ حدیث میں ضعیف ہے لیکن تاریخ کا وہ حافظ ہے۔ تاریخی روایات اس کے پاس ایسی ہیں جو اس کے غیر کے پاس نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین اس کی طرف لپکتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے ابو مخنف المتوفی ۱۵۷ھ کے متعلق لکھا کہ وہ شیعہ تھا۔ لیکن عباسی نے لکھا کہ وہ غالی تھا۔ حالانکہ اسلاف کے نزدیک شیعہ اور غالی و رافضی میں فرق ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف میں ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے انکو شیعہ کہتے تھے[1]۔ یعنی شیعہ کا معنی تھا تفضیلی۔ اور جو معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی وغیرہ کرتے تھے ان کو کہتے تھے رافضی۔ آج کل اکثر شیعہ کہلانے والے رافضی ہی ہیں۔ اور ان کو غالی بھی کہا جاتا ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو مخنف حدیث میں ضعیف تھا لیکن تاریخ کا وہ حافظ تھا۔ عباسی نے ازراہ خیانت ابن کثیر کی آدھی عبارت لکھ دی کہ وہ ضعیف الحدیث تھا اور اور آدھی عبارت کہ تاریخ کا وہ حافظ تھا اس کو کھا گئے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ تفسیر،

---

[1] بستان المحدثین ص۸۸

حدیث، فقہ، تاریخ، قرأت، لغت وغیرہ الگ الگ علوم و فنون میں یہ ضروری نہیں کہ کوئی ہر علم و فن میں کامل و حافظ ہو۔ ابن کثیر نے ابو مخنف کو اگر علم حدیث میں ضعیف کہا تو علم تاریخ میں حافظ و کامل بھی تو کہا ہے۔ اور چونکہ تاریخ میں وہ حافظ تھا اس لیے ائمہ مورخین نے اس کی روایات پر اعتماد کیا اور اپنی تواریخ میں اُن کو لکھا۔ لیکن عباسی نے اس کی روایات کو جھوٹی اور وضعی کہا کہ اس قماش کی روایتیں اسی کے پاس تھیں۔

بخاری اور مسلم کے راوی

تقریب التہذیب مطبع فاروقی دھلی

بخاری شریف کے شیعہ اور رافضی راوی، تقریب التہذیب

نمبر شمار	نام راوی	صفحہ
(۱)	اسحٰق بن منصور السلولی تکلم فیہ للتشیع اسحٰق بن منصور سلولی میں شیعہ ہونے کی وجہ کلام کیا ہے	۳۰
(۲)	اسمٰعیل بن ابان الوراق تکلم فیہ للتشیع اسمٰعیل بن ابان وراق میں شیعہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے کلام کیا ہے۔	۳۳
(۳)	الحارث بن عبداللہ الاعور الھمدانی کذبہ الشعبی فی روایۃ ورمی بالرفض وفی حدیثہ ضعف حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی کو شعبی نے ایک روایت میں جھوٹا کہا ہے اور اسکو رافضی کہا جاتا ہے اور اس کی حدیث میں ضعف ہے۔	۴۷
(۴)	اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری یخطئ ورمی بالرفض اسمٰعیل بن موسٰی الفزاری خطا کرتا تھا اور اس کو رافضی	۳۸

کہا جاتا ہے۔

(۵) الربیع بن انس البکری لہ اوہام رمی بالتشیع ۱۳۱

ربیع بن انس بکری بڑا وہمی تھا اور اسے شیعہ بھی کہا گیا ہے۔

(۶) سعید بن عمرو بن اشوع الھمدانی رمی بالتشیع ۱۴۷

سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۷) سعید بن فیروز ابوالبختری فیہ تشیع قلیل ۱۴۸

سعید بن فیروز ابوالبختری میں تھوڑا سا شیعہ پن تھا۔

(۸) سعید بن محمد بن سعید الجرمی الکوفی رمی بالتشیع ۱۴۸

سعید بن محمد بن سعید جرمی کوفی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۹) عبداللہ بن عیسٰی بن عبدالرحمٰن کوفی فیہ تشیع ۲۱۰

عبداللہ بن عیسٰی بن عبدالرحمٰن کوفی میں شیعیت ہے۔

(۱۰) عبدالعزیز بن سیاہ کوفی یتشیع ۲۴۱

عبدالعزیز بن سیاہ کوفی شیعہ تھا۔

(۱۱) علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی رمی بالتشیع ۲۶۹

علی بن جعد بن عبید جوہری بغدادی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۲) عوف بن ابی جمیلہ رمی بالقدر و بالتشیع ۲۹۲

عوف بن ابی جمیلہ کو قدریہ و شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۳) فطر بن خلیفہ المخزومی رمی بالتشیع ۳۰۲

فطر بن خلیفہ مخزومی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۴) محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی رمی بالتشیع ۳۳۵

محمد بن فضیل بن غزوان کوفی کو شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱۵) مخوّل بن راشد نسب الی التشیع
مخوّل بن راشد کی نسبت شیعوں کی طرف کی گئی ہے۔ ۱۵۸

(۱۶) عباد بن یعقوب رافضی
عباد بن یعقوب رافضی تھا ۱۵۴

بخاری شریف کے قدریہ اور ناصبی راوی

تقریب التہذیب طبع فاروقی دھلی

نمبر شمار	نام راوی		صفحہ
(۱)	الحسن بن ذکوان یخطئ ورمی بالقدر	(قدریہ)	۸۷
(۲)	زکریا بن اسحٰق رمی بالقدر	"	۱۲۸
(۳)	سلام بن مسکین رمی بالقدر	"	۱۶۵
(۴)	شبل بن عباد رمی بالقدر	"	۱۶۶
(۵)	صفوان بن سلیم المدنی رمی بالقدر	"	۱۷۷
(۶)	عبداللہ بن ابی لبید المدنی رمی بالقدر	"	۲۱۲
(۷)	عبداللہ بن ابی نجیح رمی بالقدر	"	۲۱۸
(۸)	عطا بن ابی میمونہ رمی بالقدر	"	۲۶۵
(۹)	عمر بن ابی زائدۃ رمی بالقدر	"	۲۷۷
(۱۰)	عوف بن ابی جمیلہ رمی بالقدر والتشیع	"	۲۹۲
(۱۱)	کہمس بن المنہال رمی بالقدر	"	۳۱۰
(۱۲)	محمد بن الحسن بن ہلال فیہ لین ورمی بالقدر	"	۳۱۷
(۱۳)	محمد بن سوار رمی بالقدر	"	۳۲۲
(۱۴)	ہارون بن موسیٰ الازدی رمی بالقدر	"	۳۷۸

(۱۵) ہشام بن ابی عبداللہ قد رمی بالقدر (قدریہ) ۳۸۰

(۱۶) یحیٰی بن حمزہ رمی بالقدر " ۳۹۰

ناصبی راوی

(۱) حریز بن عثمان رمی بالنصب (ناصبی) ۸۴

(۲) حصین بن نمیر ابو محصن رمی بالنصب " ۹۶

(۳) زیاد بن علاقہ رمی بالنصب " ۱۲۳

(۴) عبداللہ بن سالم الاشعری رمی بالنصب " ۲۰۰

مسلم شریف کے شیعہ اور رافضی اور ناصبی اور قدریہ راوی (تقریب التہذیب)

نمبر شمار	نام شیعہ راوی	صفحہ
(۱)	اسحٰق بن منصور السلولی تکلم فیہ التشیع	۳۰
(۲)	اسمٰعیل بن ابان الوراق تکلم فیہ للتشیع	۳۳
(۳)	الحارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی کذبہ الشعبی فی روایۃ ورمی بالرفض و فی حدیثہ ضعف (رافضی)	۷۴
(۴)	الربیع بن انس البکری لہ اوہام رمی بالتشیع	۱۲۱
(۵)	سعید بن عمرو بن اشوع رمی بالتشیع	۱۴۷
(۶)	سعید بن فیروز فیہ تشیع قلیل	۱۴۸
(۷)	سعید بن محمد بن سعید رمی بالتشیع	۱۴۸
(۸)	عبداللہ بن عیسٰی بن عبد عبدالرحمن فیہ تشیع	۲۱۰
(۹)	عبدالعزیز بن سیاہ یتشیع	۲۴۱
(۱۰)	فطر بن خلیفہ رمی بالتشیع	۳۰۲
(۱۱)	محمد فضیل بن غزوان الضبی رمی بالتشیع	۳۳۵

(۱۲) مخول بن راشد نسب الی التشیع ۳۴۹
(۱۳) ابان بن تغلب الکوفی تکلم فیہ للتشیع ۱۴
(۱۴) اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ یہم ورمی بالتشیع ۳۶
(۱۵) بکیر بن عبداللہ الطائی الکوفی رمی بالرفض (رافضی) ۵۶
(۱۶) جعفر بن سلیمان الضبعی کان یتشیع ۶۸
(۱۷) الحسن بن صالح الہمدانی رمی بالتشیع ۸۸
(۱۸) عبداللہ بن عمر بن محمد الجعفی فیہ تشیع ۲۰۸
(۱۹) عمار بن معاویۃ الذہبی البجلی الکوفی یتشیع ۲۷۵
(۲۰) عمرو بن حماد بن طلحۃ الکوفی رمی بالرفض ۲۸۴
(۲۱) محمد بن اسحٰق بن یسار یدلس ورمی بالتشیع والقدر ۳۱۳
(۲۲) نُوح بن قیس بن رباح الازدی رمی بالتشیع ۳۴۷
(۲۳) یزید بن ابی زیاد الہاشمی وکان شیعیا ۳۹۷
(۲۴) ہشام بن سعد المدنی لہ اوہام ورمی بالتشیع ۳۸۰
(۲۵) الولید بن عبداللہ بن جمیع الزہری یہم ورمی بالتشیع ۳۸۶

نام قدریہ راوی

(۱) زکریا بن اسحٰق رمی بالقدر وکان یدلس ۱۲۸
(۲) سلام بن مسکین رمی بالقدر ۱۶۵
(۳) صفوان بن سلیم المدنی رمی بالقدر ۱۷۷
(۴) عبداللہ بن ابی نجیح رمی بالقدر ۲۱۸
(۵) عطا بن ابی میمونہ رمی بالقدر ۲۶۵
(۶) محمد بن سوار رمی بالقدر ۳۲۲

(۷) ہارون بن موسیٰ الازدی رمی بالقدر ۳۷۸

(۸) ہشام بن ابی عبداللہ قدر رمی بالقدر ۳۸۰

(۹) یحییٰ بن حمزۃ رمی بالقدر ۳۹۰

(۱۰) محمد بن اسحٰق بن یسار یدلس رمی بالتشیع والقدر ۳۱۳

(۱۱) حرب بن میمون الاکبر رمی بالقدر ۸۳

(۱۲) زیاد بن علاقہ رمی بالنصب (ناصبی) ۱۲۳

(۱۳) سیف بن سلیمان المخزومی رمی بالقدر ۱۶۵

(۱۴) عبداللہ بن ابی لبید المدنی رمی بالقدر ۲۱۲

(۱۵) عبدالرحمٰن بن اسحٰق بن عبداللہ رمی بالقدر ۲۲۶

(۱۶) عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ رمی بالقدر ۲۲۳

ناصبی راوی

(۱) احمد بن عبدۃ بن موسیٰ رمی بالنصب ۱۰

(۲) خالد بن سلمۃ رمی بالارجاء والنصب ۱۰۹

(۳) عبداللہ بن شقیق العقیلی فیہ نصب ۲۰۲

(۴) نعیم ابی ہند النعمان بن اشیم رمی بالنصب ۳۷۵

اب عباسی صاحب اور ان کے ساتھی یزیدی ٹولے سے سوال ہے کہ بخاری ومسلم کے راویوں میں کس قدر شیعہ و رافضی قدریہ و ناصبی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا جو امام غزالی رحمۃ اللہ کے نزدیک مستحقِ لعنت ہیں تو کیا وہ ان کو مستحقِ لعنت سمجھتے ہیں؟ اور کیا لعنتیوں کی روایتیں قابلِ قبول ہیں؟ نیز اگر ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ تھا اس لیے اس کی روایتیں قابلِ قبول نہیں تو بخاری ومسلم کے ان شیعہ۔ رافضی۔ قدریہ اور ناصبی راویوں کی روایات کے متعلق کیا خیال ہے؟

سوال نمبر ۸

کیا جہادِ قُسطُنطُنیہ یزید کی قیادت میں ہوا اور کیا وہ ازروئے جہادِ قسطنطنیہ جنّتی ہے اور جو اس کو جنّتی نہ مانے وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث جو بُخاری میں ہے اس کا منکر ہے؟

جواب بخاری شریف کی وہ حدیث جس سے یزید کا جنّتی ہونا ثابت کیا جاتا ہے یہ ہے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ (بخاری شریف ص۱۰؍۱) میری اُمّت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کے لیے مغفرت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ارشادِ گرامی اُس نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہے جن کے پیشِ نظر قیامت تک کے حالات تھے۔ آپ نے مطلقاً نہیں فرمایا کہ جتنے بھی قیصر کے شہر میں غزوہ کریں گے اُن سب کے لیے بخشش ہے بلکہ اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِی فرما کر مغفرت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں:۔

وَفِي هٰذِهِ السَّنَةِ وَقِيْلَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ سَيَّرَ مُعَاوِيَةُ جَيْشًا كَثِيْفًا إِلٰى بِلَادِ الرُّوْمِ لِلْغُزَاةِ وَجَعَلَ عَلَيْهِمْ سُفْيَانَ بْنَ عَوْفٍ وَأَمَرَ ابْنَهُ يَزِيْدَ اور اسی سال ۴۹ھ میں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکرِ جرار بلادِ روم کی طرف بھیجا اور اس پر سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان

بالغزاة معهم فتثاقل واعتل فأمسك عنه أبوه فأصاب الناس في غزاتهم جوع ومرض شديد فأنشأ يزيد يقول ـ

ما إن أبالي بما لاقت جموعهم بالغرقدونة من حمى ومن هوم بدير مران عندي أم كلثوم إذا اتكأت على الأنماط مرتفقا

أم كلثوم امرأته وهي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاوية شعره فأقسم عليه ليلحقن بسفيان في أرض الروم ليصيبه ما أصاب الناس ـ

(ابن اثیر ص ۱۸۹/۳)

کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اس کے بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے (خوش ہو کر) یہ اشعار کہے۔ مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جبکہ میں دیر مران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے اُمِ کلثوم کو اپنے پاس لیے بیٹھا ہوں اُمِ کلثوم بنت عبداللہ ابن عامر یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا تاکہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔

اس روایت سے چند امور ثابت ہوئے:۔

(۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلاد روم کی طرف جہاد کے لیے گیا اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف تھے، یزید ہرگز نہ تھا

(۲) یہ کہ یزید اس پہلے لشکر میں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ لہٰذا یزید ہرگز اس کا مصداق نہ ہوا۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہ خدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت

معاویہ کے حکم کے اس نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے بچے عکم اور جہاد سے رُوگردانی کی۔

(۴) یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانے کا کوئی احساس نہ تھا، بلکہ اس کی بے پرواہی کا یہ عالم تھا کہ میری بلا سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون تکالیف و مصائب کا شکار ہے۔

(۵) یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ حال تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے تو دیر قران کے مزین و مکلف فرش و فرو شس اور اُمّ کلثوم کے ساتھ عیش چاہیے۔

(۶) یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ حضرت معاویہ نے اس کے اشعار سُن کر قسم کھائی تھی کہ اب اسکو بھی ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔ لہٰذا اس کو مجبوراً بادل نخواستہ قہرِ درویش بر جانِ درویش کے طور پر جانا پڑا اور نہ وہ اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جذبہ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر نہیں گیا تھا۔

(۷) یہ کہ جہاد عبادت ہے اور عبادت میں اخلاص شرط ہے کہ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ اس کا اس غزوہ میں شریک ہونا بطور سزا کے تھا۔ اخلاص کے ساتھ نہ تھا۔

امام المحدثین علامہ امام بدر الدین عینی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَقِيلَ سَيَّرَ مُعَاوِيَةُ جَيْشًا مَعَ	اور کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک لشکر
سُفْيَانَ بْنِ عَوْفٍ إِلَى الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ	جس کے امیر سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر
فَأَوْغَلُوا فِي بِلَادِ الرُّومِ وَكَانَ	چڑھائی کرنے کیلئے بھیجا وہ لشکر روم کے
فِي ذٰلِكَ الْجَيْشِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ	شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔
ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُو أَيُّوبَ	اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور

الانصاري وتوفي ابو ايوب في مدة
الحصار قلت الاظهر ان هؤلاء
السادات من الصحابة كانوا مع سفيان
هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية
لانه لم يكن من ان يكون هؤلاء السادات
في خدمته وقال المهلب في
هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه
اول من غزا البحر ومنقبة لولده
يزيد لانه اول من غزا مدينة
قيصر انتهى قلت اى منقبة
كانت ليزيد وحاله مشهور
فان قلت قال صلى الله تعالى
عليه وسلم في حق هذا الجيش
مغفور لهم قلت لا يلزم من
دخوله في ذالك العموم
ان لا يخرج بدليل خاص
اذ لا يختلف اهل العلم ان
قوله صلى الله عليه وسلم
مغفور لهم مشروط بان
يكونوا من اهل المغفرة حتى
لو ارتد واحد ممن غزاها

ابو ایوب انصاری تھے اور ابو ایوب اسی زمانہ
حصار میں وہیں فوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں
کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ
سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے یزید
کی قیادت میں نہ تھے کیونکہ یزید اسکا اہل نہ تھا
کہ یہ بڑے بڑے حضرات اسکی خدمت میں
(ماتحت کی حیثیت سے) رہیں۔ اور مہلب نے
کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ کی منقبت
ثابت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے
دریائی جنگ کی اور ان کے بیٹے یزید کی بھی
منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے سب سے
پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی۔ میں
کہتا ہوں وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کیلیے
ثابت ہو گئی جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔
اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
لشکر کے حق میں مغفور لہم فرمایا ہے!
تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے
داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی
دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو
سکے۔ کیونکہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف
ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول

بَعْدَ ذَالِكَ لَمْ يُدْخَلْ فِي ذَالِكَ الْعُمُومِ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ مَغْفُوْرٌ لِمَنْ وُجِدَ شَرْطُ الْمَغْفِرَةِ فِيْهِ مِنْهُمْ

عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۲۳۹ / ۶

مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس کے واسطے مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے۔

علامہ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:۔

وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْمُهَلَّبُ عَلٰى ثُبُوتِ خِلَافَةِ يَزِيْدَ وَاَنَّهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ لِدَخُوْلِهِ فِيْ عُمُوْمِ قَوْلِهِ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ وَاُجِيْبَ بِاَنَّ هٰذَا جَاءَ عَلٰى طَرِيْقِ الْحَمِيَّةِ لِبَنِيْ اُمَيَّةَ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ دَخُوْلِهِ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ اَنْ لَّا يَخْرُجَ بِدَلِيْلٍ خَاصٍ اِذْ لَا خِلَافَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ مَشْرُوْطٌ بِكَوْنِهِ مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰى لَوِ ارْتَدَّ وَاحِدٌ مِّمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ ذٰلِكَ الْعُمُوْمِ

اس حدیث سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ حدیث کے اس جملہ "مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ" کے عموم میں داخل ہے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ بات محض بنی اُمیّہ کی حمایت میں کہی گئی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات ابن منیر نے کہی

اِتفاقاً قالہ ابنُ المُنیر وَقد اَطلَق بَعضُھم فِیما نَقلہُ المولیٰ سَعدُالدّین اللّعن علیٰ یَزِید الخ (ارشاد الساری شرح بخاری ص۱۰۱/۵)

ہے۔ اور بیشک بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل فرمایا ہے (آگے شرح عقائد کی عبارت نقل کی جو اسی کتاب کے ص۲۲۴ پر مذکور ہے)

قریب ایسا ہی علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ الشیخ علی ابن الشیخ احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو، فتح الباری شرح بخاری ص۹۵/۶ اور سراج منیر شرح جامع صغیر ص۷۸/۲

ثابت ہوا کہ یزید ہرگز اِس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ حدیثِ قسطنطنیہ کی تاویل میں چونکہ تاریخی طور پر اتنے احتمال ہیں اس لیے اس سے مخالفین کا استدلال صحیح نہیں ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال غور فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (الحدیث) کہ جس نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا وہ جنّتی ہوگیا چنانچہ ایک شخص کلمہ شریف پڑھ کر بفرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جنّتی ہو جاتا ہے اور اس کلمہ کا صرف زبانی قائل رہتا ہے تو کیا وہ جنّتی ہی رہے گا ہرگز نہیں بلکہ زکوٰۃ، جہاد اور ختمِ نبوّت کے انکار اور بدعقیدہ ہو جانے کی وجہ سے وہ دنیا خاص سے اِس عموم سے خارج ہو جائے گا۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ صرف زبانی کلمۂ توحید پڑھنے سے آدمی جنّتی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا ثبوت دوسری آیات و احادیث میں صراحتہً ہے۔ مومن رہنے کے لیے ضروری ہے کہ

علاوہ ازیں مستند اور معتبر حوالوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیصر کے شہر میں سب سے پہلے جس لشکرِ اسلام نے جہاد کیا وہ لشکر خلیفۂ اوّل امیر المومنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھیجا گیا اس طرح اَوَّلُ جَیْشٍ کا مصداق وہی لشکر قرار پاتا ہے اور اکابر کی تحقیق کے مطابق ایسا ہی ہے تاہم ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہ نے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر قسطنطنیہ کی طرف بھیجا اس میں بھی یزید نہیں

یہ کلمہ صدق قلب اور اخلاص سے پڑھے اور اس کا ہر طرح پابند ہے ورنہ منافقین جن کو اللہ تعالیٰ یقیناً جھوٹے اور ان کا جہنم کے درکِ اسفل میں ہونا بیان فرماتا ہے، ان کا بھی جنتی ہونا لازم آتا ہے اسی طرح ایمان کے لیے کچھ ایسی باتیں ہیں جن کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک امر ضروری کا انکار کرے تو وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ بشارت اس کو شامل نہیں ہے۔ اسی طرح یزید پلید، جہادِ قسطنطنیہ کے بعد کے اپنے کردار بد کی وجہ سے ہر شرف اور سعادت سے محروم ہو گیا۔ علیہ ما یستحقہ۔

تھا اس لیے ہرگز ہرگز یزید پلید اس بشارتِ نبوی کا اہل اور مستحق ہی نہیں جو قیصر کے شہر کی طرف جانے والے پہلے لشکر اسلام کے لیے بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ اس کے باوجود جن لوگوں کا اصرار ہے کہ یزید پلید جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہو کر بشارت نبوی کا مستحق ہو گیا تو ان کے لیے یہی جواب کافی ہے کہ یزید اس جنگ کے بعد اپنے بدترین کردار کے سبب سے اس بشارت سے قطعاً خارج ہو گیا واضح رہے کہ یزید کو فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنتی ثابت کرنے والے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد ارشادات نبوی بھول جاتے ہیں جن میں حسنین کی ناراضی کو خدا و رسول کی ناراضی فرمایا گیا ہے۔ چناں چہ سوال نمبر ۹ کے جواب کے تحت آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ حیرت ہے یہ لوگ خدا و رسول کو ناراض کرنے والے یزید کو جنتی ٹھہرا کر ان تمام ارشادات کی تکذیب کے مرتکب ہونا قبول کر لیتے ہیں اور قہر الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔ یہاں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ فی زمانہ جو لوگ یزید کے جنتی ہونے کے شد و مد سے قائل ہیں ان کے بڑوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انجام کے بارے میں اپنی کتابوں میں جو بکواس کی ہے وہ اہلِ ایمان سے مخفی نہیں۔ ان کا وتیرہ ہے کہ جب ان کے کسی بڑے پر زد پڑتی ہے تو اپنے عقیدے اور اقوال بھول جاتے ہیں۔ گویا خود ہی اپنے غلط اور نادرست ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ ؎

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے

کوکب نورانی را احمد شفیع

اعتراض

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور یہی صحیح تر ہے اور واقعہ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ میں ہوا ثابت ہوا کہ حضرت اُمّ سلمہ کے متعلق روایات کہ انہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا اور جنوں کے نوحے وغیرہ سے غلط ہے کیوں کہ وہ اس وقت زندہ ہی نہ تھیں۔

جواب

اشعۃ اللمعات میں یہ بھی تو ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی ہے اور صاحب اشعۃ اللمعات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری مشہور تصنیف مدارج النبوّت میں اسی دوسرے قول کی تائید فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

ولیکن موید قول ثانی ست کہ روایت کردہ است ترمذی از سلمی امرۃ انصار گفت درآمدم برام سلمہ دیدم اورا میگریید گفتم چہ چیز درگریہ آورد ترا یا ام سلمہ گفت دیدم الآن رسول خدارا درمنام و برسر ولحیہ شریف وے خاک ست ومیگریید گفتم چہ شدہ است ترا یارسول اللہ گفت حاضر شدم قتل حسین راکہ واقع شدہ است وظاہر ایں حدیث آنست کہ وی در قتل امام حسین زندہ بود ونیز گویند کہ چوں خبر قتل حسین بوی رسید لعنت کرد اہلِ عراق راکہ کشتند او را (مدارج النبوّت صفحہ ۴۹۱ ج ۲)

ولیکن دوسرے قول کی تائید ترمذی شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت

سلمیٰ انصاریہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ فرمایا میں نے ابھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر مبارک و داڑھی شریف پر خاک پڑی ہوئی ہے اور آپ رو رہے ہیں یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا میں حسین کے مقامِ قتل پر گیا تھا جو واقع ہو چکا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ امام حسین کے قتل کے وقت زندہ تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ان کو حضرت حسین کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے ان عراقیوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے حضرت حسین کو قتل کیا تھا۔

الحمدللہ! خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک بھی صحیح یہی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں۔

۵۹ھ میں وفات ہوئی یہ واقدی کا قول ہے جو صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ام المومنین کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے چنانچہ علامہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں :-

قال الواقدی توفیت سنۃ تسع وخمسین وصلی علیہا ابو ہریرۃ وقال ابن ابی خیثمۃ توفیت فی ایام یزید بن معاویۃ۔ قلت والاحادیث المتقدمۃ فی مقتل الحسین تدل علی انہا عاشت الی ما بعد مقتلہ۔ واللہ اعلم ورضی اللہ عنہا

(البدایہ والنہایہ ص ۲۱۵ ج ۸)

واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور ابو ہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کی حکومت کے ایام میں ان کی وفات ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ احادیث جو ذکرِ شہادتِ حسین میں بیان ہوئی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں

واللہ اعلم ورضی اللہ عنہا۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مات فی ایام یزید من الاعلام سوی الذین قتلوا مع الحسین وفی وقعۃ الحرۃ ام سلمۃ ام المومنین (تاریخ الخلفاء ص ۸۹)

یزید کے ایامِ حکومت میں جن ناموروں نے وفات پائی سوائے ان کے جو حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت ام المومنین ام سلمہ نے وفات پائی واقعہ حرہ میں (آگے ان ناموروں کے نام لکھے ہیں) اور واقعہ حرہ ۶۳ھ میں ہوا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:۔

اس اختلافِ روایت کی حالت میں سنہ وفات کی تعیین مشکل ہے تاہم یہ یقینی ہے کہ واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔ مسلم میں ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لشکر کا حال پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکرِ شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا۔ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں پیش آیا ہے اس لیے اس سے پہلے ان کی وفات کی تمام روایتیں صحیح نہیں (سیرۃ النبی ص ۲/۴۱۲)

چنانچہ صحیح مسلم شریف کی وہ روایت یہ ہے حضرت عبیداللہ بن قبطیہ فرماتے ہیں:۔

دخل الحارث بن ابی ربیعۃ وعبد اللہ بن صفوان وانا معھما علی ام سلمۃ ام المومنین فسألاھا عن الجیش الذی یخسف بہ وکان ذالک فی ایام ابن الزبیر (بقدر الضرورۃ) مسلم شریف ص ۲/۳۸۸

کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان اور میں بھی ان کے ساتھ تھا ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (حارث اور صفوان) دونوں نے ام المومنین

سے اس لشکر کے متعلق پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ اور یہ سوال عبداللہ بن زبیر کے ایام (خلافت) میں اس وقت کیا گیا (جبکہ لوگ یزید سے منحرف ہو کر ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور یزید نے ایک لشکر ان کی تباہی کے لیے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔)

فضائل و مناقب

جواب سوال نمبر ۹

جگر گوشۂ رسولِ مقبول، نورِ دیدہ زہرا بتولؑ راحت جانِ علی مرتضیٰؑ سُرورِ قلبِ حسن مجتبیٰ، سردارِ جوانانِ اہلِ جنت، زبدۂ اہلِ بیتِ نبوت، سید الساداتؑ قبلۂ اہلِ حاجات، رئیس المجاہدین، امام المسلمین، پیشوائے عارفاں، امامِ عاشقاںؑ شہیدِ دشتِ کربلا، سیدنا و مولانا و امامنا حضرت حسین صلوات اللہ و سلامہ علیٰ جدہٖ وابیہ و اُمّہٖ واخیہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب محاسن و محامد بے شمار ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ فضائل و کمالات اور برکات و حسنات کا مخزن و معدن انہی کا گھرانہ ہے۔ جس کسی کو بھی کوئی نعمت ملی ان ہی کا صدقہ اور ان کی بدولت ہے۔

لَاوَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

خصوصاً حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْن کے مطابق آپ کے لختِ جگر بھی ہیں اور آپ کے کمالات و محاسن کے مظہر بھی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (احزاب)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے (نبی کے) گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دُور رکھے اور تمہیں خوب پاک کر کے صاف ستھرا رکھے۔

یہ آیت منبع فضائلِ اہلِ بیتِ نبوت ہے۔ اس کی ابتدا میں اِنَّمَا ہے جو حصر کے لیے آتا ہے۔ اور اپنے ارادہ سے جو قدیم ہے چاہا ہے کہ ان کو ہر آلودگی سے پاک رکھے اور ختم آیت پر تَطْهِيرًا مبالغہ کے لیے فرمایا تاکہ طہارت کامل حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع ہو جائے پھر تطہیرًا کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لیے ہے یعنی ثابت ہو جائے کہ معمولی طہارت نہیں ہے بلکہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت نبوت کو ہر قسم کی اعتقادی عملی، اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیۂ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ درجہ اور مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں۔ اس طہارتِ کاملہ کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم تو نہیں ہاں محفوظ ضرور ہو گئے۔ اور احادیثِ صحیحہ اور تفاسیرِ معتبرہ کی رُو سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یقیناً اہلِ بیتِ نبوت میں داخل اور اس آیت کا مصداق ہیں۔

لہٰذا اس آیتِ قرآنی پر ایمان رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا قلبِ مبارک حُبِّ جاہ و مال اور ہوسِ اقتدار اور تمام رذائلِ دنیا سے پاک اور مبرا تھا۔ کیونکہ قلبی صفائی و تطہیر کا یہ ادنیٰ درجہ ہے ؎

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

(۲) فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ (القرآن)

(میرے حبیب ان نجران کے پادریوں سے کہہ دیجئے کہ ہم اور تم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جانوں کو پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں

یہ آیت کریمہ آیۂ مباہلہ کے نام سے مشہور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نور نظر بیدہ فاطمہ زہرا حضرت علی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے اس وقت بھی آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ (کذا فی مسلم) اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں چنانچہ نصاریٰ کے لاٹ پادری نے جب ان نورانی چہروں کو دیکھا تو پکار اٹھا اے ساتھیو!

اِنِّی لَاَرٰی وُجُوْھًا لَوْ سَاَلُوا اللّٰہَ اَنْ یُّزِیْلَ جَبَلًا لَاَزَالَہٗ مِنْ مَکَانِہٖ فَلَا تَبْتَھِلُوْا فَتَھْلِکُوْا وَلَا یَبْقٰی عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ نَصْرَانِیٌّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔	بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ انکی دعا سے پہاڑوں کو انکی جگہ سے ہٹا دے گا پس ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔
تفسیر کبیر ص ۴۸۸/۲ تفسیر خازن و مدارک ص ۲۴۲/۱	

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بمصداق اَبْنَآءَنَا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اور حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن و حسین دونوں کو لیے ہوئے فرما رہے تھے:۔

ھٰذَانِ اِبْنَایَ وَاِبْنَا اِبْنَتِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا (ترمذی شریف)	یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! میں انکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انکو محبوب رکھ اور اسکو بھی محبوب رکھ جو انکو محبوب رکھے۔

جب قرآن و حدیث سے آپ کا ابنِ رسول اور جزوِ رسول ہونا ثابت ہے تو جزوِ رسول کو جو خلقی اور فطری مناسبت ذاتِ رسول اور اخلاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو سکتی ہے وہ بدرجۂ اتم آپ کو حاصل تھی۔

(۳) قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (شوریٰ)

فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سے اس (تبلیغ و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت وغیرہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی اَنْ تَحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ وَتَوَدُّوْھُمْ بِیْ (در منثور ص۷)

لوگو میں تم سے اس (تبلیغ و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجر نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے اور یہ کہ تم میری حفاظت کرو میرے اہل بیت کے معاملے میں اور میری وجہ سے ان سے محبت کرو۔

انہی سے روایت ہے کہ جب یہ آیت قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ قَالَ عَلِیٌّ وَّ فَاطِمَۃُ وَ وَلَدَاھُمَا فرمایا، علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہم) (احیاء المیت بفضائل اہل البیت للسیوطی ص۱، زرقانی علی المواہب ص۷، صواعق محرقہ ص۱۶۸)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَلَا وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآئِیْ اِبْرَاھِیْمَ اَلْاٰیَۃَ ثُمَّ قَالَ اَنَا ابْنُ الْبَشِیْرِ اَنَا ابْنُ النَّذِیْرِ ثُمَّ قَالَ وَاَنَا مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ الَّذِیْنَ افْتَرَضَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مَوَدَّتَھُمْ وَمُوَالَاتَھُمْ فَقَالَ فِیْمَا اَنْزَلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ

جو مجھے پہچانتا ہے تو وہ مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن ہوں فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آیت تلاوت فرمائی وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآئِیْ اِبْرَاھِیْمَ آخر تک پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں اور میں اہل بیت نبوت سے ہوں جن کی محبت و دوستی اللہ عزوجل نے تم پر فرض فرمائی ہے اور اس بارے میں اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ

عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی ۔ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلۡ لَّاۤ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی ۔

الصواعق المحرقہ ص۱۶۸) المستدرک ص۱۷۲

حضرت ابو دیلم فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اسیری کی حالت میں دمشق لا کر ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم نے آپ سے کہا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ قَتَلَکُمۡ وَاسۡتَاصَلَکُمۡ وَ قَطَعَ قَرۡنَ الۡفِتۡنَۃِ فَقَالَ لَہٗ مَا قَرَاۡتَ قُلۡ لَّاۤ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی قَالَ وَاَنۡتُمۡ ھُمۡ ؟ قَالَ نَعَمۡ

خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا خاتمہ کیا اور تمہاری جڑوں کو کاٹا اور فتنہ گروں کو مٹایا (معاذ اللہ) آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی قُلۡ لَّاۤ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی ؟ اس نے کہا کیا وہ تم ہو؟ فرمایا ہاں!

الصواعق المحرقہ ص۱۶۸ درمنثور ص۷

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ الا المودۃ فی القربی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتی ہیں (ابن کثیر، شوریٰ ۲۳) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی سے مراد اہل بیت نبوت ہیں یہ سن کر ابن عباس نے فرمایا کہ تم نے عجلت سے کام لیا ہے سنو قریش میں کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ مجھ میں اور تم میں قرابت ہے اس کا لحاظ رکھو اور ظلم و اذیت سے باز رہو۔ دونوں جلیل القدر حضرات کے اقوال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں عموم و خصوص میں فرق ہے۔ ابن عباس نے عموم مراد لیا ہے اور ابن جبیر نے خصوص۔ یعنی ابن عباس نے فِی الۡقُرۡبٰی سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جو قرابت تھی اس کو لیا کہ اس کا حق پہچانو اور مجھ سے محبت کرو نہ کہ عداوت۔ اور ابن جبیر نے فِی الۡقُرۡبٰی سے قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے۔

تو مطلب یہ ہوا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ اور میرے اور میری اولاد کے درمیان جو قرابت ہے اس کی

وجہ سے میری اولاد سے محبت رکھو یہ بھی میری ہی محبت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن جبیر اس آیت کی تفسیر دونوں طرح فرماتے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھو اور حقِ قرابت کو پہچانو۔ یہ تفسیر بھی عموم پر محمول ہے۔ جب حقِ قرابت محبت کو مقتضی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ محبت کی مستحق ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَتَكُوْنُ عِتْرَتِىْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهٖ وَاَهْلِىْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَذَاتِىْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهٖ ۔

ابن حبان۔ بیہقی فی شعب الایمان

(رشفۃ الصادی ص ۳۶ نور الابصار ص ۱۲۶)

کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کے نزدیک اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میرے اہل اس کے نزدیک اس کے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری ذات اس کے نزدیک اس کی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ وسلم نے فرمایا۔

اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ (سراج منیر شرح جامع صغیر ص ۴۱/۱)

اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، اپنے نبی کی محبت اور اپنے نبی کے اہلِ بیت کی محبت اور قرآن کی قرأت۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (القرآن الاحزاب)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!

قَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ

بیشک یہ تو ہم نے جان لیا کہ ہم (التحیات میں)

نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ فَقَالَ قُولُوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(مسلم شریف ص۱۷۵ مشکوٰۃ شریف ص۸۶)

آپ پر سلام کس طرح پڑھیں۔ اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو فرمایا تم کہو اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپکی آل کو جیسا کہ درود بھیجا تو نے (حضرت) ابراہیم اور انکی آل پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

ایک روایت میں فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (مسلم شریف ص۱۷۵ مشکوٰۃ ص۸۶)

اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپ کی ازواج اور آپکی اولاد پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا آلِ ابراہیم پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

غور فرمایئے! صحابہ کرام نے اپنے سوال میں یہ نہیں دریافت کیا کہ آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کیسے درود بھیجیں؟ بلکہ صرف آپ پر درود بھیجنے کی کیفیت پوچھی۔ مگر آپ نے اپنی تبعیت میں اپنے اہلِ بیت کو بھی اپنے ساتھ ملایا بلکہ جس درود میں آپ کے ساتھ آپکے اہلِ بیت کو نہ ملایا جائے اسے ناقص قرار دیا۔ کامل درود وہ ہے جس میں آپ کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت کا نام بھی شامل ہو۔ چنانچہ فرمایا:۔

لَا تُصَلُّوْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ الْبَتْرَاءَ فَقَالُوْا وَمَا الصَّلٰوۃُ الْبَتْرَاءُ قَالَ تَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّتُمْسِکُوْنَ بَلْ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(صواعق محرقہ ص۱۴۴)

مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو! عرض کیا گیا، ناقص درود کون سا ہے؟ فرمایا تم کہتے ہو اللّٰھم صلّ علٰی محمد اور یہیں رُک جاتے ہو بلکہ یوں کہا کرو اللّٰھم صلّ علٰی محمد وعلٰی اٰلِ محمد، یعنی آل کا نام لیے بغیر پڑھنا ناقص اور آل کے نام کے ساتھ پڑھنا کامل درود شریف ہے۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے کہ :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يُصَلِّ فِيْهَا عَلَيَّ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِيْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ ‏(دار قطنی ص ۱۵۵، رشفۃ الصادی ص ۳۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نماز پڑھے اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھے، اسکی نماز قبول نہ ہو گی۔

چنانچہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تشہد میں آپ اور آپ کے اہل بیت پر درود پڑھنا واجب ہے۔ اس سلسلے میں اُن کے یہ اشعار مشہور و معروف ہیں :-

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمُ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ
يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اِنَّكُمْ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

اے اہلِ بیتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت کو فرض قرار دیا ہے، اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے۔ تمہاری عظمت و شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اسکی نماز ہی قبول نہیں۔

بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صلوٰۃ و سلام میں اپنے اہلِ بیتِ اطہار کو اپنے ساتھ ملانا اُن کی عظمت و شان کی بہت بڑی دلیل ہے۔

(۵) سَلَامٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ‏(القرآن) سلام ہو الیاسین پر،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

سَلَامٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ نَحْنُ اٰلُ مُحَمَّدٍ اٰلُ يَاسِيْنَ ‏(درِ منثور)

کہ سلام ہو اٰلِ یاسین پر، وہ الیاسین ہم آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

ف :- بعض نے سَلَامٌ عَلٰى اٰلِ يٰسِيْنَ بھی پڑھا ہے۔ لہٰذا مطلب صاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسمِ مبارک یٰسین ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر الشافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فَقَدْ نَقَلَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِيْنَ

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان المراد بذالک سلام علی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آل یٰسین سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔

حضرت سید ابوبکر بن شہاب الدین الحسینی الشافعی الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَ نقله النقاش عن الکلبی فقال سلام علی الیاسین علی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذ سماہ اللہ تعالیٰ یٰسین مثل یعقوب و اسرائیل۔ رشفۃ الصادی ص۲۴

نقاش نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا سلام علی الیاسین سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یٰسین رکھا ہے جیسے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل بھی ہے۔ (علیہ السلام)

وَ اعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا قرآن

اور سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور متفرق نہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

نحن حبل اللہ الذی قال اللہ فیہ الصواعق المحرقہ ص۱۴۹

وہ اللہ کی رسّی ہم اہل بیت ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

ولما رأیت الناس قد ذهبت بهم — مذاهبهم فی البحر الغی والجهل
رکبت علی اسم اللہ فی سفن النجا — وهم اهل البیت المصطفی خاتم الرسل
وامسکت حبل اللہ وهو ولاؤهم — کما قد امرنا بالتمسک بالحبل

(رشفۃ الصادی ص۲۵)

اور جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بیشک وہ ان لوگوں کی روش پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندروں میں غرق ہیں۔

تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینوں میں سوار ہو گیا اور وہ نجات کے سفینے

خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔

اور ہم نے اللہ کی رسّی کو تھام لیا اور وہ اُن کی محبت ہے جیسا کہ ہمیں اس رسّی کو مضبوطی سے تھامنے کا (قرآن میں) حکم دیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقۂ قصوار پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا تو میں نے سُنا آپ فرما رہے تھے :۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّی تَرَکْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابُ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَيْتِیْ ۔

اے لوگو! بیشک میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے وہ کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت ہیں۔

ترمذی باب المناقب

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

اِنِّی تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِیْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَيْتِیْ وَلَمْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰی يَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِيْهِمَا

بیشک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اسکو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ پہلا دوسرے سے بڑا ہے کتاب اللہ ایک لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور میری عترت میرے اہل بیت اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں حوض پر میرے پاس آئیں گے۔ پس دیکھو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیسے متمسک ہوتے ہیں۔

ترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۹

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ، (القرآن)

اور جو نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے اس میں اور حسن و خوبی بڑھا دیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً قَالَ الْمَوَدَّةَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"اور جو نیکی کمائے گا" یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا۔

صواعق محرقہ ص۱۶۸ رشفۃ الصادی ص۲۳ المستدرک ص۱۷۲/۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ (تمہارا رب ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ ترمذی و مشکوٰۃ ص۵۷۳

اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّنِيْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيْ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ترمذی شریف باب المناقب

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسن و حسین) اور انکے باپ (علی) اور انکی ماں (فاطمہ) کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

یہ وہ بشارت ہے جو دنیا و مافیہا سے اعظم و انفع ہے۔ اللّٰھم وفقنا لھذہ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ (ابن ماجہ ص۶۴ المستدرک حاکم ص۱۶۶/۳، البدایہ والنہایہ ص۳۵/۸)

جس نے حسن و حسین کو محبوب رکھا اس نے در حقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے در حقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، حسن و حسین دونوں میرے بیٹے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّهُمَا اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ اَحَبَّهُ

جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھکو محبوب رکھا اور

اللّٰہُ وَمَنْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ وَمَنْ اَبْغَضَہُمَا اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ اَدْخَلَہُ النَّارَ۔

جس نے مجھکو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اسکو جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اسکو دوزخ میں داخل کیا۔

المستدرک حاکم ص۱۶۶/۳

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا اَہْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَہُ النَّارَ (المستدرک ص۱۵۰/۳)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا اللہ نے اسکو جہنم میں داخل کیا۔

زرقانی علی المواہب ص۲/۷، الصواعق المحرقہ ص۱۴۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ ایک کندھے پر حسن اور ایک کندھے پر حسین تھے۔ آپ کبھی حسن کو چومتے اور کبھی حسین کو۔ ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔

اِنَّکَ لَتُحِبُّہُمَا؟ فَقَالَ مَنْ اَحَبَّہُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَہُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

آپ ان دونوں کو بہت محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا بیشک اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

البدایہ والنہایہ ص۳۵/۸

۸ سوارِ دوشِ رسولِ خدا سلام علیک

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ حَسَنًا وَحُسَیْنًا فَقَالَ اللّٰہُمَّ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کو دیکھا تو کہا اے اللہ! میں ان دونوں کو

إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا (ترمذی شریف باب المناقب) محبوب رکھتا ہوں سو تو بھی انکو محبوب رکھ۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حسن و حسین آپکی پشت مبارک پر کھیل رہے تھے،

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُحِبُّهُمَا؟ فَقَالَ وَمَا لِي لَا أُحِبُّهُمَا وَإِنَّهُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا (کنز العمال ص ۲۲۱) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ان دونوں سے بہت محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا کیوں نہ محبت رکھوں جبکہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔

اہل عراق نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت احرام میں مکھی یا مچھر مارنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا :۔

أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا (بخاری شریف ص ۵۳۰) ان اہل عراق کو دیکھو مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ (حسن و حسین) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت زید بن ابی زیاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے اور حضرت حسین کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا۔ بیٹی! اسکو رونے نہ دیا کرو أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ بُكَاءَهُ يُؤْذِينِي، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (تشریف البشر ص ۱۱۵، نور الابصار ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لُعَابَ الْحُسَيْنِ كَمَا يَمُصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَ (نور الابصار ص ۱۳۹) میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین کے منہ کے لعاب کو اس طرح چوستے تھے جس طرح کہ آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس حالت میں نکلے کہ آپ کے پاس کوئی چیز کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی، میں نے عرض کیا یہ کیا ہے؟

فَكَشَفَهُ فَاِذَا هُوَ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ اَبْنَائِیْ وَاَبْنَا اِبْنَتِیْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا

کنز العمال صہ ۱۱

پس آپ نے کپڑا اٹھایا تو وہ حسن و حسین تھے، فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں انکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انکو محبوب رکھ اور جو ان کو محبوب رکھے اسکو بھی محبوب رکھ،

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔

فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَجَعَلَا يَتَوَثَّبَانِ عَلٰى ظَهْرِهٖ اِذَا سَجَدَ فَاَرَادَ النَّاسُ زَجْرَهُمَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ لِلنَّاسِ هٰذَانِ اِبْنَایَ مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ

البدایہ والنہایہ صہ ۳۵

تو حسن و حسین آئے اور جب آپ سجدہ میں گئے تو وہ دونوں آپکی پشت پر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے چاہا کہ انکو منع کریں۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں سے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ حَامِلُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلٰى ظَهْرِهٖ وَهُوَ يَمْشِیْ بِهِمَا عَلٰى اَرْبَعٍ فَقُلْتُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا، فَقَالَ وَنِعْمَ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے حسن و حسین کو اپنی پشت پر بٹھایا ہوا تھا اور آپ دونوں ہاتھوں گھٹنوں پر چل رہے تھے۔ تو میں نے کہا (انکا اونٹ

الرَّاكِبَانِ هُمَا
کنز العمال ص۱۱۸ ج۱۳ البدایہ والنہایہ ص۳۶ ج۸

تمہاری سواری کتنی اچھی ہے، تو آپ نے فرمایا سوار بھی تو بہت اچھے ہیں۔

بہر آں شہزادۂ خیر الرسل — دوش ختم المرسلین نعم الجمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا

اَیُّ اَھْلِ بَیْتِكَ اَحَبُّ اِلَیْكَ ؟ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ؛ وَکَانَ یَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ اُدْعِی ابْنَیَّ فَیَشُمُّھُمَا وَیَضُمُّھُمَا اِلَیْہِ ترمذی مشکوٰۃ ص۵۷۱

آپ کے اہل بیت میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا حسن وحسین۔ اور آپ حضرت فاطمہ سے فرماتے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ تو آپ دونوں کو سونگھتے اور اپنے سینے سے چمٹا لیتے۔

پھول کی طرح سے اُن کو سونگھتے تھے مصطفےٰ
جب کبھی ہوتے تھے نانا سے بہم حضرت حسین

حضرت زید ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

لِعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَھُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَھُمْ ، ترمذی مشکوٰۃ ص۵۶۹ البدایہ ص۳۶

علی و فاطمہ و حسن و حسین کے متعلق فرمایا کہ جو ان سے لڑے میں ان سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے صلح رکھے میں ان سے صلح رکھنے والا ہوں۔

ان تمام احادیث صحیحہ سے وجوب محبت اہل بیت اور تحریم بغض و عداوت صراحۃً ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین اور ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل بیت نبوت کی بہت زیادہ تعظیم و توقیر کرتے اور ان سے الفت و محبت رکھتے۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ (بخاری شریف ص۵۲۶)

خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کو اپنے اقرباء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء محبوب تر ہیں۔

انہی کا ارشاد ہے کہ :-

اُرْقُبُوا مُحَمَّدًا فِی اَھْلِ بَیْتِہٖ

محافظت کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے اہلبیت کی یعنی عزت دو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے اہلبیت کی عزت و تعظیم کر دو۔

بخاری ص ۵۲۶/۱

ان کی اُلفت جب ہے عینِ اُلفتِ خیرالورٰی
یوں ہوئے محبوبِ ربِّ ذوالکرم حضرت حسین

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھوں گا اور اپنے اور تمہارے لیے بخشش کا سوال کروں گا پس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ عشا بھی پڑھی۔ پھر آپ مسجد سے نکلے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے میرے چلنے کی آواز سنی تو فرمایا، کیا حذیفہ ہے ؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ! فرمایا :-

مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَ لِاُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اِسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۷۰)

تجھے کیا حاجت ہے؟ اللہ تجھ کو اور تیری والدہ کو بخشے۔ (پھر) فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور مجھے یہ بشارت دینے کیلئے اجازت مانگی ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا۔ یارسول اللہ ! آج ہم آپکو بہت مسرور و خوش دیکھتے ہیں۔ رحمتِ عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

وَكَيْفَ لَا اُسَرُّ وَقَدْ اَتَانِي جِبْرِيْلُ فَبَشَّرَنِي اِنَّ حَسَنًا وَّحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا اَفْضَلُ مِنْهُمَا
کنز العمال ص ۱۰۳

کیسے مسرور نہ ہوں جبکہ جبریل امین میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ بلا شبہ حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور انکا باپ اُن سے بھی افضل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا۔

اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَابْنَيْكِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ
کنز العمال ص ۱۱۱

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ
البدایہ والنہایہ ص ۳۵

حسن و حسین دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَفِي لَفْظٍ اِلٰى سَيِّدِ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رض۔
ابن حبان، ابو یعلی، ابن عساکر، نور الابصار ص ۱۳۹

جس کے لیے باعث مسرت ہو کہ وہ کسی جنتی مرد کو دیکھے، اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جنت کے نوجوانوں کے سردار کو دیکھے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ حسین ابن علی کو دیکھے۔ (رضی اللہ عنہما)

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حُسَيْنٌ مِّنِّي وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین کو محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو

سبط من الاسباط | محبوب رکھتا ہے۔ حسین فرزندوں میں سے
ترمذی، مشکوٰۃ صلہ | ایک فرزند ہے

تھے امام اہلسنت مقتدائے اہلبیت
سیّدالسادات ریحان ارم حضرت حسین

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات پاک ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند، آپ کے پھول اور آپ کے محبوب ہیں۔ جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی محبّت ہر مسلمان پر واجب، سرمایۂ ایمان اور ذریعۂ نجات ہے۔ آپ کی محبّت درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور اللہ کے محبوب بننے کا ذریعہ ہے اور آپ کا بُغض درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا بُغض ہے اور جہنّم میں جلنے کا باعث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور ان کے تمسک کو ہدایت پر قائم رہنے کا سبب فرمایا اور ان کے چھوڑنے کو گمراہی کا باعث قرار دیا۔

اِن ارشاداتِ مبارکہ کے مطابق ہی اہلِ سنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اُن کی محبّت سرمایۂ ایمان، ذریعہ قربِ خدا تعالیٰ و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور وسیلۂ نجات ہے۔ چنانچہ اکابر اہلِ سنّت نے بلحاظِ مدارج ان کے اسماء مبارکہ خطبۂ جمعہ میں داخل فرمائے تاکہ ہر جمعہ کو برسرِ منبر اس عقیدہ کا اظہار و بیان ہوتا رہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبّت وعقیدت مستحکم رہے۔

لہٰذا جو ان کی ذات اقدس پر نکتہ چینی کرے اور ان کی طرف بغض وحسد، حُبّ جاہ اور ہوسِ اقتدار کی نسبت کرے اور ان کو باغی، فسادی اور فتنہ پرور قرار دے اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ان کے فضائل ومناقب کو محض خیالی مناقب بتائے وہ بلاشبہ اہلِ سنّت وجماعت سے خارج، گمراہ، بے دین اور جہنّمی ہے۔

یاد رکھو! عقیدہ قرآن و حدیث کی اخبار سے بنتا ہے نہ کہ تاریخ کی ان بے سند روایات سے جن کو قطع و برید کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کسی شخص کے نکالے ہوئے غلط تاریخی نظریات پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات غلط نہیں ہو سکتے، تاریخ غلط ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ تاریخی نظریہ جو قرآن و حدیث اور عقیدہ مسلّمہ کے خلاف ہو باطل و مردود ہے۔ اگر عقیدہ کو تاریخ کے تابع بنا دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ کے تابع ہو جائیں (معاذ اللہ) پس عقیدہ تاریخ کے تابع نہیں بلکہ تاریخ کو عقیدہ کے تابع رکھنا ہوگا۔

اور پھر جو نقلِ روایت اور ادائے مفہوم میں سخت تحریف اور خیانت سے کام لے اور سیاق و سباق کو چھوڑ کر صرف چند مفید مطلب ٹکڑے جمع کر لے اُس کی اِس ناپاک کوشش کو تاریخی "ریسرچ" سمجھ کر اس کے مطابق اپنا نظریہ اور عقیدہ قائم کر لینا اور قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ کو نظر انداز کر دینا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔

تاریخی "ریسرچ" کے معنی تو یہ ہیں کہ معتمد و مستند مؤرخین کے بیانات کو برمحل اور ان کے دائرہ مراد میں رکھتے ہوئے، واقعے کی اصل اور حقیقت کو معلوم کیا جائے۔ اور اگر مؤرخ کی مراد کے خلاف اور اپنی مراد کے مطابق مؤرخ کے کلام میں کتر بیونت کر کے چند مفید مطلب ٹکڑے جن کا مل جانا بالکل آسان بات ہے پیش کر دیئے جائیں تو اس مجموعے کا نام تاریخی ریسرچ نہیں بلکہ سازشی نظریاتی ریسرچ ہوگا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ حضورِ اکرم رحمتِ عالم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے

خاص فیض و کرم سے اس گناہ گار نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے ان سوالات کے مدلل و مسکت جوابات پیش کئے ہیں تاکہ اہلِ ایمان اور اہلِ محبت کے لیے مفید و نافع اور معترضین کے لیے ہدایت کا موجب ہوں۔ منقبتِ امام پر اختتام کرتے ہوئے دعا ہے کہ اہلِ بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم میری اس خدمت کو شرفِ قبولیت بخشیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں میری سفارش فرمائیں تاکہ قیامت کے دن نبی اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شفیع ہوں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

غنچۂ باغِ نبوت ثمرۂ کشتِ ولا — گلشنِ زہرا کے ریحانِ اتم حضرتِ حسین
ماہتابِ مرتضیٰ خورشید حضرتِ مصطفیٰ — فاطمی منزل کے ہیں نجمِ دوم حضرتِ حسین
مظہرِ خلقِ پیمبر مصدرِ فیضِ علی! — عرصۂ رشد و ہدایت کے علم حضرتِ حسین
صورت و سیرت میں تھے ہم شکل حضرتِ مصطفیٰ — مثلِ حیدر تھے بڑے عالی کرم حضرتِ حسین
ایک تو سردارِ اہلِ خلد تھے حضرت حسن — دوسرے سردارِ رُکنانِ ارم حضرتِ حسین

اللہ اللہ! صبر فرماتے بلا و ظلم پر
جھیلتے تھے ہر مصیبت درد و غم حضرتِ حسین

بندہ ! محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ

پس لفظ

ظلم کی تعریف یہ کی گئی ہے "وضع الشیٔ فی غیر محلّہ" چیز کو اس کے غیر سے منسوب کرنا یعنی کام کسی کا اور نام کسی کا، صحیح کو غلط یا غلط کو صحیح کہنا۔ بظاہر ہمارے معاشرے میں یہ تہمت کوئی قبول نہیں کرے گا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی اس میں ملوث ہیں۔ دینی و مذہبی تحریر و تقریر کے بارے میں شاید یہ خیال کیا جاتا ہو گا کہ اہل علم ایسا نہیں کرتے لیکن کیا عجب ہے کہ اس میدان کے کچھ لوگوں کا روزگار یہی ٹھہرا ہے۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ایک لکھے پڑھے صاحب نے ان سے سوال کیا کہ مولانا! "شریعت کی مقرر کردہ سزائیں سخت اور ظالمانہ معلوم ہوتی ہیں چودہ سو سال پہلے کا معاشرہ اجڈ اور غیر مہذب طبقے پر مشتمل تھا۔ لوگوں کی اکثریت علوم سے بے بہرہ تھی اس کے لیے یہ سزائیں درست تھیں۔ اب لوگ پڑھ لکھ گئے ہیں، اب یہ سزائیں نہیں ہونی چاہئیں" ابا جان نے تحمل سے سوال سنا۔ اہل علم سوال ہی پر برہم ہو جائیں اور فتویٰ صادر کر دیں تو سوالی کو مطمئن ہونے کی بجائے متنفر ہونے کا موقع مل جاتا ہے اور غلط رائے قائم کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ ابا جان نے سوال کرنے والے صاحب سے کہا یہ بتائیے کہ جاہل کو سزا زیادہ دینی چاہیے یا اس شخص کو جو فائدے نقصان سے آگاہ ہے اور علم رکھتا ہے؟ سوالی کہنے لگے کہ جاننے والا۔ ابا جان نے فرمایا آپ کے لیے اب کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔ نہ جاننے والے

لوگوں کے لیے جنھیں آپ نے اجڈ اور غیر مہذب کہا ہے اتنی سخت سزائیں تھیں تو اہل علم کے لیے تو اس سے بھی زیادہ سخت ہونی چاہئیں کیوں کہ یہ تو برائی سے آگاہ ہیں، اس کے نقصان اور اثرات سے بھی جب جاننے والا شخص جرم کرتا ہے تو گویا وہ جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اس کی سزا نہ جاننے والے سے زیادہ ہونی چاہیے اور شریعت کی مقرر کردہ سزائیں ظلم نہیں ہیں۔ بلکہ مجرم کے لیے رحمت ہیں کہ اسے سزا کے ذریعے اس جرم پر ندامت اور آئندہ اس سے مدافعت کی ترغیب ہوتی ہے اور دوسروں کے لیے ترہیب اور عبرت کا سامان ہوتا ہے اور سزا کے بعد وہ قابلِ ملامت نہیں رہتا اس لیے ان سزاؤں کو ظالمانہ کہنا درست نہیں"۔ وہ صاحب نہ صرف قائل ہوئے بلکہ اپنے الفاظ پر شرمندہ بھی۔ دورانِ سفر پھر وہ اپنے بہت سے شکوک رفع کرواتے رہے اس واقعے کے تذکرے کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ علم کو بالخصوص دوسروں سے بیش احتیاط کی ضرورت ہے اور تقریر سے تحریر زیادہ قابلِ گرفت ہوتی ہے۔ علم کے حوالے سے خود کو اتھارٹی کا درجہ دینے والے کچھ علماء کی تحریریں دیکھیے۔ انہوں نے قرآنی آیات کے ترجمے اور مفاہیم سے بھی عدل و انصاف نہیں کیا بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کر دیا۔ شاید ان کے نزدیک یہ کوئی بڑا کارنامہ ہو مگر فی الحقیقت یہ ظلم ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہدایت ہرگز ظالموں کو نصیب نہیں ہوتی گویا وہ اپنے قول و فعل سے خود گمراہ ٹھہرتے ہیں تو ان سے پھر کسی اور کی اصلاح یا تصحیح کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امتِ مُسلمہ کو جتنا نقصان خود مسلمان کہلانے والوں نے پہنچایا ہے اتنا غیروں نے نہیں پہنچایا۔

زیرِ نظر کتاب میں یہی کچھ پیش کیا گیا ہے۔ کون مسلمان نہیں جانتا کہ ایمان، معرفتِ الٰہی، اسلام اور قرآن ہمیں رحمتِ دو جہاں، شفیعِ عاصیاں، فخرِ عالم و عالمیاں، باعثِ تخلیقِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے ملا ہے۔

ختمی مرتبت نے تبلیغِ دین اور ہدایت کا اجر اپنی قرابت کی محبت کے سوا ہم سے کچھ اور نہیں چاہا۔ خانوادہ رسولِ مقبول کی محبت ہم پر لازم ہے کہ ہمارا دینی و ملی تقاضا ہے۔ مگر کچھ اہلِ علم کہلانے والوں نے فرزندِ رسول ہی کو طعن و تشنیع کا ہدف بنالیا ہے۔ کیا ستم ہے کہ مسلمانوں نے اپنے بے جا اعتراضات کے لیے ذاتِ رسولؐ اور ان کے اصحاب و اہلِ بیت اور محسنینِ اسلام شخصیات کو محور ٹھہرالیا ہے۔ گلِ باغِ رسالت، خلاصۂ شہادت، فرزندِ رسول، جگر گوشۂ بتول، فخرِ کونین حضرت سیدنا امام حسین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیٰ جدہ و ابیہ و امہ و علیہ کی ذات والاصفات کے لیے زبان و قلم کو ان لوگوں نے ایسا دراز کر لیا ہے کہ ان کے الفاظ دُہراتے ہوئے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ سیدنا امام حسین تو اسلام اور مسلمانوں کے محسن ہیں۔ واقعہ کربلا تو حق و باطل کا معرکہ تھا۔ امام کا موقف اسلام کی صداقت اور رہتی دنیا تک عزیمت کی یادگار ہے چہ جائیکہ امام پاک کو باغی و فسادی کہا جائے (معاذ اللہ)۔ ان دشمنانِ اسلام نے امام عالی مقام پر بغاوت کا الزام لگایا ہے حالاں کہ تاریخی حقائق اسے ثابت نہیں کرتے تاہم یہ اعجاز ہے کہ امامِ پاک کے تقویٰ و طہارت اور سیرت و کردار پر کسی حرفِ نفی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب رحمتِ عالم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چالیس سالہ بے داغ ظاہری زندگی کو اپنی نبوت کی صداقت اور معبودِ حقیقی کی حقانیت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا تھا۔ اگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ اور بے عیب زندگی نبوت کی صداقت کی دلیل ہو سکتی ہے تو ان کے فرزند کی چھپن چھپن سالہ بے داغ زندگی صرف ایک بغاوت کے الزام سے ان کو بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتی؟ ان کے اخلاق و کردار کی ستھرائی اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی تو آیۂ تطہیر سے اظہر من الشمس ہے۔ پھر علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور صدق و دیانت کے اس مبارک پیکر کے لیے ایک یہ الزام کیسے متحقق ہو سکتا ہے؟

ابا جان کو ہمارا سلام کہنا حضرت امام کا ہمارے گھر تشریف لانا اور ابا جان کو سلام فرمانا یقیناً اس خدمت کی قبولیت کی سند ہے۔ (الحمد للہ علی احسانہ)

اس کتاب کے تین اڈیشن شائع ہو چکے گزشتہ پانچ چھ برس سے یہ بالکل نایاب تھی۔ اس دوران اس کی نئی کتابت کے ساتھ ساتھ کچھ نئے پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات کا اضافہ بھی شامل کر دیا گیا۔ خطاطی کے لیے محترم صوفی خورشید عالم خورشید رقم مخمور سدیدی سے رابطہ کیا گیا جو رئیس الخطاط تاج الدین زریں رقم کی بیٹھک کا بتاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور کو آباد کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ضعف بصر کا عذر ظاہر کیا اور اپنے فرزند اور شاگرد امداد احمد سے متعارف کروایا۔ ابھی ایک چوتھائی کتابت کی تکمیل ہوئی تھی کہ ابا جان کا بلاوا آ گیا میرے لیے تو دنیا ویران ہو گئی، سب کچھ بکھر گیا۔ احباب اصرار کرتے رہے اور مجھے پروف ریڈنگ کی مہلت بھی نہ ملی۔ اس کتاب کے غیاب میں اس موضوع پر دوسرے احباب نے اس کتاب کے مندرجات کو اپنے طور پر پیش کیا تاہم ابا جان قبلہ کی تحریر کی مقبولیت اور ان کی شخصیت کا اعتبار و اعتماد بہر حال مسلّم ہے الحمد للہ۔ اب مزید اضافوں کے ساتھ تزئین و آرائش کی عمدگی لیے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا سرورق پہلے اڈیشن کی طباعت کے موقع پر خطاطِ اسلام الحاج حافظ محمد یوسف سدیدی نے لکھا تھا جو اپنی مثال آپ ہے۔ اب وہ ہمارے درمیان جسمانی طور پر نہ رہے۔ (رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ۝)

موجودہ اڈیشن کا اندرونی سرورق ابن مقلہ ایوارڈ یافتہ خطاط محترم صوفی خورشید عالم خورشید رقم مخمور سدیدی کے قلم خوشش رقم کا نتیجہ ہے۔

میری دعا ہے کہ ربِّ مصطفےٰ جلّ وعلا اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اس کتاب کو یزیدی اندھیروں میں حسینی اجالا بنا کر ہر طرح مفید و نافع بنائے اور میرے ابا جان کی یہ خدمت قبول ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں خانوادۂ

سے اطاعت و بیعت کا خواہاں تھا، جبر و استبداد کی بالادستی چاہتا تھا لیکن وہ ہزاروں کا لشکر بھیجنے اور پانی بند کر دینے کے باوجود امام پاک سے اپنی بات نہیں منوا سکا اور امام پاک کی شاندار فتح دیکھیے کہ سب کچھ قربان کر دیا مگر پائے ثبات متزلزل نہیں ہونے دیا۔ سر کٹا دیا مگر فاسق اور فاجر، ظالم و جابر یزید پلید کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دیا۔ امام نے میدانِ کربلا میں فتح و شکست کے عنوان ہی بدل دیئے تھے۔ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ حق پر قائم و ثابت رہتے ہوئے جان دے دینا شکست نہیں عظیم الشان کامیابی ہے۔

وہ لوگ جو واقعۂ کربلا کو اقتدار کی جنگ قرار دیتے ہیں وہ حقائق سے ناواقفی کے سبب ایسا کہتے ہیں۔ کتاب کے مندرجات میں امام عالی مقام کے بارے میں کئے جانے والے تقریباً ایسے ہر اعتراض کا مدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب ابا جان قبلہ علیہ الرحمۃ کی بے نظیر علمی تحقیق کا حاصل ہے۔ انہیں کس بات کا سخت قلق رہتا تھا کہ لوگ خانوادۂ رسول کے مقدس و مطہر افراد کے خلاف زبان و قلم دراز کرتے ہیں۔ وہ زبان و قلم کے آدمی تھے، زبان و قلم سے انہوں نے خوب جہاد کیا اور ناصبی، خارجی یزیدی ٹولے کے لیے پنپنے کی راہیں مسدود کر دیں۔ ان کی یہ خدمت بارگاہِ حسینی میں مقبول ہوئی اور اس کی بشارت بھی انہیں ملی۔ جن دنوں یہ کتاب تکمیل کے مراحل میں تھی کوئی چودہ پندرہ برس پہلے کی بات ہے ابا جان نے یہ خواب لاکھوں کے اجتماع میں سنایا۔ ان دنوں میرے چھوٹے بھائی محمد سُبحانی علیل تھے انہیں خسرے کا عارضہ تھا، ابا جان نے خواب دیکھا کہ میرا بھائی محمد سُبحانی انہیں اُن کے کمرے میں جگانے آیا اور کہا کہ فرزندِ رسول سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں۔ ابا جان فرماتے ہیں میں نے محمد سبحانی سے کہا کہ تم اُنہیں نہایت تکریم سے کمرے میں بٹھاؤ میں وضو کر کے آتا ہوں۔ فرماتے ہیں میں وضو کر کے کمرے میں گیا تو محمد سبحانی نے کہا وہ فرما گئے کہ ہمیں جلدی ہے پھر آئیں گے۔ اپنے

امام پاک اگر میدانِ کربلا میں اپنے موقف سے ہٹ جاتے تو یقیناً اپنی اور اپنے خانوادے اور رفقا کی جانیں بچا لیتے مگر دین کا نظام اپنی اصل پر باقی نہ رہتا۔ تقویٰ اور حق کی تعریف اپنا مفہوم کھو دیتی۔ عزیمت کے لیے خانوادۂ رسول میں کسی کا کردار ایسا مثالی نہ ہوتا۔

راہِ حق میں جان دینا ذلت نہیں، عزت و مرتبت کی بات ہے۔ امام کے مخالف یقیناً راہِ حق میں جہاد کے منکر ہیں، وہ دین کی اصل کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ اعتراض کہ اگر امام حق پر تھے، تو اللہ کا وعدہ ہے کہ حق والوں کی مدد ہمارے ذمے ہے پھر اللہ نے امام کی مدد کیوں نہیں کی! معترضین کے نزدیک اللہ کی مدد شاید یہ ہوگی کہ کربلا میں کسی طور امام کی جان بچ جاتی اور انہیں پانی مل جاتا یا انہیں جان بچانے کے لیے فرار کا موقع مل جاتا وہ لشکرِ یزید کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے۔ مگر وہ بصیرت نا اندیش یہ نہیں سوچتے کہ مدد اس کا ہی نام نہیں۔ امام پاک ایسے محبوبِ الٰہی ہیں کہ اگر چاہتے تو یہ سب کچھ بھی ہو جاتا مگر انہوں نے یہ نہیں چاہا وہ اپنے معبود و محبوبِ حقیقی کی راہ میں ہر تکلیف خندہ پیشانی سے قبول کر کے رضائے الٰہی کا بلند ترین مقام حاصل کرنا چاہتے تھے اور یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں طالبِ وجہ اللہ ہوں اور اس کے سوا ہر کسی کے لیے ہلاکت ہے (کل شئی ھالک الا وجھہ) میں عارضی نعمت اور مرتبے کی بجائے اس باقی کو اختیار کر رہا ہوں۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ اللہ ہی کی دی ہوئی جان اسی کی راہ میں قربان کرنا اہلِ محبت ہی کا شیوہ ہے۔ چنانچہ اللہ کی نصرت انہیں حاصل ہوئی اور بالکل اسی طرح ہوئی جیسا کہ خود اللہ نے فرمایا کہ جو ہماری (دین کی) مدد کرتا ہے، ہم اسے استقامت اور ثابت قدمی عطا کرتے ہیں۔ (القرآن)

کربلا میں بپا ہونے والی قیامتِ صغریٰ میں امام کا صبر و ثبات بلاشبہ اللہ کی مدد تھا ورنہ ایسے حالات میں بڑے بڑے حوصلہ مند اور بہادر بھی ہمت ہار دیتے ہیں۔

یہ اللہ کی مدد ہی تھی کہ یزید پلید اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ وہ امام

رسالت کے محبتوں میں اعلیٰ مقام سے سرفراز رکھے۔

کوکبِ نورانی را احمد شفیع

۱۹۸۶ء

گرزِ جمع روافض است نزدِ تو مرید

هم خارجیاں را اشرّ از بطن پلید

ایمانِ من است حبِّ آل و اصحاب رضی اللہ عنہم

لعنت به سرِ یزید و اتباعِ یزید

سید غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی

بپاسِ خاطر: کوکبِ نورانی اوکاڑوی

کتبہ: خورشید رقم

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر
مژدہ جانفزا
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر
حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے
بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف
ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مکمل سیٹ سات جلدیں
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور، کراچی۔ پاکستان

مجدد مسلک اہلسنت

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

- ذکرِ جمیل
- ذکرِ حسین (دو حصے)
- راہِ عقیدت
- راہِ حق
- نماز مترجم
- امام پاک اور یزید پلید
- [illegible]
- سفینۂ نوح (دو حصے)
- نغمۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
- درسِ توحید
- برکاتِ میلاد
- ثواب العبادات
- مسئلہ سیاہ خضاب
- مسئلہ طلاق ثلاثہ
- انوارِ رسالت (حصہ اول)
- تعارف علمائے دیوبند
- انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
- مسلمان خاتون
- اخلاق و اعمال (شرعی تحریریں)
- مقالاتِ اوکاڑوی
- میلادِ شفیع
- جہاد و قتال
- جھگڑے کا خاتمہ
- نجوم الہدایت